

مسند شافعی کی معرکہ دارالافتاء

# تفتیش الفتویٰ

امام شافعی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں حق خیر آبادی کا سبب

زوجہ و خلیفہ محمد بن علی شریف قادری

شاہ عبدالحمید محدث کبیر  
دارالعلوم نعیمیہ اہل حق  
بیت مال (سرگودھا)

مسئلہ شفاعت کی معرکہ آرا تحقیق

(اُردو و فارسی)  
بین تحقیق الفتویٰ

فی ابطال الکلیعویٰ

امام حکمت و کلام علامہ محمد فضل حق خیر آبادی قدس العزیز

ترجمہ و تحقیق: محمد عبد حکیم شرف قادری

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی طرف سے  
دارالعلوم مظہر امدادی  
بندیال (سرگودھا)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب \_\_\_\_\_ تحقیق الفتویٰ فی الجلال الطغویٰ  
تصنیف \_\_\_\_\_ بطلِ حریت علامہ محمد فضل حق خیرآبادی قدس سرہ  
ترجمہ و تقدیم \_\_\_\_\_ محمد عبد الحکیم شرف قادری  
پروف ریڈنگ \_\_\_\_\_ محمد عامر محنت تاریخ  
سالِ تصنیف \_\_\_\_\_ ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۵ء  
اشاعت بار اول \_\_\_\_\_ ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء  
کتابت \_\_\_\_\_ شاہ محمد حشمتی نظامی، محمود پورہ، قصور  
صفحات \_\_\_\_\_ ۲۴۰  
تعداد \_\_\_\_\_ ایک ہزار  
مطبع \_\_\_\_\_ جنرل پرنٹرز لاہور  
قیمت \_\_\_\_\_

## تقسیم کار

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

## فہرست (اردو ترجمہ)

۷	کلمہ افتتاح
۶۷	استفتاء
۷۱	جواب
۷۲	مقام اول
//	شفاعت کے اقسام
//	شفاعت و جاہلیت
۷۴	شفاعت مجتہدیت
۷۸	شفاعت اور دعا
۷۹	انبیاء اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت
۸۲	شفاعت بالاذن
۸۳	ایک شبہ کا ازالہ
۸۵	محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت
//	مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
//	آیات مبارکہ
۹۶	احادیث طیبہ
۱۱۱	شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
۱۳۲	تقویۃ الایمان کی عبارت پر گفتگو (چودہ وجوہ سے)
۱۳۶	ایک سوال اور اس کا جواب
۱۵۲	مقام ثانی (تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارت کے رد میں)

- ۱۵۲ امکانِ نظیر کا مطلب
- ۱۵۳ وجہ اول (سے نزدیک)
- ۱۵۵ امتناعِ نظیر پر دلیل
- ۱۵۶ امکانِ کذب کی دلیل اور اس کا رد
- ۱۵۸ محمد قاسم یا نو تو می کا عقیدہ منہم نبوت سے انحراف (حاشیہ)
- ۱۵۹ محمود حسن کا اللہ تعالیٰ کے لئے تمام قبائح کا امکان ماننا (حاشیہ)
- ۱۶۲ وجہ ثانی (امتناعِ نظیر کی دوسری دلیل)
- ۱۶۳ ممنوع بالذات قدرت کے تحت داخل نہیں {  
اس قاعدہ پر ایک شبہ اور اس کا جواب
- ۱۶۴ ان اللہ علی کل شیء قذیر، کا مطلب
- ۱۶۶ امکانِ نظیر کی عقلی دلیل اور اس کا جواب
- ۱۶۹ ایک اعتراض کا جواب
- ۱۷۰ امکانِ نظیر کی نقلی دلیل اور اس کا جواب
- ۱۷۳ امکانِ نظیر کی دوسری نقلی دلیل اور اس کا رد
- ۱۷۵ ایک شبہ کا ازالہ
- ۱۷۶ مقامِ ثالث (تقویۃ الایمان کی عبارت تنقیضِ شان ہے)
- ” تعظیم یا توہین پر کلام کی دلالت کا معیار
- ۱۸۶ تقویۃ الایمان کی عبارت میں توہین کے چودہ پہلو
- ۱۹۶ عذر گناہ اور اس کا رد
- ۱۹۹ ایک اور قلابازی اور اس کا علاج
- ۲۰۴ اہل ایمان کا عقیدہ

۲۹

مقامِ رابع

۲۱۰

حُبِّ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ایمان متصور نہیں

۲۱۱

علاماتِ محبت

۲۱۲

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے

۲۱۳

امام مالک کا ابو جعفر منصور سے مکالمہ

۲۱۵

ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم

۲۱۶

صحابہ کرام اور تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۲۲۰

تابعین اور تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۲۲۱

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لیسیت رکھنے والی انبیاء کا احترام صحابہ کی نظر میں

۲۲۲

سنگ و شجر کی سلامی

۲۲۸

استن خانہ کی فراق میں آہ و تارمی

۲۳۱

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۲۳۲

اتباعِ رسول نقائصاتے محبت ہے

۲۳۳

بے حُبِّ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتباع معتبر نہیں

۲۳۹

تتقیص نشان کے مترکب کا حکم

۲۴۲

بلا ارادہ تتقیص کے مترکب کا حکم

۲۴۳

اغراضِ اہل تلبہ کی تکفیر ممنوع ہے اور اس کا جواب

۲۴۴

خلاصہ فتویٰ

۲۴۸

خاتمہ

۲۵۰

علمائے اعلام کی ناشیدی مہر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## کلمہ افتتاح

سرزمین ہند (متحدہ پاک و ہند) وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں سے پیدا ہونے والے عظیم رجال کے افکار و تعلیمات نے ایک عالم کو روشنی بخشی، ان کے علوم و معارف رہتی دنیا تک قلوب و اذہان کو تابندگی اور ایمان و عمل کو تازگی بخشتے رہیں گے۔ متحدہ پاک و ہند کی تاریخ میں دانش و حکمت کے مینار بھی دکھائی دیں گے، علم و عرفان کے بجزیراں بھی ملیں گے اور حریت و آزادی کے پیکر بھی نظر آئیں گے اور بعض ایسی جامع الصفات بستیاں بھی سامنے آئیں گی کہ انہیں جس پہلو سے بھی دیکھا جائے، منفرد اور یگانہ معلوم ہوں گے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امام ربانی مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ فضل حق خیر آبادی، امام احمد رضا بریلوی، مولانا سید محمد نجیم الدین مراد آبادی، پیر سید مہر علی شاہ گولڑپوری اور پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری (قدست سرابہم) وہ حضرات ہیں جن کی علمی فضیلت اور قائدانہ بصیرت سے کوئی باخبر شخص انکار نہیں کر سکتا اور کوئی انصاف پسند مؤرخ ان حضرات کی دینی و سیاسی خدمات کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

درج ذیل سطور میں لطل حریت، امام منطق و حکمت مولانا شاہ محمد فضل حق خیر آبادی کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس کے بعد پیش نظر کتاب تحقیق الفتویٰ کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے گا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

## شاہ فضل حق خیرآبادی

۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ستیس واسطوں

سے سیدنا مگر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اسی لئے آپ کفار مبتدعین اور

بد مذہبوں سے کسی قسم کی رواداری کے قائل نہ تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا فضل امام

خیرآبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہم عصر اور اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ دہلی

میں صدر الصدور تھے، ہاتھی کی پاکی پر کچھری آتے جاتے، شاہ فضل حق خیرآبادی کی تعلیم

کا سلسلہ جاری رکھتے۔ جب ان کی تعلیم مکمل ہو گئی تو انہیں درس حدیث کے لئے شاہ

عبدالقادر محدث دہلوی کے سپرد کر دیا، علامہ نے ان کے علاوہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے

بھی استفادہ کیا۔

جب مولانا فضل امام خیرآبادی، علامہ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے سپرد

کرنے لگے تو انہوں نے دوران گفتگو فرمایا: فضل حق کو شعر و شاعری کا بھی شوق ہے،

شاہ صاحب نے فرمایا: کچھ اپنا کلام سناؤ، علامہ نے امر بلفظ لفظ کی زمین میں ایک قصیدہ

سنا یا، شاہ صاحب نے ایک لفظ کے بارے میں فرمایا: یہ غریب ہے یعنی کلام

عرب میں کم استعمال ہوتا ہے۔ علامہ نے بربستہ مسلم شعرا کے بیس ایسے اشعار سنا دیے

جن میں وہی لفظ استعمال کیا گیا تھا، ابھی کچھ اور سنانے کا ارادہ تھا کہ والد ماجد نے

منع کر دیا اور فرمایا: بس حد ادب! علامہ نے عرض کیا یہ تفسیر و حدیث کا کوئی مسئلہ

نہیں ہے، یہ شعر و شاعری ہے اس میں بے ادبی کا کیا سوال؟ حضرت شاہ صاحب

نے فرمایا: صاحبزادے تم صحیح کہتے ہو مجھے سہو ہوا ہے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعہ اس وقت پیش آیا جب شاہ عبدالعزیز

[Click For More Books](#)

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



محدث دہلوی نے شیعہ کے رد میں تحفہ اثنا عشریہ لکھا تو ہندوستان سے ایران تک دنیا سے رخصت میں زلزلہ آگیا، میرزا قرداناد کی اولاد سے ایک شیعہ مجتہد کتاتوں کا انبار لے کر شاہ صاحب سے مناظرہ کرنے کے لئے ایران سے دہلی پہنچا اور شاہ صاحب کے ہاں فروکش ہوا، علامہ فضل حق خیر آبادی کو پتہ چلا تو وہ بھی مجتہد صاحب سے ملاقات کرنے پہنچ گئے۔ خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد جو باہم گفتگو ہوئی وہ کچھ اس طرح تھی :-

مجتہد : صاحبزادے! (اس وقت علامہ کی عمر بارہ سال تھی) کیا پڑھتے ہو؟  
علامہ : شرح اشارات اور افق المبین وغیرہ کتب کا مطالعہ کیا کرتا ہوں۔  
مجتہد : (حیرت سے) کیا تم افق المبین کے فلاں مقام کی تقریر کر سکتے ہو؟  
علامہ : ہاں! اور نہ صرف اس مقام کی تقریر کر دی بلکہ اس پر چند اعتراض بھی کر دئے۔

مجتہد : جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔

علامہ : جواب کو کئی وجہ سے رد کر دیتے ہیں اور پھر افق المبین کی ایسی تقریر کرتے ہیں کہ تمام اعتراضات کا جواب بھی اس میں آجاتا ہے۔

مجتہد : تعجب سے اس نوع منطقی کو دیکھتا رہ جاتا ہے۔

علامہ : (رخصت ہوتے ہوئے) میں شاہ صاحب کے ادنیٰ تلامذہ میں سے ہوں۔

ایرانی مجتہد نے سوچا کہ جہاں نو عمر بچوں کا مبلغ علم یہ ہے وہاں شیخ مکتب کا حال کیا ہوگا اور پھر صبح سویرے ہی اپنا ساز و سامان سمیٹ کر رخصت ہو گیا۔ صبح ہوئی تو شاہ صاحب نے خادم بھیج کر مہمان کے بارے میں دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ رات ہی کو جا چکا ہے، جب صورت حال معلوم ہوئی تو علامہ کو شفقت آمیز کتاب سے فرمایا کہ تمہیں مہمان سے ایسا سلوک نہیں کرنا چاہئے تھا، وہ ہمارا مہمان تھا ہم

خود سمجھ لیتے لے

۱۲۲۵ھ/۱۸۰۹ء میں علامہ فضل حق خیرآبادی، تیرہ سال کی عمر میں تمام علوم و فنون سے فارغ ہو گئے، بعد ازاں چار ماہ اور کچھ دنوں میں قرآن پاک حفظ کیا اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت دھومن شاہ دہلوی کے دست مبارک

پر بیعت ہوئے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی علوم عقلیہ و نقلیہ میں تمام معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے۔ علم کلام، اصول فقہ اور علوم ادبیہ میں انہیں تخصص حاصل تھا، منطق و حکمت میں درجہ اجتہاد پر فائز تھے اور کوئی سمعصر ان کا ہم پلہ نہ تھا۔

سر سید لکھتے ہیں :-

” جمیع علوم و فنون میں کیتائے روزگار ہیں اور منطق و حکمت کی تو گویا انہیں کی فکرِ عالی نے بنا ڈالی ہے، علمائے عصر بل فضلائے دہر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگز و اہل کمال کے حنویہ میں بساطِ مناظرہ آداستہ کر سکیں۔ بارہ ہا دیکھا گیا کہ جو لوگ آپ کو یگانہ فن سمجھتے تھے، جب ان کی زبان سے ایک حرف سنا، دعوائے کمال کو فراموش کر کے نسبتِ شاگردی کو اپنا فخر سمجھے لے

منشی محمد جعفر تھا نیسری لکھتے ہیں :-

” مولوی فضل حق معقولی خیرآبادی جو اس زمانے میں حاکم

اعلیٰ شہر دہلی کے سرشتہ اور علم منطق کے پتلے اور افلاطون و سقراط و

۱۲۸ - ۸ ص (مکتبہ قادریہ، لاہور)

۱۲۸ ص (مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور) - ۱۲۸ ص

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بقراط کی غلطیوں کی تصحیح کرنے والے تھے" ۱۰

حکیم عبدالحی بکھنوی مورخ لکھتے ہیں :-

"احد الاساتذة المشهورين لم يكن له  
نظير في زمانه في الفنون المحسنة و العلوم  
العربية" ۱۱

علامہ فضل حق خیرآبادی (مشہور استاد تھے فنونِ حکمیہ اور علومِ عربیہ  
میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔

علامہ فضل حق خیرآبادی علومِ دینیہ کے متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و  
ادب کا نہایت گہرا ذوق رکھتے تھے، ان کے چار ہزار سے زائد اشعار، عربی ادب  
کا قیمتی سرمایہ ہیں، اگرچہ خود اردو میں طبع آزمائی نہیں فرماتے تھے تاہم بحیثیت نقاد  
کے آپ کی رائے سند کا درجہ رکھتی تھی، مرزا غالب ان کے مشوروں کو تدرک کی  
نگاہ سے دیکھتے تھے، غالب کا موجودہ اردو دیوان علامہ فضل حق خیرآبادی اور  
مرزا خانی ہی کا انتخاب ہے۔

مولانا محمد الدین فوق لکھتے ہیں :

"قصائد غزلیہ آپ کے امرا لقیس اور لبید کے قصائد پر فوقیت  
رکھتے ہیں، نظم و نثر میں آپ کو اس قدر مہارت تھی کہ بلا مبالغہ شاید  
سلف و خلف میں چند آدمی آپ کے ہم پلہ ہوتے ہوں گے" ۱۲  
پروفیسر لویف سلیم حشری لکھتے ہیں :-

۱۰ محمد جعفر تھانیسری، نشی : حیات سید احمد شہید اسوانح احمدی، مطبوعہ نغیس اکیڈمی کراچی، ص ۳۰۲

۱۱ حکیم مورخ : نزهة الخواطر (مطبوعہ جدید آباد دکن) ج ۷، ص

” ادب و حکمت کی بن بلندیوں پر مولانا فضل حق خیر آبادی پہنچے،  
غالب ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، ان کی حیثیت مولانا کے سامنے  
سامنے طفلِ مکتب سے زیادہ نہیں ہے۔“

چونکہ غالب خاکِ رابا عالمِ پاک  
..... سپر تو یہ ہے کہ جب تک فضل حق شامل نہ ہو انسان مولانا  
کے مرتبہ سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔“

خود غالب نے علامہ کی جلا وطنی اور غریب الوطنی کی شہادت پر  
جس لہجے و عزم اور عقیدت کا اظہار کیا ہے، دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔  
” فخر ایجا دو تکوین مولانا فضل حق ایسا دوست مر جائے، غالب  
نیم مردہ، نیم جاں رہ جائے۔“

موتے ہیں آرزو میں مرنے کی  
موت آتی ہے پر نہیں آتی  
اگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی  
اب کسی بات پر نہیں آتی

علومِ دینیہ سے فراغت کے بعد علامہ دہلی، جھجھر، ٹونک اور الود میں بلند  
مناصب پر فائز رہے، لکھنؤ اور رامپور میں منصبِ صدارت کو نہایت بخشی، اس  
کے باوجود فارغ اوقات میں تشنگانِ علم کو سیراب کرتے۔ آپ کے فیض یافتہ پیشوا  
علمِ آسمانِ علم و فضل پر مہر و ماہ بن کر چمکے اور ایک عالم کو فیضیاب کیا۔ آج ہندو پاک کا

۱۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر: مقدمہ شرح دیوانِ غالب، ص ۲-۱۶۱

۲۔ نادیم سیٹاپوری: غالب تمام آورم (مطبوعہ لاہور)، ص ۹۴

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

شاید ہی کوئی مدرسہ ہو گا جہاں آپ کا فیض جاری نہ ہو۔

آپ کے چند نلامذہ کے اسماء پیش کئے جلتے ہیں :-

- ۱۔ علامہ عبدالحق خیرآبادی (فرزند)
  - ۲۔ مولانا علامہ ہدایت اللہ خاں جو پوری (استاذ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی صاحب بہار شریعت)
  - ۳۔ محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی
  - ۴۔ مولانا فیض الحسن بہار پوری
  - ۵۔ مولانا ہدایت علی بریلوی
  - ۶۔ مولانا محمد عبداللہ بگرامی
  - ۷۔ مولانا عبدالعلی رامپوری (استاذ امام احمد رضا بریلوی)
  - ۸۔ نواب یوسف علی خاں رامپوری
  - ۹۔ نواب کلب علی خاں رامپوری
- علامہ فضل حق خیرآبادی نے مختلف مناصب کی مصروفیات اور درس و تدریس کے اشغال کے باوجود تصانیف کا قابل قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا۔ یہ تصانیف اپنے مصنف کے علمی تبحر، قوت استدلال، زور بیان اور کمال فصاحت و بلاغت پر شاہدِ عادل ہیں۔ انہوں نے اپنی نگارشات میں ایسی تحقیقات پیش کی ہیں جن کے مطالعہ سے اہل علم کو وجد آئے، پھر لطف یہ کہ وہ زیادہ تر اپنے ذہنِ بیخ کے نتائجِ قلم بند کرتے ہیں، بعض لوگوں کی طرح یہ نہیں کرتے کہ دوسروں کی عبارتیں نقل کر کے پیچھے اپنا نام لکھ دیں۔

علامہ اسماعیل ہاشم بنگالی فرماتے ہیں :-

الخیرآبادی : محمد فضل الحق العصری

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الخير ابادي الهندي الحنفي انجشتي الماتريدي  
ولد سنة ۱۲۱۳ هـ وتوفي سنة ۱۲۷۸ هـ ثمان وسبعين  
وما تين و الف -

من تاليفات تاريخ فتنه الهند فارسي (بل  
عربي)، الجنس العالي في شرح الجوهر العالي، حاشية  
على افق المبين لباقر داماد، حاشية على تلخيص  
الشفار لابن سينا، حاشية على شرح القاضي المبارك  
للسلم، رسالت في تحقيق الاجسام، رساله في تحقيق  
الكل الطبعي، الروض المسجود في تحقيق حقيقة  
الوجود، الهدية السعيدية في الحكمة الطبيعية له  
ان کی تصانیف یہ ہیں :-

- ۱: تاریخ فتنه الهند (فارسی) : جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے اسباب و واقعات  
پر عربی میں الثورة الهندیہ، نثر اور قصائد فتنه الهند، نظم میں، یہ دونوں کتابیں  
ترجمہ اور مبسوط مقدمہ کے ساتھ باغی ہندوستان کے نام سے مکتبہ تاورہ  
لاہور کی طرف سے چھپ چکی ہیں (شرف قادری آ)
- ۲: الجنس العالي في شرح الجوهر العالي -
- ۳: حاشية افق المبين، مصنف مير باقر داماد -
- ۴: حاشية تلخيص الشفار لابن سينا -
- ۵: حاشية قاضي مبارك شرح سلم - (سیال شریف سے چھپ چکا ہے)

۶: رسالہ فی تحقیق الاجسام۔

۷: رسالہ فی تحقیق الکلی لطبعی۔

۸: الروض المجود (مسئلہ وحدۃ الوجود پر یہ معرکہ الہیہ کتاب مع ترجمہ مکتبہ قادریہ

سے چھپ چکی ہے)

۹: الہدیہ السعیدیہ، حکمت طبعیہ میں (بلکہ حکمت طبعیہ و النبیہ دونوں پر مشتمل

ہے) شرف قادری

ان کے علاوہ یہ تصانیف ہیں :-

۱۰: تحقیق الفتویٰ فی البطل الطغویٰ، فارسی (تفصیل تعارف آئندہ صفحات میں پڑھئے

۱۱: امتناع النظر (فارسی)

حضرت علامہ، ظاہری شان و شوکت اور علمی فضیلت کے باوجود شریعتِ مطہرہ اور سنتِ مبارکہ پر عمل پیرا اور عابدِ شب زندہ دار تھے۔ مولانا عبداللہ بلگرامی فرماتے ہیں :-

” اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے طاقتور ہاتھی اور عمدہ گھوڑے انہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی اطاعت سے باز نہیں رکھ سکتے تھے، وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں بیع اور تجارت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روک سکتی، ان کا جسم بادشاہ کی صحبت میں اور دل یادِ الہی میں مصروف ہوتا تھا۔“

علامہ باقاعدگی سے ہر ہفتہ قرآنِ پاک ختم کیا کرتے تھے، رات کے وقت نوافل میں مصروف ہوتے، جب دوسرے لوگ سو رہے ہوتے تھے جس شخص کا نوافل میں یہ حال ہو اس کے قرآن کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، لہ

۱۲: عبداللہ بلگرامی، مولانا : خطبہ حاشیہ پر یہ سعیدیہ

علامہ فضل حق خیر آبادی کو اللہ تعالیٰ نے دل درد مند اور عقل بسیار عطا فرمائی تھی، وہ چشم بصیرت سے تغیر پذیر حالات میں آئندہ پیدا ہونے والے حوادث اور واقعات دیکھ لیتے تھے۔ سرزمین ہند پر انگریزوں کے مکارانہ تسلط اور مسلمانوں کی شوکت کے زوال کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس امر کو شدت سے محسوس کرتے تھے کہ انگریزوں کی طرح طرح کے حیلے بہانے سے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے دہپے ہیں۔ علامہ نے الثورة الهندیہ میں ان کی بعض سازشوں کی نشاندہی کی ہے :-

۱ :- انگریزوں نے مسلمان بچوں کو عیسائیت کی تعلیم دینے کے لئے مشوروں اور دیہاتوں میں سکول کھولنے اور اسلامی مدارس کو تباہ کرنے کی پوری سعی کی۔  
۲ :- نقد قیمت ادا کر کے تمام غلہ اور اجناس خرید لیتے تاکہ لوگ ایک ایک دانے کے لئے ان کے محتاج ہو جائیں اور کسی کو مجال سرکشی نہ رہے۔  
۳ :- بچوں کے تختے پر پابندی غائد کر دی اور عورتوں کا پردہ ختم کر دیا اور اس طرح اہل ایمان کو فتنہ میں ڈالنے اور احکام اسلام کے مٹانے کی مہم کو شش کی۔

۴ :- کارٹوس استعمال کرتے وقت مسلمان فوجیوں کو سوہ کی چربی اور ہندوؤں کو گائے کی چربی چھینے پر مجبور کیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اور ہندو فوجی مشتعل ہو گئے اور انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، ابتدا میں مرٹھ چھاؤنی سے ہوئی، بہت سے انگریزوں کو قتل کر کے تمام فوجی دہلی پہنچے اور سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار سلطان احمد شاہ ظفر کو



بادشاہ بنالیا اور استخلاص وطن کے لئے انگریزی افواج سے ٹکرائے۔

علامہ اس وقت الور میں تھے وہاں سے دہلی پہنچنے اور جہادِ آزادی میں قائدِ شان سے حصہ لیا، بادشاہ سے سابقہ روابط کی بنا پر خصوصی مشوروں میں شریک ہوتے اور اپنی صوابدید کے مطابق راہنمائی کرتے تھے علامہ کی تجویز کے مطابق مختلف والیان ریاست کو خطوط لکھے گئے۔ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیرآبادی گورگانوہ کے کلکٹر مقرر کئے گئے، بہت سے حکام براہ راست علامہ نے مقرر کئے تھے آپ کے حکم سے لال قلعہ کے دارالانشاء (سیکرٹریٹ) سے پرانے جاری ہوتے تھے آپ نے سلطنت کا دستور العمل مرتب کیا تھے اور فوجیوں اور شہریوں کو حکومتِ برطانیہ کے خلاف بھڑکانے رہے تھے بلکہ بعض اوقات شاہی فوج کی کمان بھی کی، بادشاہ نے ایک کنگ کونسل قائم کی جو تین ارکان پر مشتمل تھی، جنرل بخت خاں، مولوی سرفراز علی اور مولوی فضل حق تھے

۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی پر انگریزوں کا مکمل تسلط ہو گیا تو علامہ اہل دیوبند کو خیرآباد چھوڑ کر سیٹیا پور (لکھنؤ) پہنچ گئے جہاں ملکہ عالیہ حضرت محل انگریزی فوجوں سے نبرد آزما تھیں، یہاں بھی علامہ مجاہدین کی مجلسِ شوریٰ (پارلیمنٹ) کے خصوصی

۱۲۰-۱	باغی ہندوستان ،	۱۲۰-۱	۱۲۰-۱
۳۹-۴۰	فضل حق خیرآبادی اور سن سادون ،	۳۹-۴۰	۳۹-۴۰
۴۱	ص	۴۱	۴۱
۴۲	ص	۴۲	۴۲
۴۹	ص	۴۹	۴۹
۶۲	ص	۶۲	۶۲

رکن تھے، حضرت محل کے وزیر موخاں سے آپ کے خصوصی مراسم تھے، علامہ  
موخاں کا مشیر سمجھا جاتا تھا، مجاہدین آپ کے مدبرانہ مشوروں سے مستفید ہو رہے  
تھے تمام تر کوششوں کے باوجود مجاہدین کو ہر محاذ پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور  
جہاں کسی کا سینک سمایا، چلا گیا اور انگریز اپنا اقتدار بحال کرنے میں کامیاب ہو گئے  
انہی دنوں ملکہ برطانیہ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ علامہ اس اعلان پر اعتماد کر کے  
ہوئے خیر آباد چلے گئے، ابھی چند دن بھی نہ گزرے تھے کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا  
مقدمہ چلا اور فیصلہ یہ دیا گیا کہ ان کی تمام جائیداد ضبط اور انہیں تازلیت جزیرہ  
(کالے پانی) بھیج دیا جائے چنانچہ حضرت علامہ نے ۱۲ صفر، ۲۰ اگست ۱۲۷۸  
۱۸۶۱ء کو انڈیا میں جام شہادت نوش کیا  
مشہور فاضل عمر رضا کا لکھتے ہیں :

محمد فضل الحق العمري خيرآبادي  
الهندي الحنفي الجشتي الماتريدي حكيم، ولد  
في خيرآباد وقاوم الحكومة الانجليزية فاعتقلت  
وارسلته الى جزيرة سرنكون فتوفي بها سنة  
" محمد فضل حق عمري خيرآبادي بندي حنفي جشتي ماتريدي حكيم (فلسفي)  
خيرآباد ميں پيدا ہوئے، انگریزی حکومت سے مقابلہ کیا تو حکومت  
نے آپ کو گرفتار کر کے جزیرہ سرنگون (بلکہ انڈمان) بھیج دیا، آپ نے  
وہیں وفات پائی "

علامہ محمود احمد برکاتی، حکیم سید : فضل حق خیرآبادی اور سن سادون ، ص ۵۶۲

بلکہ ایضاً : ص ۵-۶۳

علامہ خیرآبادی : حکیم خیرآبادی اور سن سادون ، ص ۱۳۰

پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے شائع ہونے والے اردو دائرہ معارف  
اسلامیہ میں بزمی انصاری لکھتے ہیں :-

” ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف مسلح بغاوت ہوئی تو

مولوی فضل حق نے اس بغاوت میں نمایاں حصہ لیا، بغاوت کے

الزام میں ان پر مقدمہ چلا اور عمر قید کی سزا پائی۔“

سعید احمد اکبر آبادی فاضل دیوبند لکھتے ہیں :-

” اس وقت ہمارے سامنے فتوے کی جو نقل ہے اس

پر ۳۸ دلی کے علماء و مشائخ کے دستخط ہیں، مولانا فضل حق خیر آبادی

کے اس پر دستخط نہیں ہیں لیکن ان کا ایک الگ مستقل فتوے جہاد

تھا جس کا ذکر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی اسلامی تاریخوں میں تفصیل

کے ساتھ کیا گیا ہے۔

مولانا بلند پاپہ عالم دین ہونے کے ساتھ بیسارہ طور طریق

زندگی رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی ایمانی جرأت و جسارت

اور دینی حمیت و غیرت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ہر چیز سے بے نیاز

ہو کر دلی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد جہاد کے واجب ہونے

پر ایک نہایت ولولہ انگیز تقریر کی اور اس کے بعد جہاد کے ایک اور

فتوے کا اعلان ہوا جس پر صدر الصدور مفتی صدر الدین خاں آزاد،

مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبر آبادی اور

علماء کے دستخط تھے۔“

۱۔ بزمی انصاری : اردو دائرہ معارف اسلامیہ (مطبوعہ نظام یونیورسٹی) ج ۵، ص ۳۷۵

۲۔ سعید احمد اکبر آبادی : ہندوستان کی شیعہ مشیت، ج ۱، ص ۱۹۶-۲-۲۱

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یہ امر مسلم ہے کہ "الکولڈ میسر لائبریری" انگریزوں سے علامہ کی نفرت و  
عداوت اور ان کے ناپاک قدموں سے سرزمین ہند کے پاک ہونے کی آرزو کو  
اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے فرزند حبیل علامہ عبدالحق خیرآبادی  
نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب انگریز چلے جائیں تو میری قبر پر پتھر اطلاق دے دینا  
مولانا عبدالشاہد خاں شروانی لکھتے ہیں :-

"مولانا (عبدالحق خیرآبادی) نے آخر وصیت بھی فرمائی کہ جب  
ہندوستان سے جائیں تو میری قبر پر پتھر کر دی جائے چنانچہ ۱۵ اگست  
۱۹۴۷ء کو رفیق محترم مولوی سید نجم الحسن صاحب رضوی خیرآبادی نے  
مولانا کے مدفن (درگاہ مخدومیہ) پر ایک حجم غنیر کے ساتھ حاضر ہو کر میلاد  
شریف کے بعد قبر پر فاتحہ خوانی کی اور اس طرح پورے پچاس سال  
کے بعد انگریزی سلطنت کے خاتمہ کی خبر سنا کر وصیت پوری کی،

جزاہ اللہ خیر الجزاہ" لے

علامہ فضل حق خیرآبادی کے مجاہدانہ کارناموں کی تفصیلات معلوم کر  
کے لئے درج ذیل کتابیں خاص طور پر ملاحظہ کی جائیں :-

۱ : فضل حق خیرآبادی اور سن ستاون : مطبوعہ برکات اکیڈمی کراچی ۱۹۷۵ء

از حکیم سید محمود احمد برکاتی (مکتبہ قادریہ لاہور سے دستیاب ہے)

۲ : باغی ہندوستان : (مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور) تصنیف علامہ فضل حق

خیرآبادی ، ترجمہ و تقدیم عبدالشاہد خاں شروانی

۳ : امتیاز حق : (مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۹۷۹ء) از راجا غلام مح

ذیل میں مولانا عبدالشہید خاں شروانی (مؤلف باغی ہندوستان) کے مکتوب کا عکس پیش کیا جاتا ہے جو امتیازِ حق پر ان کے تاثرات کے علاوہ نہایت دقیق معلومات پر مشتمل ہے۔

ذمہ جہور اور پورٹ  
۵/۲۹ م زاویہ علمیہ محمد علی رود اعلیٰ گڑھ  
۷۸۶

مخترم المقام دام لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ  
مرسلہ کتابوں کا پیکٹ ۲۹/۲۹ م کو اور بکریٹ نامہ مورخہ ۲۹/۲۹ م کا لہجہ علم  
پیکٹ میں باغی ہندوستان اور امتیازِ حق کی دو دو جلدیں تھیں۔ آپ نے باغی ہندوستان کی  
۲ جلدوں میں خط میں لکھی ہیں۔ غالباً سہواً باغی ہندوستان کے بچاؤ امتیازِ حق کی تری جلد  
رکھی گئی۔

سہجاری ملازم شوکت علی صاحب! ایک خط عرصہ بچا آ یا تھا انہوں نے مزارِ علامہ کی  
نشاندہی کی تھی وہ خود مزار پر حاضر ہوئے ہیں۔ علامہ کے مزار کے ساتھ مولوی  
لیاقت علی صاحب کی قبر بھی ہے۔

یہ مزار سمندر کے کنارے ساؤتھ ہائٹس میں ہے جو عرف عام میں نمک جھٹ  
کہلاتا ہے۔ یہ لیبٹی Ross جزیرہ کے قریب ہے جہاں لاکر ملاد کو جاز سے  
آنا راجاتا تھا۔

اب تک میں رائٹنگ کی طرف آپ کی توجہ مبذول نہیں کرائی تھی کیونکہ ضرورت تھی  
اب ریٹائر ہونے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی۔ کیا آپ توجہ کریں گے؟  
میں نے گزشتہ سال رامپور رفا لائبریری میں علامہ کا وہ خط دیکھا ہے جس

وشی و صاحب نے اپنی مضمون میں دیا تھا۔ اس پر نہ تو علامہ کے دستخط ہیں نہ ان کا دستخط  
میں رسم خط اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ مولانا آزاد لائبریری میں خود نوشت  
نسخ موجود ہیں۔

ایسٹن کی اشاعت بڑی علمی خدمت ہے بلکہ اپنا پبلکیشن ملتان میں سب سے پہلے خود مولانا  
استاذ الخیر کے ساتھ ہی تھی۔

استیاز حق، راجہ صاحب کی تتبع و تلاش کا شاہکار ہے۔ تاریخ تناو لیان پر سٹڈ  
بطل ہی بنا کر دیا تھا۔ استیاز حق نے یہ پہلو بھی منہا کر دیا کہ وہ اگر بڑوں کے لطف  
نہیں بلکہ موافق و حامی تھے۔ ٹھہر کے دست پر لگا کر لیا تو قول تھا کہ جیوت اتنی با  
بولو کہ سچ معلوم ہو۔

بلاشبہ باغی نندوستان کا جدید پبلکیشن  
نقاشی نقش ثانی بستر کشد اول کا امداد ہے۔ جبر اکرم ال

تاخیر جو ایک لٹریچر تہوار ہے۔ سفر حج کی چار ماہ کی غیر حاضری نے  
کام بہت بڑا دیا پھر واپسی پر شدید بیماری نے ڈیڑھ ماہ سطل رکھا۔  
رفقاؤ کی خدمت میں سلام شوق۔

مہربانی ہوگی اگر دونوں کارڈوں پر ٹکٹ لگا کر پوسٹ فرمادیں۔  
دونوں حکومتوں نے ڈاک وصول اتنا بڑھا دیا ہے کہ خط لکھنے کے لئے کئی ما  
سوچنا پڑتا ہے۔ والسلام

خیر اندیش  
شاہد پندرہ لائی ۱۹/۵

## مصنفیہ تقویۃ الایمان

مولوی اسماعیل دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے،  
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء  
کو دہلی میں شاہ عبدالغنی کے گھر پیدا ہوئے۔ لہ تعلیم اپنے والد اور شاہ عبدالعزیز  
محدث دہلوی سے حاصل کی۔ صراطِ مستقیم، تقویۃ الایمان، تنویر العینین، رسالہ  
اصول فقہ، رسالہ توحید، ایضاح الحق، منصبِ امامت، رسالہ بے نمازاں اور  
رسالہ یکر و زنی وغیرہ کتابیں لکھیں۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے سید احمد بریلوی کے ہاتھ پر بیعت کی اور  
انہیں ساتھ لے کر "جہاد" کا منصوبہ بنایا، ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی،  
پنجاب پر سکھ حکومت کر رہے تھے، ان میں سے کسی ایک سے ٹکڑے لئے بغیر  
صوبہ سرحد کا رخ کیا اور سب سے پہلے یاغستان کے مسلمان حکمران یار محمد خاں  
سے "جہاد" کیا۔ لہ پھر سکھوں کے سب سے بڑے مخالف سرحد کے  
جیلے مسلمان بھٹان پانڈہ خاں سے محاذ آرائی کی، اسے اپنی بیعت پر مجبور کیا

۱۔ مرزا حیرت دہلوی : حیاتِ طیبہ (مکتبۃ السلام، لاہور، ۱۹۵۸ء) ص ۳۲  
۲۔ رحمن علی، مولانا : تذکرہ علماء ہند اردو ترجمہ (مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۴۱۲  
۳۔ عاشق الہی میرٹھی : تذکرۃ الرشید، ج ۲، ص ۲۷۰

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اور جب اس نے بیعت سے انکار کر دیا تو اس پر کفر کا فتوے لگا کر اس پر چڑھ دوڑے۔  
پابندہ خاں نے (جو تمام سرسکھوں سے جنگ کرتا رہا) مجبوری کی حالت میں سکھوں  
سے صلح کر لی اور دو بلٹن فوج لے کر مجاہدین کو شکست فاش دی اور اپنے  
علاقے سے نکال باہر کیا، چنانچہ مولوی اسمعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے  
ساتھیوں نے پختیار کا رخ کیا۔

سرحدی مسلمان سکھوں کے ساتھ جہاد کے نام پر مجاہدین کا ساتھ  
دے رہے تھے۔ مولوی اسمعیل دہلوی اور ان کے ساتھیوں کے وہ بیانیہ عقائد،  
بات بات پر کفر کے فتوے اور مجاہدین کے ساتھ مچھان خواتین کے جبری نکاح  
وغیر ذلک، وہ امور تھے جنہوں نے سرحد کے غیر متد سچانوں کو مشتعل کر دیا،  
چنانچہ پشاور میں مجاہدین کی خاصی بڑی جماعت کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ سرسید تو  
یہاں تک کہتے ہیں کہ ۱۲۳۶ھ / ۱۸۳۱ء میں انہی کے ہاتھوں بالا کوٹ میں مولوی  
اسمعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کا خاتمہ ہوا،

سرسید لکھتے ہیں :

” ۱۸۲۴ء میں وہابیوں نے پہاڑوں میں جا کر قیام کیا  
اور انہوں نے اس بات کا قصد کیا کہ سکھوں پر ہم لوگ جہاد کریں  
اور شہید ہوں لیکن چونکہ پہاڑی قومیں ان کے عقائد کے مخالف تھیں  
اس لئے وہ وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے  
کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے مگر چونکہ وہ سکھوں کے جوڑ و تم

سید مراد علی، سید ، تاریخ شاہولیاں ، (مکتبہ قادریہ لاہور) ص ۴۷ تا ۵۴

سید حیرت دہلوی، مرزا ، تاریخ شاہولیاں ، ص ۵۶

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



سے نہایت تنگ تھے اس سبب سے وہابیوں کے اس منصوبہ میں  
شریک ہو گئے کہ سکھوں پر حملہ کیا جاوے اور آخر کار وہابیوں اور  
پہاڑیوں نے متفق ہو کر سکھوں پر حملہ بھی کیا لیکن چونکہ یہ قوم مذہبی  
مخالفت میں نہایت سخت ہے اس سبب سے اس قوم نے اخیر  
میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی  
محمد اسماعیل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کیا۔

اسی لئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ  
وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید ذبیح کا  
وہ شہید لیلائے نجد تھا وہ ذبیح تیغ جبار ہے  
مولوی اسماعیل دہلوی کے "جہاد" کا مقصد متعین کرتے ہوئے مولوی  
حسین احمد مدنی لکھتے ہیں :-

"سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے  
انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو  
اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے، اس بنا پر آپ نے اپنے  
ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور صاف صاف  
انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے بدیسی لوگوں کا اقتدار  
ختم کرنا ہے، اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی؟ اس سے آپ کو  
غرض نہیں ہے، جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے ہندو یا مسلمان  
یادوؤں، وہ حکومت کریں گے" (نقش حیات ج ۲، ص ۱۳)

سید : مقالات سرسید، حصہ نہم، (مجلس ترقی ادب، لاہور) ص ۱۳۹، ۱۴۰

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس پر علامہ ارشد القادری نے یہ نوٹ لکھا :

” آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی

میں سید صاحب کے اس شکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے

قائم کی جاسکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگریس کے رضا کاروں

کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لا دینی حکومت)

قائم کرنے کے لئے اٹھا تھا۔“ (ص ۱۰۰)

اس پر عام عثمانی ایڈیٹر ماہنامہ تجلی دیوبند نے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے

لکھتے ہیں :-

” ہم کتنی ہی جانب داری سے کام لیں، زیادہ سے زیادہ یہ

کہہ سکتے ہیں کہ اس رہنما رک میں لفظ ”لغوی“ آگئی ہے لیکن معنوی اور

منطقی اعتبار سے بھی اس میں کوئی نقص ہے؟ کوئی افتراء ہے؟

کوئی زیادتی ہے؟

کوئی شک نہیں اگر استاد محترم حضرت مدنی کے ارشاد

گرامی کو درست مان لیا جائے تو حضرت اسماعیل کی شہادت محض

افسانہ بن جاتی ہے، مادی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لئے غیر ملکی

حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین

نہیں، اس نصب العین میں کافر و مومن سب یکساں ہیں،

اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا اس شہادت سے

بھلا کیا تعلق رکھے گا جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح

ہے اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجے میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا

اجرِ آخرت کا موجب کیوں ہوگا؟“ (تبصرہ بہتہ لزلہ، ص ۱۸۷)

مولوی اسماعیل دہلوی کے مزاج میں ابتداء ہی سے آزاد خیالی اور لاابالی پن

پایا جاتا تھا، تعلیم کے دوران بقول مرزا حیرت دہلوی یہ عالم تھا کہ :

” یہ آپ مطالعہ کرتے، نہ گھر میں جا کے سبق یاد کرتے تھے

تو اکثر یہ ہو جاتا تھا کہ جب آپ دوسرے دن سبق پڑھنے کیلئے

کتاب کھولتے تھے تو یہ بھول جایا کرتے تھے کہ کل سبق کہاں تک

پڑھا تھا۔“

اپنے آباء و اجداد جو علم و فضل اور تقویٰ و دیانت میں مسلم الثبوت

تھے، کے مذہب کے خلاف رفع یدین کیا کرتے تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی کے ایمار پر حضرت شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کے

ذریعے پیغام دیا کہ رفع یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ فتنہ پیدا ہوگا، مولوی

اسماعیل دہلوی نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو اس حدیث

کا کیا مطلب ہوگا کہ جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت پر عمل

کرے گا اُسے شہید کا ثواب ملے گا۔

اس پر شاہ عبدالقادر نے فرمایا :-

” بابا ہم تو سمجھتے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث

کے معنی بھی نہ سمجھا، یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ سنت کے

مقابل خلاف سنت ہو اور مانحن فیہ (جس مسئلہ کے متعلق گفتگو

ہے) میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت

ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یونہی ارسال (رفع یدین

لے حیرت دہلوی، مرزا : حیات طیبہ ، ص ۳۹

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نہ کرنا، بھی سنت ہے“ لے

اس جواب پر مولوی اسماعیل دہلوی خاموش ہو گئے مگر رفع یدین ترک نہ کیا اور جب پشت اور میں بیچان علماء نے اعتراض کیا تو رفع یدین ترک کر دیا اور شہید کے ثواب سے دستبردار ہو گئے۔

آزاد روی اور دین سے بے قیدی یہاں تک بڑھی کہ جب محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تصانیف مطالعہ سے گزریں تو دل و جان سے ان پر فریفتہ ہو گئے اور ان افکار و نظریات کو اردو میں ڈھال کر تقویۃ الایمان کے نام سے فتنہٴ عوام کے لئے پیش کر دیا، دونوں کی ہم آہنگی معلوم کرنے کے لئے سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ کی تصنیف سیف الجبار کا مطالعہ مفید رہے گا۔

قرآن و حدیث کی تعلیم کے مطابق راہِ راست وہ صحیح طریقہ ہے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور سلف صالحین چلتے رہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے پوری کوشش کی کہ امتِ مسلمہ کا تعلق سلف صالحین اور بارگاہِ رسالت سے منقطع کر دیا جائے اور جو مسلمان اس تعلق کا تحفظ کرنا چاہیں انہیں بیداری سے کافر و مشرک قرار دے دیا جائے۔

آج اگر مسلمان اس ظلم و ستم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں تو اسے ”فرقہ واریت“ قرار دیا جاتا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جو شخص اپنے اور عامۃ المسلمین کے ایمان کے تحفظ کی کوشش کرے وہ گردن زدنی قرار دیا جائے اور جو بیک جنبشِ قلم تمام امتِ مسلمہ کو کافر و مشرک قرار دے ڈالے،

لہ اثرت علی تھانوی : حکایات اولیاء (ادراج ثلاثہ) مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، ص ۱۱۹، ۱۲۱

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اللہ تعالیٰ، تمام انبیاء، ملائکہ اور اولیاء کی تنقیصِ شان کا ترکب ہو، اس پر کوئی  
قدغن نہ ہو، اس سے کوئی باز پرس کرنے والا نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے  
اندہِ نغیرت ایمانی نام کی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔

محبوبانِ الہی کی شان میں تقویۃ الامیان کی گستاخانہ عبارات پڑھنے  
سے پہلے دل پر ہاتھ رکھ کر صراطِ مستقیم کی ایک عبارت ملاحظہ کیجئے :  
" صرف بہت بسوئے شیخ و امثالِ آلِ از معظمین گو جناب  
رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورتِ گاؤ  
و خیر خود است " لہ

(ترجمہ) شیخ اور اس جیسے بزرگ حضرات کی طرف توجہ لگا دینا اگرچہ  
جناب رسالت مآب ہی ہوں، اپنے گدھے اور گائے کی صورت  
میں غرق ہونے سے بدرجہا بدتر ہے۔

معاذ اللہ! تم معاذ اللہ! کیا ایسے کلمات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ وسلم  
کی اذیت کا سبب نہ ہوں گے؟ کیا ایسے نازیبا کلمات استعمال کرنا غضبِ الہی  
کو دعوت دینے کے مترادف نہیں ہے؟ ارشادِ الہی ہے :

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ  
اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا  
مُّهِينًا۔

" بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں

اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی اور آخرت میں  
ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

لہ اسمعیل دہلوی، صراطِ مستقیم (مکتبہ سلفیہ، لاہور)، ص ۸۶

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

## خدا و محبوبانِ خدا کی شان میں خوفناک عبارت

۱ : سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے  
یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے لہ

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی ہمیشہ غیب کا  
علم نہیں ہوتا، البتہ اس کے اختیار میں ہے کہ جب چاہے دریافت کر لے،  
حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم اور دیگر صفات حقیقیہ قدیم ہیں، کبھی معدوم نہیں ہوتیں  
اس عبارت میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے علم کو حادث قرار دیا گیا  
ہے جو کھلم کھلا گمراہی ہے۔ "اللہ صاحب" کا استعمال بھی قابلِ توجہ ہے  
کیونکہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ یا اللہ جل مجدہ اعظم کہتے ہیں۔

۲ : یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، اللہ کی شان کے  
آگے چارہ سے زیادہ ذلیل ہے لہ

استغفر اللہ! ایک ہی جملے میں تمام انبیاء، اولیاء اور ملائکہ کی منہ بھر کر  
توہین کی گئی ہے کیا توحید کا یہی تقاضا ہے؟

۳ : دوسری جگہ تو اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ کہتا ہے :

"اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے

روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں" لہ

لہ اسمعیل دہلوی : تقویۃ الایمان (مرکبائل پریشنگ دہلی) ص ۲۳

لہ ایضاً : ص ۱۶

لہ ایضاً : ص ۶۳

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا، اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر محبوبانِ الہی کی بارگاہ میں اس قدر دریدہ دہنی کی جرات نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا الرَّسُوْلَ فِى الْبَغْيِ

”اللہ ہی کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول اور ایمانداروں کیلئے“

عَسَىٰ اَنْ يَّتَّعْتَكَ سَرِيۡكٌ مِّمَّنْ مَّحْسُوۡدًا

”قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں محسود پر فائز فرمائے“

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنہیں محسود پر فائز فرمائے گا وعدہ کرے اور جن کے طفیل دنیا و آخرت میں غلاموں کو بھی عزت عطا فرمائے اس ذاتِ کریم کے بارے میں خدا کی پناہ ”ذره ناچیز سے بھی کمتر“ اور ”چار سے زیادہ ذلیل“ ایسے الفاظ استعمال کرنا ایسی جسارت ہے جس کا نتیجہ ایمان کی بردباری کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔

رہیں المنافقین عبداللہ بن ابی نے ایک موقع پر کہا تھا :

لَسِيۡنُ شَرَّ جَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيۡنَةِ لِيُخْرِجَنَا

الْاَعْدُوۡ مِنْهَا الْاَذَلَّ۔

”اگر ہم لوٹ کر مدینہ کے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے

کو نکال دے گا“

تقویۃ الایمان میں اس سے بھی زیادہ شدت اختیار کی گئی ہے۔ اس نے ”اذل“ کا لفظ استعمال کیا جس کا معنی ہے بہت ذلیل، اور تقویۃ الایمان میں ”چار سے زیادہ ذلیل“ اور ”ذره ناچیز سے بھی کمتر“ کہا ہے، اس نے صرف نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بجاہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے

[Click For More Books](#)

بارے میں وہ ناپاک الفاظ کہہ تھے اور تقویۃ الایمان میں تمام انبیاء، ملائکہ، صحابہ اور اولیاء کرام کے بارے میں غلیظ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ وہ جسے وہاں بیہوش دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا وہ شہید لیسے اور نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے یہ ہے وہیں کی تقویت اس کے گھر یہ ہے مستقیم صراطِ نثر جو شفیق کے دل میں گاو سخر، تونہ باں پہ چوڑھا چا جا ہے وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود تو کسے بہتر اے تجھ کو کھائے شب بھر، ترے دل میں کس سے بخار، اے خواہ کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں، سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو، نہ ولی کو، نہ اپنا حال، نہ دوسرے کا، (ص ۳)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جانوں کے لئے رحمت ہیں وما اسئلک الا رحمة للعلیین، رب کائنات نے وعدہ فرمایا کہ اے حبیب! ہم تمہیں اتنا دیں گے کہ تم راضی ہو جاؤ گے ولسوف یعطیک ربک فترضنی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے لئے ذریعہ مسخفت ہیں انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر "بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے تمہارے اگلوں اور پھلوں کے گناہ بخشے" حدیث



شریعت میں ارشادِ ربانی ہے اناسنضیک فی امتک ولا نسورک  
”ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور تمہیں تکلیف نہیں  
گے“ قیامت کے روز جب تمام انبیاء نفسی نفسی فرما رہے ہوں گے تمام  
انسانیت کی مشکل کشائی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی فرمائیں گے جس کے  
دل میں رتی برابر ایمان ہوگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے  
عذابِ جہنم سے نجات پائے گا۔ پہلی امتوں پر عام عذاب نازل ہوتا رہا لیکن یہ  
امت اپنے آقا کی برکت سے عام عذاب سے محفوظ رہی یہاں تک کہ کافر بھی  
عذاب سے پناہ میں رہے وماکان اللہ ليعذبہم وانت فیہم  
عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی بشارت دی، اہل بدر کے جنتی ہونے کا اعلان فرمایا۔  
اس ذاتِ کریم، امام الانبیاء، محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کے بارے میں یہ کہنا کہ انہیں بھی معلوم نہ تھا کہ دنیا قبر اور آخرت میں میرے  
ساتھ کیا ہونے والا ہے، انتہائی شقاوت اور دین و ایمان سے بے بہرہ ہونے  
کی تین دلیل ہے۔

۵ : جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں لہ

کیا کوئی کھلم کھلا غیر مسلم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت  
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اس طریقہ سے لے گا اور اس بے باکی سے ان کے  
اختیارات کی یکسر نفی کی جرأت کرے گا؟

۶ : سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول  
کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا لہ

لہ اسمعیل دہلوی : تقویۃ الایمان ، ص ۷۴

ص ۶۶

لہ ایضاً

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں سے

سورج اٹھے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک  
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

۷ : جیسا ہر قوم کا چودہری اور گاؤں کا زمیندار، سوان معنوں پر ہر پیغمبر  
اپنی امت کا سردار ہے لے

۸ : کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف  
ہو سو ہی کرو سوان میں بھی اختصار ہی کرو لے

۹ : اولیاء و انبیاء و امام زادہ، پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے  
ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور بیمار سے بھائی مگر انکو  
اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوتے، ہم کو ان کی فرمانبرداری  
کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں لے

گویا ان لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اتنی ہی ہے  
کہ اگر انبیاء و اولیاء کی تعریف و تعظیم عام انسانوں، گاؤں کے چودہری اور بڑے  
بھائی سے زیادہ کر دی تو خدا کی خدائی خطرے میں پڑ جائے گی۔

جب تقویۃ الایمان کی تصریح کے مطابق تمام انسان بھائی بھائی ہیں اور  
جسے اللہ تعالیٰ نے کوئی بڑائی عطا کی وہ بڑا بھائی اور دوسرا چھوٹا بھائی ہوا تو یہ بھی  
کہہ دینا چاہئے تھا کہ فرعون، ہامان اور ابوہبل سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز

لے اسمعیل دہلوی، تقویۃ الایمان، ص ۷۲

لے ایضاً : ص ۷۱، ۷۲

لے ایضاً : ص ۹۸

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اور ہمارے بھائی مگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے بڑائی دی، وہ چھوٹے بھائی ہوئے اور ہم ان کے بڑے، ظاہر ہے اس طرح کہنے سے اپنی انا کو ٹھیس پہنچی تھی جو کسی صورت گوارا نہیں، رسالت کی عظمت و تقدس مجروح ہوتی ہے تو ہوتی رہے۔

۱۰ : حضرت قیس بن سعد مقام حیرہ تشریف لے گئے، وہاں دیکھا کہ وہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے تھے، انہوں نے واپس آکر بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ حضور آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا اسے سجدہ کرو گے، عرض کیا نہیں، فرمایا پھر مجھے بھی سجدہ نہ کرو۔

یہ حدیث نقل کر کے اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا :-

” یعنی میں بھی ایک دن سر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب

سجدہ کے لائق ہوں “ ۱۱

حالانکہ حدیث شریف کے کسی جملہ کا یہ معنی نہیں اور نہ ہی حدیث سے یہ مطلب سمجھا آتا ہے، جو شخص قصدًا غلط بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے، اس کے لئے صاف وعید ہے فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَ الْعَادِلِينَ مِنَ النَّاسِ ۱۲ (وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے)۔

حدیث شریف میں ہے :

إِنَّ اللَّهَ حَدَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ

أَجْسَادَ الْإِنْسِيَاءِ ۱۳

۱۱ : تفسیر الامیان ، ص ۶۹

۱۲ : سلیمان بن الأشعث، ابوداؤد، امام : سنن ابوداؤد (کراچی) ج ۲ ، ص ۱۵۸

۱۳ : جلاء الافہام (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۶۳

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

”بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمایا کہ انبیاء کے اجساد

مبارکہ کو کھائے“

پھر کس قدر جرأت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہا جائے کہ ”میں بھی ایک دن مکر مٹی میں ملنے والا ہوں“ اور ستم یہ کہ اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان قرار دیا جائے۔

تقویۃ الایمان میں متعدد مقامات پر وہ آیات، انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کی گئی ہیں جو بتوں کے بارے میں وارد تھیں، اسی لئے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ فرماتے ہیں :

”الحاصل ما بین اصنام و ارواح کمل فرقیست بین و امتیاز نیست

باہر، پس آیات واردہ فی حق الاصنام را بر انبیاء و اولیاء صلوات اللہ

وسلامہ علیہم جمعین حمل نمودن کما فی تقویۃ الایمان تخریفی

است قبیح و تخریب ہے است شنیع“

الحاصل بتوں اور کاملین کی ارواح میں فرق ظاہر و باہر ہے لہذا

بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کرنا

جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے قبیح تخریف اور بدترین تخریف ہے۔

مذکورہ بالا عبارات میں تاویل و توجیہ سے بات بنانے کی کوئی

گنجائش نہیں ہے، خود مولوی اسماعیل دہلوی نے کہا ہے :

”یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے

اور اس سے کچھ اور معنی مراد لے کہ معما اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں“

۱۷ مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت پیر سید : اعلیٰ کلمۃ اللہ، ص ۱۷۱

۱۷ اسماعیل دہلوی : تقویۃ الایمان، ص ۶۴

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مولوی حسین احمد مدنی نے لکھا ہے :

” حضرت مولانا گنگوہی ----- فرماتے ہیں کہ جو الفاظ

موسم تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں، اگرچہ کہنے والے نے

نیتِ حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے“

غرض یہ کہ جسے اپنا دین و ایمان عزیز ہوا سے ان لوگوں سے دور

اور الگ رہنا چاہیے، سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقتدر بزرگ حضرت شاہ احمد

نقشبندی مجددی قدس سرہ کا ارشاد ملاحظہ ہو، بیان کرنے والے ہیں ان کے

فرزند گرامی حضرت شاہ محمد منظر نقشبندی مجددی مہاجر مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں:-

ولم یذکرا حدا بالسور الا الفرقة الضالة

الوهابیة لتحدیرو الناس من قباحتا فعالهم

واقوالهم لہ

پھر اسی صفحہ پر حاشیہ میں لکھتے ہیں :-

وكان قدس سرہ يقول ادنی ضرر صحبتهم

ان محبة النبي صلى الله عليه وسلم التي هي

من اعظم اسرار كان الايمان تنقص ساعة فساعة

حتى لا يبقى منها غير الاسم والاسم فكيف

يكون اعلاہ فالحذر الحذر عن صحبتهم

ثم الحذر الحذر عن رؤيتهم اذ فاحفظه (منہ)

۱۷ حسین احمد مدنی : الشہاب الثاقب ، ص ۵۷

۱۸ محمد منظر مہاجر مدنی، حضرت مولانا شاہ : المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ ( مطبوعہ قرآن ۱۸۹۶ء ) ص ۱۷۶

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کسی کی برائی نہیں کرتے تھے سوائے وہابیہ کے گمراہ فرقہ کے، تاکہ لوگوں کو ان کے افعال و اقوال کی قباحت سے ڈرائیں، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ وہابیوں کی صحبت کا معمولی نقصان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت جو ایمان کے بڑے ارکان میں سے ہے، لحظہ بہ لحظہ کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ نام و نشان کے علاوہ کچھ بھی نہیں رہ جاتا، جب معمولی ضرر کا یہ حال ہے تو بڑے نقصان کا کیا عالم ہوگا؟ لہذا ان کی صحبت سے بچو، ضرور بچو بلکہ ان کی صورت تک دیکھنے سے ضرور بالضرور اجتناب کرو۔

---

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

# امت مسلمہ تقویۃ الایمانی شکیات اور تکیہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے زمانہ تک  
منحدہ پاک و ہند میں دو ہی گروہ تھے، اہل سنت اور اہل تشیع، لیکن اسمعیل دہلوی  
نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بے دھڑک امت مسلمہ  
کو کافر و مشرک قرار دیا اور وہاں بیت کا ایسا فتنہ چھوڑا جو آج تک تفریق و انتشار  
کا سبب بن رہا ہے۔

مولوی اسمعیل دہلوی کے عام سوانح نگار یہ ماننے سے گریزاں دکھائی دیتے  
ہیں کہ انہوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی پیروی کی ہے لیکن نواب وحید الزمان  
(غیر مقلد) بڑی صفائی سے اس کا اعتراف کر گئے ہیں، ہدیۃ المہمدی میں  
لکھتے ہیں :-

” ہمارے بعض متاخرین بھائیوں نے مشرک کے بارے  
میں بہت شدت اختیار کی ہے اور اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا  
ہے اور مکروہ یا حرام امور کو مشرک قرار دے دیا ہے۔“ (ترجمہ غبار)  
پھر اس کے حاشیہ میں بنایا کہ وہ کون لوگ ہیں :-

لاشیخ عبدالوہاب ہیں جنہوں نے ان امور کو مشرک قرار دیا  
جیسا کہ اہل مکہ کی طرف ارسال کردہ اس کے بیٹے محمد اور پوتے عبداللہ  
کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے اور مولانا اسمعیل شہید نے تقویۃ الایمان

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

میں اکثر امور میں اس کی پیروی کی ہے۔“ لہ  
تقویۃ الایمانی شرک و کفر کے چند نمونے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور تلاش  
کرہیں کہ دنیا میں کون سا خوش نصیب ہے جو ان کی زد میں نہیں آتا۔

● ”اول سنا چاہئے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل  
توحید نایاب لیکن اکثر لوگ شرک و توحید کے معنی نہیں سمجھتے اور ایمان  
کا دعوے رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں۔“ (ص ۵)  
یعنی جب تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھی گئی، اکثر لوگ (مسلمان) مشرک تھے  
اور توحید نایاب تھی، اب ذرا اس شرک کی تفصیل بھی دیکھئے :-

● ”مشکل کے وقت پیروں، پیغمبروں، اماموں، شہیدوں اور  
فرشتوں کو پکارنا شرک، ان سے مرادیں مانگنا شرک، ان کی منتیں  
ماننا شرک، حاجت برآری کے لئے ان کی تذر و نیاز شرک، بلا کے  
ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کی نسبت ان کی طرف کرنا شرک،  
عبدالنبی، علی بخش، حسین بخش، پیر بخش، غلام محی الدین، غلام محمد بن  
نام رکھنا شرک“ (ملخصاً) (ص ۵)

صاحب تقویۃ الایمان کو مسلمانوں کی یہ وضاحت بھی مطمئن نہیں کرتی  
کہ ہم ان حضرات کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں سمجھتے، ہم انہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ  
اور مخلوق سمجھتے ہیں، یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں، ان کے  
ملنے سے خدا ملتا ہے، اس قسم کی وضاحت کو یہ کہہ کر کہ ”اسی طرح کی خرافاتیں  
بکتے ہیں“ (ص ۶) رد کر دیتا ہے۔



ارشاد الہی وَ یَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ  
وَلَا یَنْفَعُهُمْ الّٰیۃ نَقْل کر کے کہتا ہے :-

” یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی شرک

ہوتا ہے“ (ص ۷)

حالانکہ یہ آیت صراحتاً ان لوگوں (مشرکوں اور کافروں) کے بارے میں ہے جو اللہ  
تعالیٰ کے ماسوا کسی کی عبادت کرتے ہیں اور دنیا کا کوئی مسلمان کسی مخلوق کی عبادت  
(پوجا) نہیں کرتا، صاف پتا چلتا ہے کہ دہلوی نے تمام مسلمانوں ہی کو پہلے کافر اور  
مشرک قرار دے رکھا ہے، پھر جتنی آیات کافروں کے بارے میں وارد ہیں، مسلمانوں  
پر چسپاں کر دی ہیں ورنہ قرآن کریم کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ مقبولانِ بارگاہِ  
الہی کو سفارشی ماننے والا کافر ہے۔

” جو کوئی کسی سے یہ معاملہ (پکارنا، منت ماننا، نذر و نیاز کرنا،

وکیل اور سفارشی ماننا) کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے،

سوالِ جہل اور وہ شرک میں برابر ہے“ (ص ۸)

” پھر خواہ پول سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ

کے دینے سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا

ہے“ (ص ۱۰)

یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم و قدرت ماننا بھی شرک ہے، اب خود ہی سوچئے کہ  
اَسْتِیْنَاکَ مِنْ لَدُنَّا عَلِمًا اور وَعَلِمَتَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ  
وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا، بزرگانِ دین کا غلاف پکڑ کر دعا مانگنا  
شرک اور گرد و روشنی کرنا شرک، مجاورین کو خدمت کرنا مثلاً جھاڑو دینا شرک، روشنی  
کرنا شرک، فرش بچھانا شرک، پانی پلانا شرک، وضو غسل کا لوگوں کے لئے سامان

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

درست کرنا شرک (ص ۱۱)

• ” پھر خواہ لوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا لوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔“ (ص ۱۲)

• ” یہ کہنا کہ اللہ و رسول چاہے گا تو میں آؤں گا، شرک، کسی کو دانا کہنا شرک، کسی کو شہنشاہ کہنا شرک“ (ص ۱۲)۔

تقویۃ الایمان کے مطابق ”موجود بن جلیے پھر چاہے فرعون ہا مان بلکہ شیطان جتنے گناہ بھی کر لیجئے، سب معاف بلکہ گناہوں کے مطابق رحمت ملے گی چلو چھٹی ہوئی :-

• ” اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کئے ہیں کہ فرعون بھی

اس دنیا میں تھا اور ہا مان بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اسی میں ہے

پھر لوں سمجھے کہ جتنے گناہ ان گنہگاروں سے ہوئے ہیں سو ایک

آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے

گناہ ہیں اللہ صاحب اتنی ہی اس پر بخشش کرے گا“ (ص ۲۲)

• ” یہ جو بعض لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور

اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی

قدرت سے ہماری حاجت روا کرے۔۔۔۔۔ یہ بات غلط ہے

اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن

پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے۔“ (ص ۲۴)

گو یا دور سے پکارنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور یہ اسی وقت ہوگا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جب اللہ تعالیٰ کو دور مانا جائے گا، مقبولانِ بارگاہِ الہی کو دور سے پکارا تو شرک  
لازم آئے گا، معاذ اللہ!

حسنِ حسین میں حدیث ہے :-

وَاِنْ اَسْرَا دَعَوْنَا فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعْيُنُوْنِيْ  
يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعْيُنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعْيُنُوْنِيْ -

” اگر مدد طلب کرے تو کہے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو،

اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔“

نواب قطب الدین ظفر جلیل شرح حسن حسین میں لکھتے ہیں :-

” میرک شاہ نے بعض علماءِ ثقات سے نقل کیا ہے کہ یہ

حدیث حسن ہے اور محتاج ہیں طرف اس کے تمام مسافر اور مشائخ

سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرب ہے اس مقدمہ میں۔“

تقویۃ الایمان کے مطابق اس حدیث پر نہ صرف پکارنے کے اعتبار سے

بلکہ مانگنے کے اعتبار سے بھی شرک کا حکم عائد ہوگا، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

” سواب بھی جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا

وکیل سمجھ کر اس کو مانے سواب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ

اللہ کی برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے۔“

(ص ۳۲)

مشرک گری کا شوق کس قدر شدید ہے کہ جو شخص کسی مخلوق کے لئے

جہان میں تصرف ثابت کرے یا کسی کو اپنا وکیل مانے اس پر شرک کا فتوے جاری

نواب قطب الدین، نواب : ظفر جلیل، مطبع عبدالغفور شاہ جہان آبادی، ص ۲۰۲ (بحوالہ اطیب البیان)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کر دیا جائے گا اگرچہ وہ اس مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہ جانے، اللہ تعالیٰ فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے: **فَالْمُؤَدَّبَاتِ أَمْثَرًا** "قسم ہے ان فرشتوں کی جو امورِ عالم کا انتظام کرنے والے ہیں" قرآن پاک کے مطابق بنی اسرائیل عرض کرتے ہیں: **يٰمُوسٰى اذْعُرْ لَنَا سَبِيْلَكَ** "اے موسیٰ! (علیہ السلام) اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کیجئے"

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق انبیاءِ کرام کی خدمت میں حاضر ہوگی اور سرورِ عالم محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ بارگاہِ الہی میں ہماری شفاعت کیجئے اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیے جس میں ہم مبتلا ہیں، یہ وکالت نہیں تو اور کیا ہے؟ **تَقْوِيَةُ الْاِيْمَانِ** کے مطابق تو قرآن و حدیث پر بھی شرک کا الزام آئے گا اور جب قرآن و حدیث ہی اس الزام سے بری نہ ہوتے تو اور کسی کے لئے کہاں گنجائش ہوگی؟

صفحہ ۳۵ سے ۷۳ تک شفاعت کا کھلم کھلا انکار کیا ہے جس کی تفصیل آپ تحقیق الفتوٰے میں ملاحظہ فرمائیں گے۔  
ملف صالحین سے برگشتہ کرنے کے لئے لکھا ہے :-

"کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہی باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے" (ص ۱۲۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا سَبِيْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبِيْلَهُمْ سَوِيٌّ مَّا كَانُوْا

” اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو“

اب سوال یہ ہے کہ اہل علم کے قول پر اعتماد کیا جائے گا یا نہیں؟ اگر اعتماد نہیں تو پوچھنے کا کیا فائدہ؟ کیا معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عبث کا حکم دیتا ہے؟ اور اگر ان کے قول پر اعتماد کیا جائے تو تقویۃ الایمان کے مطابق شرک کھڑے گا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل ہو تو کیونکر؟ یہ بات پیش نظر رہے کہ کوئی ایماندار عالم کتاب و سنت کے مقابل قول کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا وہ وہی حکم نیا کرے گا جو خدا و رسول کا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں ہمیں دعائے مانگنے کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ اے اللہ! ہمیں راہِ راست کی ہدایت عطا فرما، چونکہ ہر گمراہ اور غلط کار یہ کہتا ہے کہ جس راہ پر میں چل رہا ہوں وہی راہِ راست ہے، اس لئے صراطِ مستقیم کی نشانی یہ بیان فرمادی صراط الذین انعمت علیہم یعنی جو شخص انعام یافتہ حضرات (انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین) کی راہ اختیار کرے گا وہ راہِ راست پر ہے اور جو ان کی راہ سے برگشتہ ہو غلط کار اور گمراہ ہے، مگر مولوی اسماعیل کو اصرار ہے کہ کسی کی راہ درست کو ماننا اور انہی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا شرک ہے۔

ع۔ بہیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا  
معاملہ سلف صالحین تک ہی نہیں رہ جاتا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو واجب الاطاعت ماننا بھی شرک قرار دیا ہے :

” یا خود پیغمبری کو لوں سمجھے کہ شرع انہیں کا حکم ہے، ان کا جو

حی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات انہی امت

پر لازم ہو جاتی تھی، سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے بلکہ اصل

حاکم اللہ ہے اور پیغمبر خبر دینے والا ہے۔“ (ص ۴۷)

ارشادِ ربانی ہے **أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ** اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر رسول کے حکم کی اطاعت لازم نہیں ہے تو **وَاطِيعُوا الرَّسُولَ** کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟

حضرت اقرع بن حابس نے پوچھا کیا حج ہر سال فرض ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا، جب انہوں نے دوسری اور تیسری بار یہی سوال کیا تو فرمایا **لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ** اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا۔ مولوی اسماعیل دہلوی کا تکرر دیکھئے کہ جو شخص یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے فرمان سے کوئی بات واجب ہو جاتی ہے تو دہلوی کے نزدیک شرک واجب ہو جاتا ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اشیاء جن کے بارے میں نص وارد نہیں ہوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا حکم فرمادیں تو واجب اور اگر منع فرمادیں تو ممنوع، **مَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا**۔

علامہ شرف الدین بوسیری قدس سرہ فرماتے ہیں  
**نَبِيُّنَا الْأَمِيرُ النَّاهِي فَلَا أَحَدٌ  
أَبَى فِي قَوْلِ لَامِينَهُ وَلَا نَعَمَ**

”ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم دینے والے، منع فرمانیوالے ہیں، کوئی شخص نعم اور لا (ہاں اور نہیں) کہنے میں آپ سے سچا نہیں ہو سکتا“

امت مسلمہ کو جس بے دردی سے مشرک قرار دیا ہے وہ بڑا ہی خوفناک اندازہ ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک دیوانہ یا سویا ہوا آدمی جو وہابی تباہی منہ میں آتا ہے کہے جاتا ہے، ملاحظہ ہو:-

” اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے مٹھان پر جانا اور دور سے

قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھانے اور منتیں پوری کرنی اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، درخت کا شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھانس نہ اکھاڑنا اور اسی قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھنی، یہ سب شرک کی باتیں ہیں، ان سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہئے، کسی مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیجئے“ (ص ۲۵)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کی قبر بھی ہے جہاں دور سے قصد کر کے جانا چاہئے اور اس کا طواف کرنا چاہئے کیونکہ بقول تقویۃ الایمان یہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہئے۔

ان امور پر تفصیلاً گفتگو تو صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کی تصنیف لطیف اطیب البیان میں کی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، خبردار! تم قبروں کی زیارت کیا کرو کہ یہ زیارت آخرت کی یاد دلاتی ہے اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے“

لیکن تقویۃ الایمان کے مطابق قبر پر جانا شرک ہے، خاص طور پر روضہ مبارکہ کی زیارت کے بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے مَنْ حَبَسَ حَبْرًا وَ لَمْ يَذُرْ فِيهَا فَفَقَدْ جَفَانِي جَسْنٌ نَعَسَ فِيهِ حُجْرًا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا، تقویۃ الایمان کی رو سے دور سے قصد کر کے جانا شرک ہے۔

طوافِ قبر کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد ملاحظہ ہو :-  
” بعدہ ہفت کرت طواف کند، دران تکبیر بخواند و آغاز از راست  
بکند بعدہ طرف پایاں رخسارہ ہند و بیاید نزدیکِ روزے میت  
بہ نشیند بگوید یارب، بست و یک بار“

(الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ)

تقویۃ الایمانی دین کے مطابق حضرت شاہ صاحب مشرک ٹھہرے  
کہ وہ طوافِ قبر کا حکم دے رہے ہیں کہ دائیں جانب سے شروع کرے،  
سات چکر لگائے، ان میں تکبیر کہے، میت کے پاؤں کی طرف رخسارہ رکھے  
پھر میت کے چہرے کے سامنے آکر ۲۱ مرتبہ یارب کہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :-

إِنِّي أَحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتِي الْمَدِينَةِ  
أَنْ يُقَطَعَ عِضَاهُهَا أَوْ يُقْتَلَ صَبِيُّهَا۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۲۹)۔

” میں مدینہ طیبہ کے دونوں سنگستانوں کے درمیانی حصہ

کو حرام کرتا ہوں، اس کے درختوں کا کاٹنا اور اس کا شکار کرنا“

اسی کو تقویۃ الایمان میں شرک قرار دیا گیا ہے۔

تذکیر الاخوان، تقویۃ الایمان کا دوسرا حصہ عربی میں تھا، مولوی اسماعیل

دہلوی کا ارادہ تھا کہ اس کا اردو ترجمہ کیا جائے لیکن مہلت نہ ملی، اس کے مرید

محمد سلطان نے اردو ترجمہ کیا، اس میں جن امور کو بدعت اور گمراہی قرار دیا ہے

ان کی فہرست طویل ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں :-

” پھران میں کوئی قادری، کوئی سہروردی، کوئی نقشبندی، کوئی چشتی



بنے، حکم یہی ہے کہ سب مل کر قرآن و حدیث پر عمل کرو اور سنت  
کے طریقے کے موافق مسلمان رہو اور یہود و نصاریٰ کی طرح کئی  
فرقے منت ہو جاؤ۔“ (ص ۷۹)

یعنی حشیتی، نقشبندی، تادری اور سروردی بنا، یہود و نصاریٰ  
کی تفرقہ بازی کی طرح ہے۔

نئے نئے فرقوں اور بدعتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا :-

” ایک فرقے نے گوشہ نشینی اور ترک امر بالمعروف و نہی عن  
المنکر اختیار کر کے شغل بربذخ (تصویر کشی)، اور نماز معکوس اور ختم  
اور توشے اور طرح طرح کے درود و وظیفہ اور فالنامے اور گنڈے

تعوینا اور آتارے اور حاضرانہیں اور عرس اور قبروں پر مراقبہ اور  
باجہ رگ سننا اور حال لانا ایجاد کیا اور مشائخ اور پیر کہلاتے، پھر

کسی نے آپ کو حشیتی مقرر کیا اور کسی نے قادری اور کسی نے نقشبندی  
کسی نے سروردی، کسی نے رفاعی ٹھہرایا۔“ (ص ۸۱)

تقویۃ الایمان کے مطابق تمام سلاسل کے مشائخ اور مریدین بدعتی ٹھہرے۔

” شادی میں سہرا باندھنا، عید میں بغلگیر ہو کر بلنا، شیرات میں

روشنی کرنا، تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی مردوں کی کرنا، نشان قدم

رسول وغیرہ کی تعظیمیں کرنا، یہ سب ہندوؤں کی اور اپنے عالموں اور

مولویوں اور درویشوں کی نکالی ہوئی ایجادی بات کو خدا اور رسول

کے فرمودے کے برابر سمجھنا اور اس کی تحقیق نہ کرنا۔“ (مخلصاً ص ۸۲)

لڑکا پیدا ہونے پر چھٹی کرنا، بسم اللہ کے واسطے چار برس اور

چار مہینے کی قید کرنا اور بسم اللہ کی شادی کی محفل کرنا، ربیع الاول میں لودی

[Click For More Books](#)

محفل ترتیب دینا اور جب وہاں ذکر حضرت کے پیدا ہونے کا آوے  
کھڑے ہو جانا، ربیع الثانی کو گیارہویں کرنا، شعبان میں حلوا پکانا، شوال  
میں عید کے روز سوتیاں پکانا اور بعد نماز عیدین بغلیگر ہو کر ملنا یا مٹھا  
کرنا اور ذیقعدہ کے مہینے میں نکاح کرنا، کفنی پر کلمہ وغیرہ لکھنا اور  
قبر میں قل کے ڈھیلے رکھنا اور شجرہ رکھنا اور تیجہ دسواں چالیسواں  
اور چھ ماہی اور برسی عرس مردوں کے کرنا اور اسقاط مروجہ کرنا،  
حافظوں کو قبروں پر بٹھلانا، قبروں پر چادریں ڈالنا، مقبرے  
بنانا، قبروں پر تاریخ لکھنا، وہاں چراغ جلانا اور ورد ناد علی اور  
ختم بزرگوں کے نام کے اور مقلد کے حق میں تفسید ہی کافی جاننا

(ص ۸۶ تا ۸۸)

(مختصاً)

غرض یہ کہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عامۃ المسلمین کو  
مشرک اور بدعتی قرار دے کر ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی گئی ہے اور مشرک  
کا جنوں اس حد تک پہنچا کہ جو نظر کے سامنے آیا اسے مشرک قرار دے دیا،  
یہ بھی مشرک وہ بھی مشرک، تم بھی مشرک اور میں بھی مشرک، تقویۃ الایمان  
کے مطابق مولوی اسمعیل دہلوی سمیت دنیا کے تمام افراد مشرک ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کے حوالے سے دہلوی صاحب نے ایک حدیث  
نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھونگا  
جو ہر اس شخص کو قبض کر لے گی جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہوگا، وہی  
لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کچھ خیر نہ ہوگی تو وہ اپنے آباؤ کے دین کی طرف  
لوٹ جائیں گے۔

اس کے بعد مولوی اسمعیل دہلوی نے بے فائدہ ایک فائدہ کا اضافہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کرتے ہوئے لکھا :-

” اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم مشرک بھی رائج ہوگا  
سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا“ (ص ۵۰)

لیجئے وہ ہوا (دہلوی کی قسمت کے لئے) چل چکی اور دنیا میں کوئی ایسا  
شخص باقی نہیں رہا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو، تو خود دہلوی  
اہمعیل دہلوی کا کیا حال ہوگا؟

حضرت علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفا شریف میں فرماتے ہیں :-  
نَقَطَعُ بِتَكْفِيرِ كُلِّ قَائِلٍ قَوْلًا يَتَوَصَّلُ  
بِهَا إِلَى تَضَلِيلِ الْأُمَّةِ -

” جو کوئی ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے  
کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے۔“

چونکہ تقویۃ الایمان میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بدعتی قرار دیا گیا تھا  
اس لئے علماء اہل سنت نے سختی سے اس کا نوٹس لیا یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز  
حدیث دہلوی نے بھی اس سے برارت اور بیزاری کا اظہار فرمایا۔ مولانا محمد مخصوص اللہ،  
مولانا محمد موسیٰ، حضرت شاہ احمد سعید مجددی، مفتی صدر الدین آزاد، شاہ  
فضل حق خیر آبادی، شاہ عبدالحمید بدایونی اور شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ  
یہیے اکابر معاصرین نے تقریر و تحریر کے ذریعے ردِ بلیغ کیا۔ کچھ لوگوں نے ان نظریات  
کو اپنا کر حمایت کا راستہ اختیار کیا، پھر فرقہ فتنہ میں وہ معرکہ آرائی ہوئی کہ پورا ہند  
میدانِ کارزار دکھائی دینے لگا۔

آج غیر مقلدین، دیوبندی، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت تقویۃ الایمانی عقائد و نظریات پر کار بند ہیں اور اسی رشتے کی بنا پر پنجابیوں کی تمام ترمالی، عملی اور اخلاقی امداد ان جماعتوں کو حاصل ہے، صرف اہل سنت و جماعت (جن کا پاک و ہند میں امتیازی نشان بریلوی ہے) سلف صالحین کے مسلک پر عمل پیرا ہیں اور ان عقائد کے حامل ہیں جو تقویۃ الایمان سے پہلے تمام مسلمانان عالم کے عقائد تھے اور آج بھی مسلمانوں کی اکثریت انہی عقائد پر ہے، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی نجات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت اور اتباع میں مضمر مانتے ہیں، فریقین کے درمیان اصولی (اعتقادی) اختلافات کی خلیج اتنی وسیع ہے جسے پائنا نہایت مشکل ہے، پہلا فریق تقویۃ الایمانی معتقدات سے دستبردار ہونے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوگا اور دوسرا فریق انبیاء و اولیاء کی محبت و عقیدت اور سلف صالحین کی روش سے منحرف ہونا گوارا نہیں کرے گا اور یہ سب کچھ مولود امعیل دہلوی کا کیا دھرا ہے جس نے دیدہ دانستہ اختلاف و انتشار کی تخم بیری کی اور جواز یہ پیش کیا کہ خود کٹہر بھڑک کر ٹھیک ہو جائیں گے، چنانچہ ایک مقام پر اعتراف کرتے ہوئے لکھا :-

” میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے، ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔۔۔۔۔

مگر توقع ہے کہ کٹہر بھڑک کر خود ٹھیک ہو جائیں گے“ لہ

۱۰۳ - ۲ ص (دارالاشاعت، کراچی) حکایات اولیاء

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کیا کوئی ذی ہوش یہ فارمولہ تسلیم کر لے گا کہ چونکہ لڑائی بھڑائی کے بعد خود مصالحت ہو جائے گی اس لئے افتراق کا بیج بو دینا چاہئے، یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی شخص کو اس توقع پر زہر دے دیا جائے کہ خود الٹ پلٹ ہونے کے بعد صحیح ہو جائے گا، کاش کہ مولوی اسماعیل دہلوی یہ کتاب لکھ کر شیرازہ امت کو بکھیرنے کا سبب نہ بنتا۔

مجاہد اسلام مولانا حسین علمی بن سعید مدظلہ کو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی برکتوں اور سعادتوں سے مالا مال فرمائے کہ انہوں نے مکتبہ الشیخ، استنبول، ترکی سے اہل سنت و جماعت کی حمایت اور وہابیت کے رد میں بے اندازہ لٹریچر شائع کر کے بین الاقوامی سطح پر مہفت تقسیم کیا ہے، ان کی کوششیں پیران گرائی مشائخ عظام اور علماء دین کے لئے بہترین مثال کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہم سب عزت و عافیت مسکب اہل سنت کی بقا سے وابستہ ہے اس لئے مسکب اہل سنت و جماعت کا تحفظ اور اس کی اشاعت کا فریضہ ہم سب پر عائد ہوتا ہے۔

## تحقیق الفتوے فی ابطال الطغویٰ

مولوی اسماعیل دہلوی نے ۱۵ محرم ۱۲۴۰ھ کو تقویۃ الایمان لکھی، کسی شخص نے اس کی ایک عبارت نقل کر کے اسے ہفتہ فضل حق خیر آبادی کی خدمت میں پیش کی جس میں شفاعت کا انکار کیا گیا تھا۔ علامہ نے ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء میں تحقیق الفتوے فی ابطال الطغویٰ (سرکشی کے ابطال میں فتوے کی تحقیق) لکھی اور جواب کا حق ادا کر دیا۔

تقویۃ الایمان (مطبوعہ مرکنٹائل پرنٹنگ دہلی) کے ص ۳۵ سے ۳۸ تک مسئلہ شفاعت پر گفتگو کی گئی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

شفاعت کی تین قسمیں ہیں :-

(۱) شفاعت وجاہت، مثلاً بادشاہ کے پاس کسی مقتدر وزیر نے ایک مجرم کی سفارش کی، بادشاہ اس خطرے کے پیش نظر اس کی سفارش مان لیتا ہے کہ زمانے کی صورت میں وزیر ناراض ہو جائے گا اور نظام مملکت میں خلل پڑ جائے گا۔ اس اعتبار سے بارگاہ الہی میں شفاعت نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی بھی بزرگ شخصیت کو بارگاہ الہی میں یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔

” اس شہنشاہ کی تویہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبریل اور محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کو روک کر ڈالے۔“ (ص ۳۵)

Click For More Books

۲ : شفاعت بالمحبۃ : مثلاً بادشاہ کا محبوب سفارش کرے اور بادشاہ اس کی

سفارش اس لئے قبول کر لے کہ کہیں محبوب رُوٹھ نہ جائے اور اس کے رُوٹھنے سے مجھے رنج لاحق نہ ہو۔ یہ شفاعت بھی بارگاہِ الہی میں نہیں ہو سکتی۔

۳ : شفاعت بالاذن : مثلاً چور گرفتار ہو کر بادشاہ کے سامنے پیش ہو تب ہی

وہ سمیٹہ کا چور نہیں ہے، اپنے کئے پر تادم ہے اور کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں لیتا، بادشاہ اسے معاف کرنا چاہتا ہے لیکن آئین بادشاہت کا

خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کر سکتا، کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے

کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔

سوالہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے، سو اس کے معنی یہی ہیں (مخصوصاً)

چونکہ قرآن و حدیث سے انبیار و اولیاء کی شفاعت ثابت ہے اس لئے پہلی دو قسموں کا کھلم کھلا انکار کیا اور تیسری قسم کے انکار میں حیدر بہانہ سے

کام لیا کیونکہ تقویۃ الایمان کے مطابق تیسری قسم میں محض بظاہر شفاعت ہے، درحقیقت اللہ تعالیٰ خود مجرم کو معاف کرنا چاہے گا لیکن آئین بادشاہت کا خیال

کر کے بے سبب درگزر نہیں کر سکے گا اس لئے نبی اور ولی، اللہ تعالیٰ کا منشا معلوم کر کے شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ برائے نام اس شفاعت کو قبول کر کے از خود مجرم کو معاف کر دے گا۔

دیکھا آپ نے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کا عجز ثابت کیا کہ بے سبب درگزر نہیں کر سکے گا اور کس عیاری سے انبیار و اولیاء سے شفاعت کی اس قسم کی بھی نفی کر دی۔

سائل نے یہ عبارت نقل کر کے علامہ فضل حق خیر آبادی سے درج ذیل امور دریافت کئے :-

(۱) یہ قول حق ہے باطل؟  
(۲) یہ کلام حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے یا نہیں؟

(۳) اگر یہ کلام تنقیصِ شان ہے تو اس قائل کا شرعی طور پر کیا حکم ہے؟  
حضرت علامہ نے جواب کو چار مقامات پر تقسیم کیا ہے :-  
پہلا مقام : شفاعت کی حقیقت اور اس کے اقسام اور بالخصوص سید الشاہین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان۔

دوسرا مقام : قائل مذکور کے کلام کا ابطال۔

تیسرا مقام : یہ کلام حضور سید المقربین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے۔

چوتھا مقام : علماء شریعت کے نزدیک اس جرم کے ترک کا حکم۔  
ہر مقام میں عقلی و نقلی دلائل تفصیل سے بیان کئے اور آخر میں سوال مذکور کے ہر جز کا جواب بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) یہ کلام سراپا جھوٹ اور فریب ہے کیونکہ اس میں گناہگاروں کی نجات کے لئے شفاعت کے سبب ہونے کا انکار ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کی شفاعت و جاہت اور شفاعتِ محبت کی نفی ہے اور یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے جیسا کہ تفصیلاً پہلے مقام میں بیان ہوا۔

(۲) بے شک اس کا یہ کلام حضرت محبوب رب العالمین تمام انبیاء، ملائکہ

[Click For More Books](#)



اور اولیاء کرام کی تقصیرِ شان پر مشتمل ہے جیسا کہ تیسرے مقام میں بیان ہوا۔  
(۳) اس بے فائدہ کلام کا قائل شریعتِ مبارکہ کی رو سے بلاشبہ کافر و بدین ہے، ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے۔  
یہ فتوے بعد کے علماء کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوا اور اکابر علماء نے بطور حوالہ اس کی عبارتیں نقل کی ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ فرماتے ہیں :-  
"مولوی فضل حق خیر آبادی نے (جزاہ اللہ خیراً) کہ علم و فضل میں مولوی اسمعیل وغیرہ کو ان سے کچھ نسبت نہیں، علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے والد ماجد سے کہ بیگانہ سمجھتے، حاصل کئے، مولوی اسمعیل کے رد و روان کار و ابطال کیا اور تکفیر کی، نوبت تحریر کی آئی، مسئلہ شفاعت میں مولوی اسمعیل نے حرکت مذہبی کچھ جواب میں کی، آخر کو عاجز و ساکت ہو گئے اور تحقیق الفتوے فی رد اہل الطغویٰ کمال شرح و بسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھا" لہ  
اس کے بعد تحقیق الفتوے کے آخر سے فتوے کا خلاصہ نقل کیا اور بعد میں فرمایا :-

"مہریں و دستخط اکثر علماء کی اس پر ثبت ہوئیں" لہ

حضرت مولانا غلام قادر بھیروی (جنہوں نے اردو میں اسلام کی گیارہ کتابیں لکھیں اور بے شمار خلقِ خدا ان سے مستفید ہوئی) نے پھر الحقیقت

(مطبع محبوبی، دہلی ۱۰۶۶ھ ص ۱۲) کے حوالہ سے فتوے کا خلاصہ نقل کیا ہے اور خلاصہ نقل کرنے سے پہلے فرماتے ہیں :-

” یہ آج کی بات نہیں بلکہ ایسے مباحثے و مذاکرہ مصنف

تقویۃ الایمان سے دہلی میں علماء و فضلاء اہل سنت و جماعت نے کئے تھے اور اس وقت مصنف مذکور مغلوب ہو گیا تھا لیکن اب ہوائے نفسانی کو کام فرما کر اپنی عادت سے باز نہ آیا، اس پر کسی فتوے تکفیر کے باعث تصنیف کتاب مذکورہ کے تحریر

ہوئے۔“ لہ

فتوے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

” اور اکثر علماء شاہ جہان آباد کی مہر میں اس پر ثبت ہیں“ لہ

علامہ فضل حق خیر آبادی نے تقویۃ الایمان کی اس عبارت پر

” اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے الخ“

گرفت فرماتے ہوئے مسئلہ امتناع النظر پر بھی بحث کی تھی کہ اوصافِ کاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات ہے اور اس پر ایک دلیل یہ دی کہ :-

” اگر ایجاد اور تکوین کا تعلق اوصافِ کاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر کے ساتھ صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ کے

جھوٹ کا صحیح ہونا لازم آئے گا کیونکہ اوصافِ کاملہ میں حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر اور آپ کا مساوی نبی ہی ہو گا اور حضور

لہ علامہ قادر بھیروی، امام علامہ : اسلام کی آٹھویں کتاب (جے این سنت سنگھ لاہور ۱۹۳۹ء) ص ۴-۵

لہ ایضاً : ص ۹

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد (نئے نبی کا وجود نفس قرآنی) وَلٰكِنْ  
رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ الْمُرْسَلِيْنَ کے کذب کو مستلزم ہے  
اور جھوٹ چونکہ عیب ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے لئے محال  
بالذات ہے۔“

مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے عقیدہ امکانِ نظیر کی حمایت میں کہہ دیا کہ  
اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا (معاذ اللہ) ممکن ہے، اس سے ایک اور بحث کا دروازہ  
کھل گیا۔ مولوی محمد بن عبدالقادر لودھی (دیوبندی) نے ایک رسالہ تقدیس  
الرحمن عن الکذب والنقصان لکھا اور مسند امکانِ کذب کا شدید رد کیا، چنانچہ  
لکھتے ہیں :-

” فریق اول کا یہ دعوے کہ خدا تعالیٰ کی کلام میں کذب ممکن ہے  
سخت بے جا ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ عدم اس کا برخلاف ممکن کے  
ضروری ہے، دلائل عقلیہ و نقلیہ سے علمائے اسلام نے کذب کا  
انتاع ثابت کیا ہے، کتب تفسیر و عقائد و اصول میں یہ مسند مشرحاً  
موجود ہے۔“ ۱۷

چند دلائل دینے کے بعد لکھتے ہیں :-

” اس مسئلے میں مولوی اسماعیل صاحب نے اعلیٰ درجے کی غیر مقلدی  
کا رتبہ حاصل کیا کیونکہ ادنیٰ درجے کی غیر مقلدی تو صرف یہی ہے کہ ہم  
امان دین کی تقلید نہیں کرتے، آیات و احادیث پر عمل بموجب فہم  
اپنے کے کرتے ہیں اور اعلیٰ درجے کی غیر مقلدی یہ ہے کہ قرآن حدیث

کی بھی تقلید نہ کی جاوے جیسا اپنے زعم میں آوے، گو آیاتِ قطعیہ اور جمہورِ عقلاء کے مخالف ہو اور مست ہے جیسے مولوی اسماعیل صاحب نے کذب کا امکان کلامِ ربانی میں مخالفت اولہ نقلیہ و عقلیہ کے جائز رکھ کر مع متبعین مورداً یہ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ کے ہوئے: ۱۷

البتہ مولوی محمد لدھیانوی نے مسئلہ امتناع التظہیر میں شاہ فضل حق خیر آبادی کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے :

”مولوی فضل حق صاحب اور متبعین ان کے مثل مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری وغیرہ نظیر خاتم النبیین کو ممنوع بالذات قرار دینے میں سخت غلطی پر ہیں، دلائل عقلیہ و نقلیہ بالکل ان کے مخالف ہیں“ ۱۷

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کی کوئی تصنیف مولوی محمد لدھیانوی کے سامنے نہیں تھی اس لئے علامہ کی کسی دلیل کو نقل کر کے اس کا جواب نہیں دیا۔ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کے رد میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے متعدد رسائل تحریر فرمائے ہیں جو سبحان السبوح میں چھپ چکے ہیں، آج تک بفضلہ تعالیٰ کسی کو ان کے جواب دینے کی ہمت نہیں ہوئی۔

۱۷ مولوی محمد : تقدیس الرحمن ، ص ۸ - ۷

۱۷ ایضاً :

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مولانا احمد حسن کانپوری نے رسالہ مبارکہ تنزیہ الرحمن عن شائبۃ  
الکذب والنقصان لکھا اور اس میں منظرہ بہاولپور کے دیوبندی استدلال  
پر بھی کلام کیا ہے

مولوی محمود حسن دیوبندی نے اس کے جواب میں الجہد المقل  
لکھی جس میں اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ کا امکان ثابت کرتے کرتے  
تمام افعال قبیحہ قدرت باری تعالیٰ کے تحت داخل ہونے کا اعتراف کر گئے  
ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں :-

” افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدر باری جملہ اہل حق  
تسلیم فرماتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو اؤن (ان) کے صدور میں ہے  
نفس مقدریت میں اصلاً کوئی خرابی نظر نہیں آتی “

چند طور کے بعد لکھتا ہے :-

” بالجملہ قبائح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا اور مذہب  
اہل سنت ہے البتہ بوجہ اتناع بالضران کے تحقق و فعلیت  
صدور کے کبھی نوبت نہیں آسکتی “

مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی نے الصمصام القاضی لرأس  
المفتزی علی اللہ الکذب اور مولانا مفتی محمد عبدالشہد ٹونکی نے عجالة الراكب  
فی اتناع کذب الواجب لکھ کر عقیدہ امکان کذب کا رد بلیغ فرمایا۔  
حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ نے ۱۹ محرم ۱۳۳۱ھ

سے محمود احمد قادری، مولانا شاہ : تذکرہ علمائے اہل سنت (مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ) ص ۲۸

سے محمود حسن دیوبندی : الجہد المقل (مطبع یحییٰ، ساڈھورہ) ج ۱، ص ۳۱

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

۱۹۱۲ء کو انجمن نسوانیہ، لاہور کے چھپوئیں سالانہ جلسہ میں تقریر فرمائی، مشہور  
محدث حضرت مولانا شاہ وحی احمد محدث سورتی قدس سرہ بھی تشریف فرما تھے،  
حضرت نے اپنے خطبہ میں مسئلہ امتناع نظیر اس عمدگی سے بیان کیا کہ اہل علم  
عش عش کر اٹھے، فرمایا :-

و اول ظہوراتہ حین الرحمن علی  
العرش استوی، ثانی شیوناتہ السبشریہما  
اس سلتک الامر حمتہ للعلمین کما ان اخر  
اخر رحمتہ رینبغی ان یکون کما ان اخر  
رحمتہ، اذا ما یشفع عندہ الا باذن  
اول اذوناتہ، فهو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
اول ما خلق اللہ نورہ کما ان اخر بخاتم  
النبیین ظہورہ و من ہنا امتنع مشلہ و  
نظیرہ، فان الاول لیس بشان و کما ان الثانی  
لیس باول، فامتناع شریک الباسری عتر  
اسم من ذاتہ کما ان عدم امکان نظیرہ  
صلی اللہ علیہ وسلم من حیث بعض صفات  
ظاہران المقدورات غیر محیطہ بالمعلومات  
فانتضح الامر باوضح الدلالات بغير مدخل  
مسئلہ امکان الکذب و امتناع اللہم اننا حقیقتہ  
الاشیاء کما ہی لہ

لہ فیض احمد، مولانا : ہر میر ، ص ۶۲

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

” اس کا پہلا ظہور الرحمن علی العرش استنوی کے وقت تھا، اس کی دوسری شان وہ ہے جس کی بشارت و ما اس سلتك الا رحمة للعالمين میں دی گئی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی آخری رحمت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہیں سب سے پہلے شفاعت کی اجازت دی جائے گی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا جیسے کہ خاتم النبیین ہونے کی حیثیت سے آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہے، اس بنا پر آپ کی مثل اور نظیر ممتنع ہے کیونکہ اول ثانی نہیں ہو سکتا جیسے کہ ثانی اول نہیں ہو سکتا، شریک الباری، ذات الہی کے اعتبار سے ممتنع ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر آپ کے بعض اوصاف کے اعتبار سے ممتنع ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ تمام معلومات، قدرت کے تحت داخل نہیں (واجب اور ممتنع، معلوم ہیں لیکن قدرت کے تحت داخل نہیں) مسئلہ اسکا کذب اور انتزاع کذب کو دخل دے بغیر مسئلہ (انتزاع نظیر) نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا، اسے اللہ! ہمیں اشیاء کی حقیقت واقعیہ دکھا۔“

سیف الجبار کے حوالہ سے اس سے قبل بیان ہو چکا ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا مولوی اسمعیل دہلوی سے تحریری مناظرہ بھی ہونا رہا جس میں مولوی اسمعیل دہلوی عاجز و ساکت ہوئے، تحقیق الفتوے کے جواب مولوی اسمعیل دہلوی کے شاگرد مولوی حیدر علی ٹونگی نے ایک رسالہ لکھا جس کے رد میں حضرت علامہ نے انتزاع النظر ایسی شہرہ آفاق کتاب فارسی میں لکھی جس کا جواب آج تک کسی سے نہ بن سکا۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بہاری سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کی کوشش سے اس نثر سے اقتلاع نظر  
ایک دفعہ چھپی، کوئی صاحب ہمت اگر اس کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کرے  
تو یہ بڑی علمی و دینی خدمت ہوگی۔

تحقیق الفتویٰ، مسئلہ شفاعت پر بے نظیر کتاب ہے اس میں  
اگر مباحث ہیں تو اہل محبت کے لئے فضائل و مناقب کا خاصا ذخیرہ بھی موجود  
ہے، اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علامہ صرف منطق و حکمت  
اور ادب عربی پر ہی کامل دسترس نہیں رکھتے تھے بلکہ علوم دینیہ تفسیر،  
حدیث اور اصول فقہ میں بھی گہری نظر رکھتے تھے، بلاشبہ یہ کتاب ارباب  
نظر اور اہل محبت کے لئے ارمانِ عظیم ہے۔ اصل کتاب چونکہ فارسی زبان  
میں تھی اس لئے فارسی کے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔  
ہماری معلومات کے مطابق یہ کتاب اس سے پہلے نہیں چھپی  
حیرت کی بات ہے کہ اتنی اہم کتاب ایک سو ساٹھ سال تک منظر عام پر  
نہ آسکی جب کہ تقویۃ الایمان کے بیسیوں ایڈیشن چھپ گئے، دراصل  
جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد سب سے زیادہ مصائب و آلام کا شکار علماء  
اہل سنت ہوئے۔

انگریزوں کی نظر میں قابلِ عتاب اہل سنت ہی تھے، پھر جب پریس  
پر ہندوؤں کا اثر و نفوذ بڑھا تو بھی ان کے قہر و غضب کا ہدف علماء اہل سنت  
ہی تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ لٹریچر کی اشاعت کے میدان میں وہ کام نہ ہو سکا جو  
ہونا چاہیے تھا اگرچہ تصنیف و تالیف کے میدان میں اہل سنت نے بڑا کام  
کیا لیکن اس کی خاطر خواہ اشاعت نہ ہو سکی، گھٹن زدہ ماحول میں اس عتی  
ادارے بھی کچھ زیادہ قائم نہ ہو سکے، اسی سبب سے اہل سنت کا لٹریچر ضرورت

[Click For More Books](#)

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



کے مطابق دستیاب نہ ہونا تھا، اب مجددِ نعلی پاکستان میں متعدد اشاعتی ادارے قائم ہو چکے ہیں اور ان کی طرف سے بڑی مقدار میں لٹریچر سامنے آ رہا ہے۔ یہ ادارے اگر منظم طریقے پر کام کریں تو ان کی کارکردگی میں بے پناہ اضافہ ہو سکتا ہے۔

تحقیق الفتویٰ کا ایک مخطوطہ مولانا عبدالقادر شہید بانی جامعہ قادریہ فیصل آباد کے پاس تھا۔ برادرِ محترم مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری مدظلہ آستانہ عالیہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد حسینی قادری قدس سرہ نے ۱۹۵۸ء میں ان سے لے کر نقل کیا۔

مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ نعلی کی معرفت معلوم ہوا کہ اس کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے، انہی کے توسط سے دونوں نسخوں کے مقابلہ کا موقع ملا، ۲۱ نومبر ۱۹۷۳ء کو راقم الحروف تقابل سے فارغ ہوا۔

گزشتہ سال ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء رمضان المبارک کی تعطیلات میں اس کا ترجمہ کرنے کا موقع ملا، اتنے مراحل کے بعد اب یہ کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، پہلے اردو ترجمہ اور آخر میں اصل کتاب فارسی رکھی گئی ہے تاکہ عام قارئین کے لئے آسانی رہے۔ فارسی نسخہ کے حواشی میں دونوں نسخوں کا اختلاف دکھایا گیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے نسخہ کے لئے (پ) اور ذاتی نسخہ کے لئے (ذ) علامت استعمال کی گئی ہے۔

ان دونوں نسخوں کے علاوہ ایک تیسرا قلمی نسخہ قاضی صدر الدین (ہری پور) کے کتب خانہ میں موجود ہے، مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ

نے راقم کو بتایا تھا کہ وہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ ایک نسخہ مولانا صاحبزادہ عبدالصبور صاحب (گکھڑ منڈی) کے پاس ہے، افسوس کہ راقم الحروف آخر الذکر نسخوں کی زیارت نہیں کر سکا۔

تحقیق الفتوے کی اہمیت کے لئے علامہ فضل حق خیر آبادی کا نام  
ضمانت کی حیثیت رکھتا ہے، کتاب کے آخر میں دہلی کے مشہور اکابر کی تصدیقی  
مہریں ثبت ہیں۔ اسے کتاب کی ثقاہت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

یکم رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

# استغفار بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے، اس کی بارگاہ میں نذرانہ عجز پیش کرتے ہوئے، اس کے حبیب پر صلوة و سلام عرض کرتے ہوئے اور بارگاہِ الہی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرتے ہوئے استغفار ہے۔

علمائے شریعت اور اربابِ صدق و یقین مفتیانِ مخلصین کیا فرماتے ہیں اس شخص (مولوی اسمعیل دہلوی) کے بارے میں جس نے فارسی سے ناواقف عوام الناس کی تعلیم کے لئے ایک رسالہ اردو میں تحریر کیا، مسئلہ شفاعت میں اپنی زبان ان کلمات سے آلودہ کی اور اپنے دل کا مخفی عقیدہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے :

" اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے، اس کو کان رکھ کر سن لینا چاہئے۔۔۔۔۔۔ کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو، اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کے بادشاہ کے ہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جائے اور کوئی امیر و وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچانے کو ایک تویہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تعصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہ کو بڑی رونق دے رہا ہے، بادشاہ یہ سمجھتا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصے کو تمام لے لیا اور ایک

[Click For More Books](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

چود سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو خوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے، اس کو شفاعت و جاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی، اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز نہ نہیں ہو سکتی اور جو کوئی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیق سمجھے وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے کچھ معنی ہی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی، اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے نو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے اور ایک ہی دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک اُلٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو مہن ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔

اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں، وہ ہر صورت میں بڑوں کا بڑا بہ اور بادشاہوں کا بادشاہ، اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے اور نہ کچھ سنوار سکے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ ہزاروں میں سے یا بیگمات میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چود کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چوکی کی سزا نہ دینے دے اور بادشاہ اس کی محبت سے

لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعتِ محبت کہتے ہیں، یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس لہجے سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہوگا۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیق سمجھے، وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل جیسا کہ اول مذکور ہو چکا، وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح القدس اور روح اللہ و جیبہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسول کریم اور مکین اور روح القدس اور روح الامین فرما دے مگر پھر مالک مالک ہے اور غلام، غلام، کوئی بندگی کے رتبے سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد زیادہ نہیں بڑھ سکتا جیسا کہ جنت ہر موشی سے جھکتا ویسا ہی اس کی بیعت سے رات دن نہ ہرہ پھٹتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا، اس پر پشیمانہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سر و آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر وار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جیتاتا اور رات دن اس کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھتے میرے حق میں کیا حکم فرما دے؟ اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس

آئین کی قدر گھٹ جائے، کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وارہ کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چوڑ کی تقصیر معاف کر دیتا ہے، اس امیر نے اس چوڑ کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوڑ کا کھانگی، جو چوڑ کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چوڑ ہو جاتا ہے، اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں، یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروا ہی سے ہوتی ہے، اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے اس کے معنی یہی ہیں۔

ہر بندے کو چاہئے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی کی التجا کرتا رہے اور اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے اور حمایتی بھی اور جہاں تک خیال دوڑا پیے اللہ کے سوائے کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے کیونکہ وہ خود بڑا غفور الرحیم ہے، سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دیگا اور جس کو چاہئے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنا دے گا۔

اس قائل کا یہ قول حق ہے یا باطل، کچھ بھی ہو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلند مقام کی توہین و تنقیص پر دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ اگر اس جرم عظیم اور بہت بڑی جرات پر دلالت کرتا ہے تو اس کا قائل دینی اعتبار سے کون ہے اور

شرعاً اس کا کیا حکم ہے ؟

چونکہ یہ مسئلہ مسائلِ دینیہ سے ہے اور حضور افضل الرسل سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان سے متعلق ہے اس لئے مخلص علماء سے امید ہے کہ حقیقت حال کے بیان کرنے اور سوال کے جواب میں کسی کی رو رعایت نہیں کریں گے اور بلا خوف لومۃ لا تم، کلمۃ حق آشکارا فرمائیں گے اور بلا حیل و حجت صحیح جواب تحریر فرمائیں گے، اور تلبیس و التباس کے دفع کرنے میں ذرہ برابر تساہل نہیں فرمائیں گے تاکہ ہدایت کے متلاشی قول مذکور کو حق و صواب نہ سمجھنے لگیں۔

## جواب

وہ بات جو ان کے منہ سے نکلتی ہے بہت بڑی ہے، وہ صرف جھوٹی بات کہتے ہیں، یہ بے فائدہ کلام جو جھوٹے اقوال اور عجیب و غریب غلط باتوں پر مشتمل ہے، درستی اور سچائی کے ساتھ ذرہ برابر تعلق نہیں رکھتا، اس کا قائل، شفاعت کی قسمیں بیان کرنے ہوئے متعدد امورِ شنیعہ کا مرتکب ہوا ہے اور اس نے متقدمین اور متاخرین کے نزدیک بالاتفاق اشرف الاشراف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع میں تنقیص سے اپنے ایمان کی آبرو ضائع کی اور بے علموں کے تاریک دلوں میں فتنہ اور گمراہی کا بیج بویا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل چار مقام میں تحریر کی جائے گی۔

پہلا مقام، عام شفاعت کی حقیقت اور اس کے اقسام میں ہوگا، اس میں حضور مرہجِ خلایق، قیامت کے دن شفاعت کرنے والوں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوگا، ضمناً اس کلام کے فساد کے بعض کی طرف اشارہ ہوگا۔

دوسرا مقام اس بے فائدہ گفتگو کے رد میں جسے یہ قائل حضور سید الاولین

الآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں زبان پر لایا ہے۔

تیسرا مقام، اس امر کے اثبات میں کہ یہ پخصلاست گفتگو اس ذاتِ کریم کی توہین و تنقیص پر مشتمل ہے جن کی تعظیم فرض ہے اور جو بارگاہِ الہی کے مقربین کے سردار ہیں۔  
چوتھا مقام، علماءِ شریعت کے نزدیک اس جرمِ شنیع کے مرتکب کے حکم میں۔

## پہلا مقام

شفاعت، سفارش کو کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں :  
۱) گناہوں کی بخشش کے لئے۔ ۲) مراتب کی بلندی

کے لئے۔

ایک شخص دوسرے کے سامنے کسی کی سفارش کرتا ہے تو وہ اس لئے مقبول منظور ہوتی ہے کہ پہلے شخص کو دوسرے کے سامنے عزت و شرافت حاصل ہوتی ہے عزت و شرافت کی چند وجہیں ہوتی ہیں :

۱) جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اس نے سفارش کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں قرب عطا کیا ہے اولہ

اپنے متعلقین میں اسے عزت و امتیاز بخشا ہے، ان عزتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر ماتحت افراد کے مراتب کی بلندی اور گناہگاروں کی معافی کے لئے اسے بات کرنی

اجازت ہے، اس کی عرض قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش مافی جاتی ہے، اگر اس معزز شخصیت کی عرض اور سفارش کو نہ مانا جائے تو اس کے نہنجیدہ ہونے سے اس شخص

کو (جس کی بارگاہ میں سفارش کی گئی ہے) کوئی نہنج یا نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اس کی عرض کو نہ ماننا اور اس کی بات کو اہمیت نہ دینا اس عزت افزائی اور بندہ نوازی کے

خلاف ہے جو اس شخص کو دی گئی ہے، یہ شفاعت و جاہت ہے۔ اس میں یہ

Click For More Books



شرط نہیں ہے کہ جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اسے شفاعت کرنے والے کی ناخوشی سے خطرہ ہو اور سفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں نقصان کا خوف ہو کیونکہ شفاعت کا معنی سفارش اور وجاہت کا معنی لحاظ اور عزت ہے، کسی لفظ سے ڈراؤ نہ فکر نہیں سمجھا جاتا۔  
بایں ہمہ ہر شخص جانتا ہے کہ شفاعت اور سینہ زوری الگ الگ ہیں، سفارش میں سینہ زوری نہیں ہوتی، اگر کوئی شخص کسی کی بات نقصان یا ضرر کے ڈر سے مانتا ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے سفارش مان لی، یہ سفارش کا ماننا نہیں بلکہ اپنے نقصان اور ضرر کو دور کرنا ہے، اسے اطاعت کہا جاسکتا ہے کیونکہ نافرمانی کی صورت میں نقصان کا خوف ہوتا ہے، سفارش قبول کرنے میں کوئی خوف شامل نہیں ہوتا مثلاً ایک صاحب اقتدار بادشاہ اپنے ہمنشینوں میں سے کسی کو اتنا مقام و مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اسے حاجت مندوں کی حاجتیں پیش کرنے اور مجرموں کے لئے معافی چاہنے کی اجازت ہے، اسے دوسروں کی نسبت یہ خصوصیت حاصل ہے، وہ شخص بادشاہ سے کسی ایسے گناہ کے بخشنے کی درخواست کرتا ہے جسے بخش دینا بادشاہ سے بعید نہیں ہے، بادشاہ اس کے جاہ و منزلت کا لحاظ کرتے ہوئے وہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس مقرب کی سفارش قبول کر کے اس کی عزت افزائی کرتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے اپنے کارخانہ سلطنت میں خلل کے خوف سے سفارش قبول کی ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ بادشاہ نے اپنے مقرب ترین خادم کے مقام کی رعایت اور اس کی دلدادگی کے لئے اس کی سفارش قبول کی ہے اور مجرموں کے گناہ معاف کر دئے ہیں اور اگر کوئی شخص برائے نام بادشاہ ہو اور امور مملکت کے بست و کشاد اور قوانین سلطنت کے نفاذ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، دوسرے لوگ حکومت کے تمام شعبوں پر مستط ہوں، ملک کے بست و کشاد اور نظم و ضبط پر مکمل اختیار رکھتے ہوں، ان ارباب اقتدار میں سے کوئی شخص برائے نام بادشاہ سے کسی مجرم کی معافی کا مطالبہ کرتا ہے اور بادشاہ اس خوف سے کہ اگر اس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو

اس سے ضرر پہنچنے کا یعنی ظاہری حکومت بھی جاتی رہے گی، اس کے کہنے پر عمل کرتا ہے اور مجرم کا گناہ معاف کر دیتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے اس کی شفاعت قبول کر لی ہے بلکہ بادشاہ فی الواقع ان لوگوں کا تابع اور پابند ہے اور ان کی بات ماننے پر مجبور ہے، اسے فرمانبرداری اور اطاعت تو کہا جاسکتا ہے، قبولِ شفاعت نہیں کہا جاسکتا۔ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ وجاہت و عزت، خوف اور اندیشہ کے بغیر قبولِ شفاعت کا سبب بن سکتی ہے۔

یہ تو ہوئی عقلی دلیل، اب سنئے نقلی دلیل۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرماتا ہے اور دنیا و آخرت کی وجاہت سے ان کی تعریف فرماتا ہے:

وَجِئْهَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ السُّقْرَةِ بَيْنَ  
” دنیا اور آخرت میں وجاہت (عزت) والے اور مقربین میں سے ہیں “

مفسرین اُخروی و جاہت کو شفاعت پر محمول فرماتے ہیں۔ علامہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الْوَجَاهَةُ فِي الدُّنْيَا السُّقْرَةُ وَفِي الْآخِرَةِ الشَّفَاعَةُ  
” یعنی وجاہت دنیا میں نبوت ہے اور آخرت میں شفاعت “

جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اسے سفارشی سے محبت ہو، محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی رضا جوئی اور

ہر طرح اس کے دل کو خوش کرنا منظور ہوتا ہے، دل شکنی اور رنج کے اسباب اس سے دور رکھے جاتے ہیں کیونکہ محبت، محبوب کی دل شکنی بلکہ دوست دوستوں کا دل دکھانے کے روادار نہیں ہوتے، اہل محبت محبوبوں کی دل آزاری گوارا نہیں کرتے، ان کی سفارش قبول کرتے ہیں اور ان کی سفارش قبول کرتے ہیں اور اکثر ان کی سفارش قبول کرنے میں

یہ امر ملحوظ نہیں ہوتا کہ اگر ان کی سفارش قبول نہ کی گئی تو غیظ و غضب میں آکر ان کو رنجیدہ کر سکتے ہیں یا غصہ میں آکر ان کے دلوں کو صدمہ پہنچا سکتے ہیں کیونکہ دلداری محبت کا تقاضا ہے اور محبوب کی بات مان لینا اس صفت کو لازم ہے، یہ حال اس شخص سے پوچھا جا سکتا ہے جو محبت رکھتا ہو، یہ حقیقت عقلاً اور نقلاً ثابت ہے۔

عقلی ثبوت تو بیان ہو چکا، نقلی ثبوت ملاحظہ ہو، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم فرماتے ہیں :

كَمَا شَعَثَ أَغْبَرَ ذِي طَمْرَيْنٍ لَا يُؤْبَهُ لَكَ  
لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَكَأ۔

” بہت سے گرد آلود بالوں والے خاکسار، جن کے پاس دو پرانی

چادروں کے علاوہ کچھ نہ ہو اور جنہیں کوئی اہمیت نہ دی جاتی ہو ایسے

ہوتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حق میں قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی

قسم پوری کر دے گا“

یعنی اللہ تعالیٰ ان کی دلداری کرے گا اور جس بات کی انہوں نے قسم کھائی

ہے اسے پورا کر دے گا اور ان کی خواہش رد نہیں فرمائے گا۔

غور کیجئے ! یہ تمام تقاضائے محبت ہے ورنہ یہ خاکسار، اللہ تعالیٰ کو کونسا

رنج یا نقصان پہنچا سکتے ہیں ؟

ہاں بارگاہِ ایزدی کے محبوبوں کی شان وہ ہے جو حدیثِ قدسی میں وارد

ہوئی ہے :

فَإِذَا أَحْبَبْتُمْ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ

وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ

بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا (وفی روایت) وَلِسَانَهُ

الَّذِي يَنْطِقُ بِهَا -

”جب میں اس بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (اور ایک روایت میں ہے) اس کی زبان ہوتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے (یعنی ان کے اعضاء میری قدرت کے مظہر اور میری رضا کے پابند ہوتے ہیں)

اس حدیث قدسی کی بنا پر محبوبانِ الہی کے قرب، عزت اور ان کی محبوبیت کے آثار پر ایمان لانا چاہئے۔ شفاعت کی مقبولیت کی دیگر وجوہ بھی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ سفارش کرنے والے کو مستشفع الیہ (جس کے سامنے سفارش کی گئی) کے نزدیک عزت اور امتیازی مقام حاصل ہوتا ہے چونکہ ان وجوہ کا تعلق اس مقام سے نہیں ہے اس لئے اسی بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اس تمہید کے بعد سنیے !

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام مخلوق انسان ہوں یا فرشتے، نبی ہوں یا امتی، بادشاہ ہوں یا خدام، جہاں تک بندگی کا تعلق ہے یکساں نسبت رکھتی ہے کسی کو کسی لحاظ سے اس کے ملک و اقتدار میں شرکت یا اس کے ارادہ و اختیار میں مزاحمت یا اس کے حکم اور فعل میں تابِ مقابلہ نہیں ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو چاہتا ہے اس کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے اور جس طرح اس کا ارادہ ہوتا ہے، کائنات میں تصرف فرماتا ہے، اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ ہمسر، نہ مددگار ہے نہ کارساز، اسے کسی وزیر کی امداد اور کسی بددگار کے تعاون کی حاجت نہیں ہے، کسی کی رضا اور خوشنودی سے اس کی مملکت میں رونق کا اضافہ نہیں ہوتا، نہ ہی کسی کی

ناراضگی سے اس کے کارخانہ حکمت میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

ہاں اس نے اپنی مخلوق کو مختلف مراتب اور مقامات دے کر پیدا کیا ہے، ان کے مراتب و درجات میں بہت فرق رکھا ہے، بعض کو برگزیدہ اور بارگاہِ قدس کا مقرب بنایا اور بعض کو مردود، ذلیل اور گمراہ کیا، دونوں قسموں میں مختلف مراتب اور متفرق درجات رکھے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے درجات کے مطابق مقام و مرتبہ عطا فرمایا، ان میں سے ہر ایک کو بارگاہِ الہی میں جتنی عزت اور خداوندی محبت ہے، اس کے مطابق ان کے وابستگان اور متوسلین کی دینی اور دنیاوی حاجتوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے مراتب کے مطابق اجازت عطا فرماتا ہے کہ اپنے متعلقین اور متوسلین کے لئے دنیا و آخرت میں مصیبت اور عذاب کے دفع کرنے اور منافع کے حصول کے لئے سفارش کریں، اس عزت افزائی کے ذریعے انہیں مخلوق میں ممتاز فرماتا ہے۔

اسی لئے اکثر لوگ ہر دو جہان کی حاجتوں میں ان سے شفاعت اور سفارش کے طلبگار ہوتے ہیں اور ان مقربین کی شفاعت کے فیض سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے، ان کی شفاعت اکثر مقبول ہوتی ہے اور قول و فعل سے ان کی ایذا رسانی اور بے ادبی کے درپے ہونے والے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو کر دین و دنیا کو برباد کر چکے اور کرتے ہیں اور کہیں گے، چونکہ بارگاہِ الہی مقربین کی عزت و وجاہت ان کی شفاعت اور ان کے سوال کی قبولیت کا سبب ہے اسی لئے دوسروں کی نسبت صالحین کی دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص راہِ عنایت یہ بات نہ مانے یا بدعتیہ کی بنا پر اسے شک لاحق ہو تو اسے کتب صحیح میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ اسے معلوم ہو کہ جن حضرات نے

[Click For More Books](#)

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا کی گزارش کی یا شفاعت کی درخواست کی وہ دنیا و آخرت میں خیرات و برکات سے مالا مال ہوئے اور جو لوگ درپے ایذا اور بے ادبی ہوئے وہ بلاکتوں میں گرفتار ہوئے اور جہنم کے نچلے طبقوں میں داخل ہوئے۔

جب شفاعت کا معنی سفارش ہے اور بارگاہِ الہی میں شفاعت کے منظور ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کو اس کے کارخانہ تقدیر پر تسلط حاصل ہو، یا سفارش کرنے والے کی دل شکنی کے سبب اس کی مملکت میں خلل کا احتمال ہو یا اسے ضرر کے لاحق ہونے، منافع کے فوت ہونے یا رنج و ملال عارض ہونے کا اندیشہ ہو (حاشا و کلا یہ کسی کا عقیدہ نہیں ہے) بلکہ شفاعت کے مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل محبت و اطاعت کو بیش از بیش انعام و اکرام سے نوازا ہے اور ان کے درجات دوسری مخلوق سے بلند فرما کر انہیں اپنی بارگاہ کا مقرب بنایا ہے۔

اب شفاعت کے ثبوت اور بارگاہِ الہی میں مقبول ہونے کی

## شفاعت اور دعا

دلیل سنیے :

بارگاہِ الہی میں ایک شخص کے دوسرے شخص کے لئے شفاعت کرنے اور دعا کہنے میں کوئی فرق نہیں، یہ دو لفظ ہیں جن کا معنی ایک ہے اور دعا دو حال سے خالی نہیں، یا تو کہا جائے کہ دعا لغو اور بے فائدہ فعل ہے، کارخانہ قضا و قدر کسی انسان کی دعا کسی نفع کے حصول یا کسی نقصان کے دور کرنے میں اثر نہیں رکھتی دعا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے، یا کہا جائے کہ دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ مقصد پورا کر دیتا ہے مطالب عطا کر دئے جاتے ہیں اور مصیبتیں دور کر دی جاتی ہیں، پہلی صورت باطل اور کتاب سنت کی نصوص کے مخالف ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ

”اے حبیب! ان کے لئے دعا کیجئے، بے شک تمہاری دعا ان کے اطمینان“

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سکون کا سبب ہے۔“

اس کے علاوہ بے شمار آیات ہیں۔

حنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءُ إِلَّا الدُّعَاءُ

”قضا کو صرف دعا لوٹا سکتی ہے“

اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں وارد ہیں، علماء دین کی تصانیف، حسنِ حسنین

وغیرہ جو ہر جگہ اہل علم کے پاس موجود ہیں، انہی دعاؤں کے جمع کرنے کے لئے رکھی گئی ہیں،

دعا کی فضیلت، اللہ تعالیٰ کی عبادت ہونے اور بارگاہِ الہی میں اس کی مقبولیت کا انکار

صریح کفر ہے جس — نصوصِ قرآن و حدیث کا انکار لازم آتا ہے، ثابت ہوا کہ دعا حصولِ

مفسدہ کا ذریعہ ہے اور یہ بارگاہِ الہی میں مقبول ہوتی ہے۔

اب غور فرمائیے کہ کیا انبیاء اور عوام الناس  
اور اشقیاء، نیچوں اور بدکاروں، مقربان

حضرت باری تعالیٰ اور مردودانِ بارگاہ، مؤمنین صالحین اور بد بخت کافروں کی دعائیں

مقبولیت کی کمی اور زیادتی میں برابر ہیں یا انبیاء اور اولیاء، برابر اور مؤمنین صالحین کی دعائیں

عوام، اشقیاء، اشرار و کفار کی دعاؤں سے زیادہ مقبول ہوتی ہیں اور اکثر طور پر حصولِ مراد

کا ذریعہ ہوتی ہیں، پہلی شق باطل ہے، چند دلیلیں ملاحظہ ہوں :

(۱) عقلی کہ دعا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مقبول ہوتی ہے اور اس کی رحمت

نیچوں کے قریب اور بدکاروں سے بعید ہوتی ہے، انبیاء اور اولیاء، اشرار و صالحین

کو رحمتِ الہیہ کے قرب و بعد میں عوام الناس، اشقیاء، اشرار اور مفسدہ پردازوں کے

برابر جتنا کفر اور الحاد ہے۔

(۲) دلیلِ سمعی : احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ انبیاء و صالحین کی دعائیں،

عامۃ الناس اور خطا کاروں کی نسبت زیادہ قبول ہوتی ہیں اور حصولِ دعا کا اکثر سبب بنتی ہیں اس امر کی حقیقت کا انکار بھی کفر اور زندقہ کی طرف لے جائیگا اور درحقیقت نبوت و ولایت کے انکار تک پہنچا دے گا۔

لہذا دوسری شق متعین ہوگئی اور واضح ہو گیا کہ دعا کی قبولیت، قرب اور نیکی کی علامت ہے، ہر شخص کو اجازت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنی ذات کے لئے اپنوں اور بیگانوں کے لئے دعا کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنوں کو اس کے لئے دعا سے منع نہ فرمایا ہو جیسے کہ مشرکین کے لئے دعا کرنے سے ممانعت فرمائی ہے،

ارشادِ ربانی ہے :

مَا كَانَ لِلشَّيْءِ وَالذَّيْنِ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَعْفِرُوْا  
لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولٰٓئِىْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ  
اَنْهُمْ مِّنْ اَصْحَابِ الْجَحِيْمِ .

”نبی اور مسلمانوں کو جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی

دعا کریں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں جبکہ ظاہر ہو چکا کہ وہ جہنمی ہیں“

اسی لئے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ممانعت سے پہلے

مشرکین اور آذر کے لئے مغفرت اور توفیقِ ایمان کی دعا کی :

فَلَمَّا تَبَيَّنَ اَنْهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ سَبَّرًا مِّنْ اِنۡ اٰبْرٰهِيْمَ

لَاۤ اَقَاہُ جَلِيْمٌ .

”جب حضرت ابراہیم پر ظاہر ہو گیا کہ وہ دشمنِ خدا ہے تو اس سے بیزاری

کا اظہار کیا، بے شک ابراہیم علیہ السلام نرم دل اور حلیم ہیں“

اسی رقتِ قلبی کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ حضرت لوط

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



علیہ السلام کی قوم پر عذاب آئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَ جَاءَهُ  
الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۗ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ  
أَوَّالًا مُّنبِتٌ ۖ

”جب ابراہیم علیہ السلام سے اضطراب دور ہوا اور انہیں بشارت پہنچی  
تو قوم لوط کے بارے میں ہم سے مجادلہ کرنے لگے، بے شک ابراہیم علیہ  
السلام، نرم دل اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں“  
اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مجادلہ کو ناپسند نہیں فرمایا بلکہ  
علم اور رقتِ قلبی سے تعریف فرمائی جو مجادلہ کا باعث بنی تھی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا :

يَا إِبْرَاهِيمُ ۖ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۖ اِنَّكَ قَدْ جَاءَ  
اَمْرٌ مِّنْ رَبِّكَ ۗ وَاِنَّهُمْ لَتَبْتَ عَذَابًا بِغَيْرِ مَرْءٍ وَّوَدَّ  
”اے ابراہیم! اس سے اعراض کرو، تحقیق تیرے رب کا حکم آگیا  
اور بے شک ان پر (مجادلہ یا دعا سے) نکلنے والا عذاب آنیوالا ہے“

اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ قبولِ شفاعت کی دو شرطیں ہیں :

(۱) ایسے شخص کی سفارش کی گئی ہو جس کے لئے سفارش کرنے سے اللہ تعالیٰ  
نے ممانعت نہ فرمائی ہو۔

(۲) سفارش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا قرب حاصل ہو لہذا اگر مقرب  
در بارِ الہی کسی ایسے شخص کی شفاعت کرے جس کی شفاعت سے ممانعت وارد نہ ہو تو  
اس کی شفاعت مقبول ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ  
الَّذِينَ حُجِّلُوا وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا -

” قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس صرف اس شخص کی شفاعت  
فائدہ دے گی جسے اس نے اجازت دی ہوگی اور جس کا قول پسند ہوگا۔“  
(یعنی بلند مقام اور پسندیدہ گفتگو والے کی شفاعت ہی فائدہ دیگی)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے :

لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا بِمَنْ أذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ  
صَوَابًا -

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت کے دن رسولوں کے علاوہ کسی کو کلام کی  
اجازت نہیں دی جائے گی اور جو شخص بارگاہِ الہی میں کوئی مرتبہ نہیں رکھتا اور اس کی  
گفتگو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے اسے اس کے دربار میں بات کہنے  
اور شفاعت کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

یہ آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن شفاعت صرف ان گناہگاروں  
کو فائدہ دے گی جن کی شفاعت کی اجازت اللہ تعالیٰ نے دی ہوگی اور ان کی گفتگو  
یعنی شہادت کے دو کلمے (اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمدنا  
عبدا ورسولہ) اس سے پسند فرمائے ہیں۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :

” یہ آیت اس امر پر بہت ہی مضبوط دلیل ہے کہ شفاعت فاسقوں کے

لئے مفید ہے۔“

شفاعت بالاذن کا معنی اس طرح سمجھنا چاہئے کہ مثلاً اگر  
بادشاہ کے دربار میں ایسے مجرم کو پھانسی دینے کا حکم دیا جائے

(۳) شفاعت بالاذن

کہ اس جیسے اکثر جرائم بادشاہ نے معاف کر دئے ہیں، کچھ مقرب جو بادشاہ کے سامنے بات کر سکتے ہیں اور اپنے ہم مرتبہ افراد میں عزت و مرتبہ کی زیادتی کے اعتبار سے ممتاز ہیں اس مجرم کی شفاعت کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کے دربار میں شفاعت کے لئے لب کشائی کریں کیونکہ انہیں بادشاہ کے سائیسے جرائم کی معافی طلب کرنی کی اجازت ہوتی ہے اور جرم ایسا نہیں ہے کہ بادشاہ نے عہد کیا ہو کہ اس جرم کے مرتکب کو ضرور سزا دے گا، ہو سکتا ہے کہ بادشاہ ان مقربین کے مقام اور مرتبہ کے پیش نظر جو اسی کا عطا کردہ ہے، سفارش قبول کر لے اور اس مجرم کو سزا نہ دے۔

ہاں ہر کس و ناکس جو بادشاہ کے سامنے بات کرتا تو کجا اونچا سانس تک نہیں لے سکتا، اس کی یہ مجال نہیں کہ مجرم کی طرف دیکھے، وہ خود کسی حیثیت کا مالک نہیں، اس کی بات کی کیا وقعت ہوگی شفاعت تو دور کی بات ہے۔

اگر جرم ایسا ہے کہ بادشاہ کی عادت ہے کہ اس کے بدلے ضرور سزا دیتا ہے تو کونسی بہت نہیں پڑے گی کہ اس کی معافی کی درخواست کرے اور اس کی بخشش چاہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہ نے عہد کر رکھا ہے کہ اس جرم پر ضرور سزا دی جائے گی لہذا کسی کی طاقت نہیں کہ سر اٹھا کر بادشاہ کو دیکھے اور اس مجرم کو چھڑا لے۔ شفاعت بالاذن کی صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ خود بخود ازراہ مہربانی اس مجرم کا گناہ بخشنا چاہتا تھا، مقربین کی سفارش لغو اور بے فائدہ ہے کیونکہ بادشاہ نے خود رحم نہیں کیا بلکہ سفارشی کی سفارش بخشش کا سبب بنی ہے لہذا اگر مجرم کہے کہ بادشاہ نے از خود رحم فرما کر مجھے بخش دیا ہے اور شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے تو نعمت شفاعت کا ناشکر ہوگا۔

اس جگہ بُرے دل میں ایک شک گزرتا ہے کہ اگر شفاعت ایک شبہ کا ازالہ بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہو تو وہی صورتیں ہوں گی تقدیر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

میں مجرم کی بخشش ثابت تھی یا نہیں اگر ثابت تھی تو شفاعت نے کیا کیا، تقدیر میں جو کچھ تھا وہ ہو کر رہے گا، کوئی شفاعت کرے یا نہ کرے اور اگر مجرم کی تقدیر میں نہیں تھی تو شفاعت کس طرح عقہہ کشائی کرے گی کیونکہ شفاعت، قضا کو تبدیل نہیں کر سکتی۔

یہ شبہ و ہم سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا، اگر یہ شبہ درست ہو تو اعمالِ شرعیہ کی تکلیف بلکہ تمام دینی، دنیاوی کوششیں باطل اور بے فائدہ ٹھہریں گی کیونکہ ایسی و شقیں ہر جگہ جاری کی جاسکتی ہیں۔ اس شبہ کا حل یہ ہے کہ ہم پہلی شق اختیار کرتے ہیں کہ مجرم کی بخشش تقدیر میں اس شرط کے ساتھ ثابت ہے کہ اگر فلاں مقرب جرم کی معافی چاہے گا تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا جیسے کہ کامیابی اور ناکامی جدیدہ تقدیر میں اس شرط کے ساتھ ثابت ہے کہ اگر فلاں شخص ایمان لائے گا، نیک عمل کرے گا، کامیاب ہوگا اور اگر بے کام کرے گا، ناکامی کا شکار ہوگا۔

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ساتھ پیدا کیا ہے اس چیز کا وجود ان اسباب سے وابستہ فرمایا ہے، اگرچہ وہ قادر ہے کہ اگرچہ ہے تو اس چیز کو بغیر اسباب کے پیدا فرمادے۔ مثلاً اگر ایک آدمی دوسرے کو قتل کر دے تو اللہ تعالیٰ نے مقتول کی موت قاتل کے فعل (قتل) کے سبب پیدا فرمائی ہے حالانکہ وہ قادر ہے کہ اگر چاہتا تو اس کی موت قتل کے سبب سے نہ ہوتی (بلکہ کسی اور طرح سے واقع ہو جاتی)

اب اگر کوئی شخص کہے کہ مقتول کی موت تقدیر میں ثابت تھی، قاتل کا اس میں کچھ دخل نہیں تھا، قاتل سے قصاص کیوں طلب کیا جا رہا ہے؟ اس کی یہ بات سماعت کے لائق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں گناہ کی بخشش تقدیر میں ثابت تھی اور شفاعت کرنے والے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو اس کی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بات بھی قابل توجہ نہیں ہوگی۔

یہ گفت گو عام شفاعت کی حقیقت میں تھی۔

محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت | گوشِ دل سے سننا چاہئے کہ  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اولین و آخرین کے سردار، انبیار و مرسلین سے افضل، بارگاہِ ایزدی میں سب سے زیادہ معزز اور بعد از خدائے قدوس تمام موجودات سے محبوب ترین ہستی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مقام و مرتبہ اور عزت و فضیلت حاصل ہے کہ کسی مخلوق کو اس میں شرکت یا ہمسری حاصل نہیں ہے۔ آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ و تابعین، ائمہ مجتہدین اور تمام علماء دین کے اقوال اس پر دال اور اس دعوے کی صداقت پر حجتِ قطعیہ اور برہانِ یقینی کا درجہ رکھتے ہیں، کسی مدعیِ اسلام کو اس کے خلاف مجال و مژدوں نہیں ہے لہ

مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | پہلی آیت ملاحظہ ہو،  
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَمَا أَسْأَلُكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

” اے حبیب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔“

عالمین میں تمام اگلے اور پچھلے فرشتے، انسان اور ان کے ہمسوا داخل ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین سے پوچھا کہ تمہیں بھی اس رحمت سے کچھ حصہ ملا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، میں اپنے انجام سے خائف رہتا تھا، اللہ تعالیٰ کے تعریف فرمانے پر :

ذِی قُوَّةٍ عِندَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ مُّطَّلِعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ

لہ تفصیل کیلئے نجلِ یقین، از بابِ صبر و صفا، ص ۱۰۰، ملاحظہ ہو۔

Click For More Books

مالکِ عرش کے حضور عزت والا، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے)

میں مطمئن ہو گیا ہوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود مسعود بھی تمام جہانوں کے لئے رحمت اور حضور کا وصال بھی رحمت تھا، چنانچہ فرماتے ہیں :

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَسَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ (الحديث)

”میری ظاہری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی

تمہارے لئے بہتر ہے۔“

دوسری حدیث میں ہے :

إِذَا أَرَادَ اللَّهُ رَحْمَةً بِأُمَّتِهِ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا  
فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا۔

”جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے ان کے

نبی کو ان سے پہلے قبض فرمالیتا ہے اور اس نبی کو جنت میں جانے کے

لئے امت کا پیشرو اور کارساز بنا دیتا ہے۔“

فَرَطُ اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلے سے پہلے منزل پر جا کر کھانے، پانی اور

چار پالیوں کے چارے کا انتظام کرتا ہے تاکہ جب قافلہ پہنچے تو تمام ضروریات انہیں  
مہیا کر دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مومنوں کے لئے بھی رحمت ہیں اور کافروں کے لئے بھی، کیونکہ اس زمانے کے کافر

ان عذابوں سے محفوظ ہیں جو پہلے کافروں پر نازل ہوتے رہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے :

مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ

”اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے جبکہ اس میں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تم ان میں موجود ہو۔“

دوسری آیت :

وَمَا فَعْنَا لَكَ ذِكْرًا لَكَ

”اے حبیب! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا“

جب میرا ذکر ہوگا تمہارا ذکر بھی ہوگا، جیسے کہ کلمہ اور اذان میں ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

ذکر دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا کیونکہ جو بھی خطبہ، تشہد اور نماز پڑھے گا اَشْهَدُ اَنْ

اَللّٰهُ اِلٰهٌ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھے گا۔

حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا :

”میرے پاس جبرئیل امین آئے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَحْبِبِيْنَا!

تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے جہان میں تمہارا ذکر کس طرح بلند کیا؟ حضور نے

فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، حضرت جبرئیل نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہے کہ جب میرا ذکر ہوگا، تمہارا ذکر بھی ہوگا“

حضرت عطا فرماتے ہیں : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ایمان کی تکمیل اپنے

اور تمہارے ذکر سے فرمائی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے حبیب! میں نے

تمہیں اپنا ذکر بنا دیا ہے کیونکہ جو تمہارا ذکر کرے گا وہ میرا ذکر کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا مِّنْ سُوْرٰتِ

”تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر بھیجا جو رسول ہے“

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

جو رسالت کے ساتھ تمہارا ذکر کرے گا وہ ربوبیت کے ساتھ میرا ذکر کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کی ایک مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طاعت کے ساتھ حضور کی طاعت اور اپنے نام کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کو متصل فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے :

أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ

اور اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ

اللہ تعالیٰ نے اپنا اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اور عاطفہ (جو جمع اطراف کیلئے آتی ہے) سے یکجا فرمایا ہے اور یہ بات کسی دوسرے کے حق میں درست نہیں ہے۔

شرح شفا میں ہے :

رَبُّمَا يُقَالُ إِنَّ اسْمَهُ سُبْحٰنَهُ مَعَ اسْمِ  
رَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْسُوْمٌ عَلَى كُلِّ  
شَيْءٍ مِّنَ الْأَشْيَاءِ بِحُكْمِ قَوْلِهِ تَعَالَى وَرَفَعْنَا لَكَ  
ذِكْرَكَ أَتَى جَعَلْنَا ذِكْرَنَا مَعَكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ  
مَّلَكٍ وَفَلَكَ وَبِنَارٍ وَسَمَاءٍ وَفَرَشٍ وَعَرْشٍ وَحَجْرٍ  
وَمَسَدٍ وَشَجَرٍ وَشَمْرٍ وَنَحْوِ ذَلِكَ وَالْكَثْرَةُ  
الْخَلْقِ لَا يَبْصُرُونَ تَصْوِيْرَهُمْ وَنَظِيْرَةُ قَوْلِهِ سُبْحٰنَهُ  
وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَالْكَرْبُ  
لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔

”بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام حضور سید عالم صلی اللہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



تعالے اعلیٰ و سلم کے نام کے ساتھ و سرفعنالک ذکرک کے مطابق  
ہر شے پر نقش ہے یعنی اسے حبیب! فرشتہ ہو یا آسمان، عمارت ہو یا عرش  
فرش، پتھر ہو یا کچی اینٹ، درخت ہو یا پھل وغیرہ، ہم نے ہر چیز پر اپنے ذکر  
کے ساتھ تمہارا ذکر نقش کر دیا ہے اگرچہ اکثر مخلوق اس کی تصویر نہیں دیکھ پاتی  
اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ  
تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔“

تیسری آیت کریمہ :

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ  
مِّنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ  
لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ  
وَإِخَذْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ  
فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ۔

”اے حبیب! اس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء  
سے وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دے دوں پھر تمہارے  
پاس تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا رسول عظیم تشریف لے آئے  
تو تم ضرور ان پر ایمان لے آنا اور ان کی امداد کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا  
تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد لے لیا؟ انبیاء نے کہا ہاں ہم نے اقرار  
کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ  
ہوں۔“

اس سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ  
فضیلت و کرامت عطا فرمائی ہے جس میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کیا اور آنحضرت

[Click For More Books](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس فضیلت و شرافت میں تمام انبیاء و مرسلین سے ممتاز فرمایا ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی بھی دنیا میں بھیجے، انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اور آپ کے اوصاف بتا دئے اور ان سے عہد لیا کہ اگر وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پالیں تو آپ پر ایمان لائیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کے بعد جتنے نبی بھیجے ان سے وعدہ لیا کہ اگر ان کی حیات ظاہرہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو ان پر ایمان لانا، ان کی امداد کرنا اور اپنی قوم کو بھی یہ حکم دینا۔  
چوتھی آیت مبارکہ :

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ  
وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ  
”اے حبیب! یاد کیجئے جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور تم سے

اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) سے۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد) روتے ہوئے کہہ رہے تھے یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے والدین آپ پر قربان، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور سب سے پہلے آپ کا ذکر کیا اور فرمایا:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ

وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر نثار، جناب الہی میں آپ کی اتنی فضیلت ہے کہ

اہل دوزخ آرزو کریں گے کہ کاش آپ کی اطاعت کرتے اور حالت عذاب میں کہیں گے  
اے کاش! ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کی فرمانبرداری کی ہوتی۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تخلیق  
میں تمام انبیاء سے پہلے تھا اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔

پانچویں آیت طیبہ :

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ  
مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ -

"وہ رسولان گرامی ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان  
میں سے بعض وہ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے (بلا واسطہ) کلام کیا اور  
ان میں سے بعض کے (بے شمار) درجے بلند کئے۔"

مفسرین فرماتے ہیں کہ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ سے آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرخ اور سفید یعنی تمام مخلوق  
کی طرف مبعوث ہیں، کفار کا مالِ غنیمت آپ کے لئے حلال کیا گیا۔ آپ کے دست مبارک  
پر بے شمار معجزے سے ظاہر ہوئے، انبیاء کرام کو جو بھی فضیلت و کرامت عطا کی گئی ویسی ہی  
عزت و شرافت حضور کو دی گئی۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک فضیلت یہ بھی  
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کو ناموں سے خطاب فرمایا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کو نبوت و رسالت کے وصف سے یاد کیا اور فرمایا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ  
يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ -

چھٹی آیت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ظَلَمَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْفَىٰ

”اے ظاہر! یا اے راہنما! ہم نے تم پر قرآن اس لئے نہیں اتارا

کہ تم مشقت اٹھاؤ۔“

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں مہربانی اور تکریم، حبیب پاک صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگی میں آپ کی مشقت اور

تکلیف روا نہیں رکھی۔

ساتویں آیت :

وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ، مَا وَدَّعَكَ

رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ، وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ

الْأُولَىٰ وَلَسَوْتَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔

”قسم ہے چاشت کی بوقت کی اور قسم ہے رات کی جب پرسکون

ہو جائے، تمہارے رب نے تمہیں چھوڑا اور نہ دشمن رکھا، بے شک

تمہارے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے، عنقریب تمہارا رب تمہیں

اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔“

ایک وقت بعض وجوہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے پہنچنے میں

دیر ہو گئی تو بے دین مشرکوں نے مشہور کر دیا کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا ہے اور دشمن رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم وحی کی تاخیر سے پریشان تھے۔ حضرت جبریل امین، بشارت کی یہ وحی لائے جس میں

اللہ تعالیٰ نے قسم یاد فرما کر چھوڑ دینے اور دشمن رکھنے کی نفی فرمائی جس کی تشہیر ملعون مشرکین

کر رہے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ نے نہ آپ کو چھوڑا

ہے اور نہ دشمن رکھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے مراتب و مناقب میں نیک

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترقی ہے اور دنیا کی نسبت آخرت میں آپ کی عزت افزائی اور زیادہ ہوگی کیونکہ آپ دنیا میں وہ سب کچھ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ آپ سے چاہتا ہے، قیامت کے روز اس کی جزا یہ ہوگی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جو درخواست کریں گے، آپ کو عطا فرمائے گا حتیٰ کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت تک ہرگز راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے گا گویا اللہ تعالیٰ اس پر بشارت آیت میں قسم یاد فرما کر فرماتا ہے کہ اے حبیب! تمہارے رب نے تمہیں نہیں چھوڑا بلکہ تمہارے عزت و شرف کے مراتب میں دن بدن اضافہ فرمائے گا، تمہاری رضامندی اور تمہیں خوش رکھنے کے لئے تمہارے کسی پیروکار اور متبع پر غضب نہیں فرمائے گا کیونکہ ان میں سے کسی پر غضب کرنا تمہیں پسند نہیں ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متبعین اور محبین پر بھی (حضور کی نسبت کے سبب) غضب نہیں فرمائے گا چہ جائیکہ حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غضب فرمائے۔

اس آیت کو میرے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی چاہتا ہے، ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور بلاشبہ محب، محبوب کی خوشی اور رضا کا طالب ہوتا ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

بگفتا وصل بہ یا ہجرانہ دوست

بگفتا ہرچہ میل خاطر اوست

”کسی نے پوچھا محبوب کی ملاقات اچھی ہے یا جدائی؟ تو محبوب نے

کہا جو محبوب کو پسند ہو“

آٹھویں آیت :

لَعَنَّاكَ اِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ

” اے حبیب! تمہاری زندگی کی قسم تحقیق قریش یا قوم لوط اپنی گمراہی

میں سرگرداں رہتے ہیں۔“

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کلام میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدت حیات کی قسم یاد فرمائی اور اس کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب تمہاری بقا کی قسم لے۔ بعض نے فرمایا تمہاری زندگی کی قسم، بعض نے فرمایا تمہاری حیات کی قسم! اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حد درجہ تعظیم و تکریم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی انسان پیدا نہیں فرمایا جو اس کی بارگاہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ معزز ہو اور میں نے نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا اللہ تعالیٰ نے کسی کی زندگی کی قسم یاد فرمائی ہو۔

حضرت ابوالجوزار فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی کی زندگی کی قسم یاد نہیں فرمائی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہ النبی میں تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے ہیں۔

نویں آیت :

لَا اُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ

وَالِدِي وَمَا وُلْدًا۔

” اے حبیب! مجھے قسم ہے اس شہر کی جس میں تم حلیدہ افرودہ ہو اور قسم

مآہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں سہ وہ خدا ہے مگر تجھ کو دیا کسی کو ملے کسی کو ملا، کہ کلام مجید نے کھائی شہر و کلام بقا کی قسم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہے جتنے والے اور جنے ہوئے کی۔“

وَأَنْتَ حَلَّ بِهَذَا الْبَلَدِ رَاے حبیب! تم اس شہر میں جلوہ افروز ہو) میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کس قدر بزرگی اور عظمت کا اظہار ہے، ہر ذوق سلیم والا اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ مَا وَكَلَدَ سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

دسویں آیت :

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ  
يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ۔

”اے حبیب! بے شک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں، سوائے

اس کے نہیں کہ وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ

ہے۔“

انہی آیات میں سے سورہ بنی اسرائیل اور سورہ نجم کی وہ آیات ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معراج کا ذکر ہے، مسجد حرام (مکہ معظمہ) سے مسجد اقصیٰ تک وہاں سے آسمانوں تک اور وہاں سے قرب خاص تک آیات مبارکہ، احادیث طیبہ، صحابہ کرام اور ائمہ دین کے اقوال ذکر کئے جائیں تو گفتگو طویل ہو جائے گی محققین صحابہ اور ائمہ مجتہدین اس کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں عرش مجید (بلکہ اس سے بھی آگے) تک جسمانی معراج ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ذات مقدسہ کی تجلی کا ویدار سر کی آنکھوں سے ہوا یا دل کی آنکھوں سے، اور دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ کے مطابق کمال قرب تک پہنچے۔

مختصر یہ کہ قرآن پاک اول سے آخر تک حضور ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلافت اور نیابت اللہ کو بیان کرتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمال اور بلندی مرتبہ پر دلیل صادق ہے، اس کے احاطہ کے لئے بڑی تفسیر درکار ہے اس جگہ جو کچھ بیان ہوا، اسی پر اکتفا کر کیا جاتا ہے کیونکہ آیات مذکورہ اس مقصد کے لئے کافی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیاء و مرسلین کے سردار، اللہ تعالیٰ کے ربار میں اولین و آخرین سے زیادہ معزز اور اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و مرسلین کا امام اور سردار بنایا اور تمام انبیاء و مرسلین سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور امداد کا وعدہ لیا اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کا طالب ہے۔

### احادیث طیبہ

اب چند احادیث نبویہ مد نظر ہوں۔

پہلی حدیث :

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ  
اللَّهَ قَسَمَ الْخَلْقَ قِسْمَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قِسْمًا  
فَذَلِكَ قَوْلُهُ أَصْحَابُ الْيَمِينِ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ  
فَأَنَا مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ وَأَنَا خَيْرُ أَصْحَابِ الْيَمِينِ  
ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَيْنِ آثَلًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمَا ثَلَاثًا  
فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَابُ



الْمَشَاقِمَةِ وَالشَّيْقُونَ الشَّيْقُونَ فَأَنَا مِنَ الشَّيْقِينَ  
وَأَنَا خَيْرُ الشَّيْقِينَ شَرَّ جَعَلَ الْأَثَلَةَ قَبَائِلَ  
فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهَا قَبِيلَةَ وَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى  
جَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ  
عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ وَأَنَا أَتَقَى وَلِدَادِمَ وَأَكْرَمَهُمْ  
عَلَى اللَّهِ تَعَالَى وَلَا فَخْرَ شَرَّ جَعَلَ الْقَبَائِلَ بِيُوتَانَا  
فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِهَا بَيْتًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى  
إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ  
الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا -

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے مخلوق یعنی جن اور انسان کی دو  
قسمیں فرمائیں مجھے ان میں سے بہترین قسم میں سے بنایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ  
کا فرمان ایک قسم اصحابِ مہین ہے اور دوسری قسم اصحابِ شمال، میں اصحابِ  
مہین میں سے ہوں اور اصحابِ مہین میں سے بہتر ہوں، پھر ان دو قسموں  
کی تین قسمیں بنائیں اور مجھے ان میں سے بہتر قسم میں بنایا، یہ ہے  
اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ایک قسم خوش بخت ہے، دوسری بد بخت، تیسری  
نیکی میں سبقت کرنے والے، میں سابقین میں سے ہوں اور سابقین میں  
سے بہتر، پھر اللہ تعالیٰ نے ان تین قسموں کو قبیلے بنایا اور مجھ ان میں  
سے بہترین قبیلے میں بنایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد، ہم نے تمہیں اصول  
اور گروہ بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تحقیق تم میں اللہ تعالیٰ کے  
نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جائنے والا خبر والا ہے، میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا، پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل کو گھروں میں تقسیم فرمایا اور مجھے بہترین گھر میں پیدا فرمایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا قول کہ اللہ تعالیٰ انہیں چاہتا مگر یہ کہ پیدری دور کرے تم سے اسے اہل بیت اور تمہیں پاک کرے

پاک کرنا“

دوسری حدیث :

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا :

أَنَا أَكْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عِنْدَ رَبِّي وَلَا فَخْرَ

”میں اپنے رب کے نزدیک اولادِ آدم میں سب سے زیادہ

عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا“

تیسری حدیث :

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا :

أَنَا أَكْرَمُ آلَةِ قَالِبَيْنَ وَالْآخِرِينَ وَلَا فَخْرَ

”میں پہلی اور سچلی تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہوں اور

میں اس پر فخر نہیں کرتا“

چوتھی حدیث :

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

آتَانِي جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِي قَلْبُكَ  
مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمَّا سَأَرَ جُلًّا أَفْضَلَ  
مِنْ مُحَمَّدٍ وَكُرَامَ بَنِي أَبِي أَفْضَلَ مِنْ  
بَنِي هَاشِمٍ

”میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے، انہوں نے مجھے کہا کہ  
میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھپان ڈالے لیکن میں نے حضور  
سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہیں دیکھا اور کسی باپ کے بیٹے بنو ہاشم  
سے زیادہ فضیلت والے نہیں دیکھے“

پانچویں حدیث :

ابن وہب راوی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :  
” اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب! مجھ سے مانگ! میں نے  
عرض کیا اے پروردگار! میں تجھ سے کیا مانگوں؟ تو نے حضرت ابراہیم  
کو خلیل بنایا، حضرت موسیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا، حضرت نوح کو بونگیزہ  
فرمایا حضرت سلیمان کو وہ سلطنت دی کہ ان کے بعد کسی کے لائق نہیں  
(علیہم السلام) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب! میں نے جو کچھ تمہیں دیا وہ  
ان سب سے بہتر ہے۔ میں نے تمہیں جو عرض کوثر دیا، تمہارا نام اپنے نام

سے امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں سے

یہی بولے سدرہ والے عین جہاں کے تھالے

سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا

تجھے یک نے یک بنایا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے ساتھ رکھا کہ آسمانوں میں پکارا جاتا ہے، تمہارے لئے اور تمہاری امت کے لئے زمین کو پاک کرنے والی بنایا (اس سے تمہیں کیا جاسکتا ہے) تمہارے طفیل تمہارے اگلوں اور پھلوں کے گناہ معاف کر دئے، تم لوگوں میں اس حال میں چلتے ہو کہ تمہارے طفیل گناہ بخش دئے گئے ہیں، یہ اعزاز و اکرام تم سے پہلے کسی کو نہیں دیا، تمہاری امت کے دل مصحف بنا دئے کہ وہ قرآن پاک یاد کرتے ہیں، تمہارے لئے میں نے شفاعت محفوظ رکھی تمہارے سوا کسی پیغمبر کے لئے شفاعت محفوظ نہیں رکھی۔“

چھٹی حدیث :

طویل حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہا :  
مَا أَكْرَمَكَ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ سَعَكَ وَمَلَكَتْ  
” اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی کتنی عزت ہے، تحقیق اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور اس کے فرشتے “

ساتویں حدیث :

شفاعت شریف میں ابو محمد مکی اور ابواللیث سمرقندی وغیرہما سے منقول ہے :  
” حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کے بعد کہا اے اللہ! محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میری لغزش معاف فرما، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا تم نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہاں سے پہچانا؟ آدم علیہ السلام نے کہا میں نے جنت میں ہر جگہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا، ایک روایت میں ہے  
مُحَمَّدٌ عَبْدِي وَرَسُولِي (محمد میرے بند سے اور رسول ہیں)  
اس سے پہلے نبیوں کے ناموں میں نہ دیکھتا تھا کہ تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے

ہیں، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور ان کی لغزش معاف فرمادی، اس کلام کے قائل کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَتَلَكُنِي اٰدَمُ مِنْ سَرِيَةٍ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيَّ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی، کا یہی مطلب ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے پروردگار! جب تو مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھایا، دیکھا کہ عرش مجید پر لکھا ہوا تھا ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ پس میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک کسی کا مقام اس ذاتِ کریم سے بلند نہیں ہے، جن کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ جمع کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہاری اولاد میں سے آخری پیغمبر ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہیں بھی پیدا نہ فرماتا۔

بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد تھی۔ ایک روایت میں ہے ان کی کنیت ابو البشر تھی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت میں باپ ہونے کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماسوا کسی کی طرف نہ تھی۔

شرح بن یونس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر گشت لگاتے ہیں اور اس گھر والوں کی کثرت سے زیارت کرتے ہیں جس میں احمد یا محمد نام والا کوئی شخص ہو، یہ فرشتوں کی طرف سے تعظیم ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔

ملہ حضرت سیدی شیخ ابن الفارض قدس سرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی کہتے ہیں کہ

انی وان كنت ابن ادم صورة فلي فيه معني شاهد بابوتي

”میں اگرچہ ظاہر کے لحاظ سے آدم علیہ السلام کا بیٹا ہوں، میرے اندر ایک ایسا معنی ہے جو میرے باپ ہونے پر شاہد ہے“

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قاضی ابن قانع، ابو حمزہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا  
جب فرشتے مجھے آسمان پر لے گئے تو میں نے دیکھا عرش پر لکھا ہوا تھا لا الہ الا  
اللہ محمد رسول اللہ۔

آنکھوں کی حدیث :

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جنت کے دروازے  
پر لکھا ہوا ہے :

انی انا اللہ لا الہ الا انا، محمد رسول اللہ  
لا اعذب من قالہا۔

”بے شک میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے

رسول ہیں، اس کلمہ کے کہنے والے کو میں عذاب نہیں دوں گا۔“

امام جعفر صادق اپنے والد ماجد محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں  
کہ قیامت کے دن ایک عمار کرنے والا کہے گا کہ :

”جس کا نام محمد ہے اُٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے، یہ نبی

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک کی تعظیم ہوگی۔“

نویں حدیث :

مشکوٰۃ شریف میں ہے، حضرت امام جعفر صادق اپنے والد ماجد سے

راوی ہیں :

ان رجلا من قریش دخل علی ابیہ علی بن الحسین

فقال الا احدثک عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم قال بیاتی حدیثنا عن ابی القاسم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

” ایک قریشی، حضرت محمد باقر کے والد علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت علی بن حسین نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان نہ کروں؟ اس شخص نے کہا ہاں مجھے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کیجئے“

قَالَ لَمَّا مَرِحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَاهُ جِبْرِئِيلُ-

” علی بن حسین نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوئی تو آپ کی خدمت میں جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے“  
فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ تَكْرِيمًا  
لَكَ وَتَشْرِيفًا لَكَ خَاصَّةً لَكَ يَسْأَلُكَ عَنْهَا هُوَ  
أَعْلَمُ بِمِنْكَ يَقُولُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ أَجِدُنِي  
يَا جِبْرِئِيلُ مَغْسُومًا وَأَجِدُنِي يَا جِبْرِئِيلُ مَكْرُوبًا-

” جبرئیل امین نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی تکریم و تشریف کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے، اس چیز کے بارے میں پوچھتا ہے جسے وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے، فرماتا ہے اے حبیب! تم اپنا مزاج کیا پاتے ہو؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل! میں اپنے آپ کو نمگین اور تکلیف میں پاتا ہوں“

ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّانِي فَقَالَ لَهُ ذَلِكَ فَرَدَّ عَلَيْهِ

التَّيْبِي صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَا سَرَدًا أَوَّلَ يَوْمٍ  
ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّلَاثِ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ يَوْمٍ

وَمَا دَعَاكَ كَمَا سَأَلَكَ عَلَيْهِ -

”پھر حضرت جبریل علیہ السلام دوسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی بات عرض کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہی پہلے دن والا جواب دیا، پھر حضرت جبریل علیہ السلام تیسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی کچھ کہا جو پہلے روز کہا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں وہی جواب دیا“

وَجَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ يُقَالُ لَهُ إِسْمَاعِيلُ عَلَى مِائَةِ  
أَلْفِ مَلَكٍ كُلُّ مَلَكٍ عَلَى مِائَةِ أَلْفِ مَلَكٍ فَاسْتَأْذَنَ  
عَلَيْهِ فَنَسَأَلَهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ جِبْرَائِيلُ هَذَا مَلَكُ  
السَّمَوَاتِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ مَا اسْتَأْذَنَ عَلَى آدَمَ  
قَبْلَكَ وَلَا يَسْتَأْذِنُ عَلَى آدَمَ بَعْدَكَ فَقَالَ انْذِنْ  
لَهُ فَأَذِنَ لَهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ -

”اور حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ آیا جسے اسمعیل کہتے ہیں وہ ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے ان میں سے ہر ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم مقرر ہے، انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضری کی اجازت طلب کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس فرشتے کے بارے میں پوچھا جسے اسمعیل کہتے ہیں (استنہ میں ملک الموت حاضر ہوئے) حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ملک الموت ہیں آپ سے اجازت چاہتے ہیں، انہوں نے آپ سے پہلے کسی انسان سے اجازت نہیں لی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت لیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اجازت دے دو، حضرت جبریل نے انہیں اجازت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



دی تو انہوں نے (حاضر ہو کر) سلام عرض کیا:

ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ سَلْتَنِي إِلَيْكَ  
فَإِنْ أَمَرْتَنِي أَنْ أَقْبِضَ رُوحَكَ قَبَضْتُ وَإِنْ  
أَمَرْتَنِي أَنْ أَشْرُكَ شَرَكْتُ فَقَالَ وَتَفْعَلُ يَا مَلِكَ  
السَّمَوَاتِ قَالَ نَعَمْ بِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأُمِرْتُ أَنْ  
أَطِيعَكَ.

” پھر ملک الموت نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے

آپ کی طرف بھیجا ہے، اگر آپ فرمائیں تو آپ کی روح قبض کر لوں اور  
اگر آپ فرمائیں تو قبض نہ کروں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو  
میرے کہنے پر عمل کرے گا؟ انہوں نے کہا ہاں، مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے  
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی اطاعت کروں۔“

قَالَ فَنَظَرَ الْمَلَكُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِلَى جِبْرِئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ جِبْرِئِيلُ يَا مُحَمَّدُ  
إِنَّ اللَّهَ قَدِ اشْتَقَ إِلَى لِقَائِكَ فَقَالَ السَّجِي صَلَّى  
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلِكَ السَّمَوَاتِ إِمْرًا بِمَا أُمِرْتُ  
بِهِ فَقَبَضَ رُوحَهُ.

” راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل

علیہ السلام کی طرف دیکھا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ  
کی ملاقات کا اشتاق ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:  
اے ملک الموت! تجھے جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کر چنانچہ انہوں نے  
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی۔“

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس حدیث سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت، جلالت اور محبوبیت معلوم کی جاسکتی ہے، حضرت جبریل امین کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عیادت اور مزاج پر مہمی کے لئے حاضر ہونا، حضرت ملک الموت کا زیارت اور روح قبض کرنے کے لئے حاضر می کی اجازت طلب کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا پابند ہونا اور حضرت جبریل امین کا یہ غرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا شائق ہے، ایسے امور میں جن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بارگاہ الہی میں مقام و منصب معلوم کیا جاسکتا ہے۔

دسویں حدیث :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث معراج میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کا ذکر کیا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گفتگو بیان کی ہے، فرماتے ہیں :

إِنَّمَا مَحَمَّدٌ أَتَانِي عَلَى سَائِرِ

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کی تعریف کی“

فَقَالَ كُلُّكُمْ أَتَانِي عَلَى سَائِرِهِ وَأَنَا أَتَانِي عَلَى سَائِرِي

”حضور نے فرمایا تم میں ہر ایک نے اپنے رب کی تعریف کی، اب میں

اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں“

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي آتَانِي سَكِينًا رَاحَةً لِلْعُلَمَاءِ

وَكَافَّةً لِلنَّاسِ أَجْمَعِينَ بِشَيْرٍ وَأَوْسَدِيرًا-

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے تمام جہانوں کے

لئے رحمت بنا کر بھیجا اور تمام انسانوں کے لئے خوشخبری اور ڈر بنانا ہوالا

بنا کر بھیجا“

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وَأَنْزَلَ عَلَيَّ الْفُرْقَانَ فَيُبَيِّنُ لِي كُلَّ شَيْءٍ

” اور مجھ پر قرآن پاک اتارا جس میں ہر شے کا بیان ہے “

وَجَعَلَ أُمَّتِي أُمَّةً قَسَطًا

” اور میری امت کو بہترین امت بنایا “

وَجَعَلَ أُمَّتِي هُمًّا لَّا وَلُونَ وَهُمْ الْأَخِرُونَ

” اور میری امت کو (جنت میں داخل ہونے میں) پہلی امت اور

وجود کے اعتبار سے آخری امت بنایا “

وَشَرَحَّ لِي صَدْرِي وَوَضَعَ عَنِّي وَنَزَرِي

” اور میرے دل کو علوم و حکم کیلئے کھول دیا اور میرے لئے تبلیغ و

رسالت کا بوجھ آسان فرما دیا “

وَمَا فَعَزَّ ذِكْرِي وَجَعَلَنِي فَاتِحًا وَخَاتِمًا

” اور میرا ذکر بلند فرمایا، مجھے تمام اولین و آخرین میں فاتح (اول)

اور تمام انبیاء و مرسلین کا خاتم بنایا “

فَقَالَ اِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهَذَا فَضَّلَكُمْ

مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

” حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے نبی! اے نبی! اسی لئے محمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے افضل ہوئے ہیں “

گیارہویں حدیث :

یہ بھی احادیث میں وارد ہے :

فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ تَعَالَى قَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِيبًا

فَهُوَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ مُحَمَّدٌ حَبِيبُ الرَّحْمَنِ -

Click For More Books

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہیں محبوب بنا لیا، توراہ میں لکھی

ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں“

وَأَمَّا سَأَلْنَا إِلَى النَّاسِ كَأَفٍّ وَجَعَلْنَا  
أُمَّتَكَ هُمْرًا لَوْنٍ وَالْأَخْرُونَ -

”ہم نے تمہیں تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور تمہاری

امت کو سعادت میں پہلی اور وجود میں آخری امت بنایا“

وَجَعَلْنَا أُمَّتَكَ لَا يَجُوزُ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتَّى  
يَشْهَدُوا أُمَّتَكَ عَبْدِي وَسَوْ لِي -

”اور آپ کی امت پر لازم کیا کہ ان کے لئے کوئی خطبہ جائز نہیں جب

تک یہ گواہی نہ دیں کہ آپ میرے عبد خاص اور رسول ہیں“

وَجَعَلْنَا أَوَّلَ النَّبِيِّينَ خَلْقًا وَآخِرَهُمْ بَعَثْنَا

”اور میں نے تمہیں خلقت میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب

سے آخر بنایا“

وَأَعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ

الْعَظِيمَ -

”اور میں نے تمہیں سب سے مثنوی (سورہ فاتحہ جس کی سات آیتیں ہیں

یا سات طوال سورتیں) دی اور قرآن عظیم“

وَأَعْطَيْتُكَ خَوَاتِمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ كَنْزٍ تَحْتَ عَرْشِي

لَمَّا أَعْطَيْتُهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَخَاتِمًا -

”اور میں نے تمہیں اس خزانے سے جو عرش کے پیچھے ہے سورہ بقرہ

کی آخری آیتیں دیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں اور میں نے تمام انبیاء

سے اول اور آخر بنایا“

بارہوی حدیث :

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبِيَدِي  
لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ مَا مِنْ شَيْءٍ تَوَسَّلَ  
إِلَيْهِ مِنْ دُونِ إِلَّا تَحْتَ لِيَوَائِي وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ  
تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ۔

”قیامت کے روز میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا اور میرے  
ہاتھ میں لوار الحمد (حمد کا جھنڈا) ہوگا، اس دن آدم علیہ السلام اور ان کے  
ماسوا تمام نبی میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں ہی وہ پہلا  
شخص ہوں گا جو زمین سے نکلوں گا اور میں فخر نہیں کرتا“

یزہوی حدیث : أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَكُونَ إِبْرَاهِيمُ وَعِيسَى فِيكُمْ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْتُمْ فِي أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

”کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم اور  
حضرت عیسیٰ تم میں ہوں گے اور یہ دونوں حضرات قیامت کے دن  
میری امت میں ہوں گے“

مختصر یہ کہ اس سلسلے میں آیات و احادیث اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے  
احاطے کے لئے کئی دفتروں کی ضرورت ہے، اگر کوئی شخص ان کو جمع کرنے کا ارادہ  
کرے اور تمام زندگی اس مبارک مصروفیت میں صرف کر دے تو اللہ تعالیٰ کے  
عطیات اور بے شمار مناقب جو اللہ تعالیٰ نے سیدِ ممکنات، سرورِ کائنات اور خلاصہ  
مخلوقات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں، میں سے ہزاروں حصہ اور بے حد  
حساب میں سے معمولی مقدار بھی جمع نہیں کر پائے گا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو اعزاز و اکرام اور فضائل جمیلہ و مناصبِ جلیلہ عطا فرمائے ہیں، ان میں سے بعض آپ نے ملاحظہ کر لئے، اب گوشِ دل اور کامل توجہ سے سنئے کہ جب معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ کبریا میں وہ وجاہت، عزت، مرتبہِ محبوبیت اور مقامِ مقبولیت حاصل ہے کہ اس میں اولین و آخرین اور انبیاء و مرسلین میں سے کسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریکت اور ہمسری حاصل نہیں ہے اور اس سے پہلے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ وجاہت، عزت اور مرتبہِ محبوبیت، شفاعت اور سفارش کی مقبولیت کا سبب ہے تو اب جان لینا چاہئے کہ شفاعتِ کبرئۃ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص منصب ہے حضور کی شفاعت بلاشبہ مقبول و مستجاب ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن شفاعت کرنے والوں کے سردار، سب سے اول اور سب سے افضل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات تمام بہانوں کے لئے رحمت، جنوں انسانوں اور فرشتوں کے لئے بلجاؤ و ماویٰ ہے، مشرکین مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجودِ فاضل الجود کی برکت سے مکہ مکرمہ میں عذابِ الہی سے محفوظ رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَا كَانَ لِلَّهِ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ

”اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ کفارِ مکہ کو عذاب دے جبکہ اے حبیب!

تم ان میں موجود ہو“

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو اللہ

تعالیٰ نے مشرکوں کو عذاب میں مبتلا فرما دیا، مومنوں کو ان پر غالب و مسلط فرما دیا،

مسلمانوں کی تلواریں ان کے لئے حاکم بنا دیں اور ان کی زمینیں، علاقے اور مال مسلمانوں

کو بطورِ غنیمت عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَا لَهُمْ حَرَّانَ لَا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ

”ان کی کیا حیثیت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے (کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ لے کر تشریف لے گئے ہیں جن کی ذات مبارکہ ان کے لئے باعث امن تھی)“

شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | جرائم کی معافی اور درجات کی بلندی کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

شفاعت کا مقبول ہونا کتاب و سنت سے ثابت ہے۔

چند آیات مبارکہ ملاحظہ ہوں :

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

ظاہر ہے کہ ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت کا چاہنا ان کے لئے شفاعت ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ ان کے لئے شفاعت کیجئے، اب دوسری صورتیں ہیں یہ شفاعت مقبول ہو یا نامقبول، دوسری صورت باطل ہے کیونکہ اس وقت لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا امر عبث اور بے فائدہ ہو بلکہ ناپسندیدہ مزاح یا وعدہ کی خلاف ورزی ہو، اللہ کی پناہ ایسی بات سے، تو پہلی صورت متعین ہوگئی اور وہی مقصود ہے (کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت مقبول ہے)

۲ : وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا تَهَيَّيًّا۔

”اگر وہ منافق جس وقت (نفاق سے) اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (معذرت کے لئے) تمہارے پاس آجائیں، پھر (نفاق سے) توبہ کرتے ہوئے

Click For More Books

اور اخلاص اختیار کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کریں اور رسول ان کے لئے دیکیرہ گناہوں کی مغفرت طلب کریں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم فرمانے والا پائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا منافقین کی توبہ قبول کرنا اور ان پر رحم فرمانا اس بات پر معلق ہے کہ یہ اپنے نفاق کی مغفرت چاہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے ان کے کیرہ گناہوں کی مغفرت طلب کریں، اور اگر معاذ اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کو کسی قسم کا دخل نہ ہو تو **وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ** کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

تفسیر مبارک میں ہے :

” ایک اعرابی نے حاضر ہو کر اپنے آپ کو روضہ مقدسہ پر گرا دیا اور روضہ منورہ کی خاک مبارک کو اپنے سر پر ڈال کر عرض پر داندہ ہوا کہ اے رسول خدا! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، میں توبہ واستغفار لایا ہوں آپ میری مغفرت کی دعا کریں، روضہ مبارک سے آواز آئی تیرا گناہ بخش دیا گیا۔“

ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری اور وفات کے بعد شفاعت کا مفید ہونا برابر ہے اور بہر صورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہ الہی میں وجاہت حاصل ہے اور اس کمال الجلال اور جمیل الکمال ہستی کی محبوبیت ظاہری حقیقی اور وصال کے بعد بارگاہ ایزدی میں یکساں طور پر قبولیت شفاعت کا سبب ہے۔

۳۔ **وَ لِلْآخِرَةِ خَيْرٌ مِّنَ الْأُولَىٰ وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔**

”تحقیق آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے (یعنی آخرت میں آپ کا



مقام اور بلند ہو جائے گا اور قیامت کے دن آپ تمام مخلوق کے محبوب و  
مأویٰ ہوں گے اور تحقیق تمہارا پروردگار نہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔  
اس آیت سے دو طرح استدلال کیا جاسکتا ہے :

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں مومن مردوں اور  
عورتوں کی مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا اور ظاہر ہے کہ جو کسی سے کوئی چیز طلب کرتا  
ہے اس پر راضی نہیں ہوگا کہ اس کی درخواست رد کر دی جائے وہ اسی صورت میں خوش  
ہوگا کہ اس کی درخواست قبول کر لی جائے، اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ فرمایا ہے کہ  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے لہذا یہ مومن  
مردوں اور عورتوں کے لئے کی جانے والی شفاعت کے قبول کرنے کا پختہ وعدہ  
ہے۔

(۲) احادیث کثیرہ وارد ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی اسی میں  
تھی کہ امت کے گنہگار بخشے جائیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی امت  
کے گنہگاروں کی چارہ سازی میں مصروف رہتے تاکہ وہ آگ کے عذاب سے نجات  
پائیں، پس یہ مؤکد وعدہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے بارے میں  
وارد ہوا ہے، یہ اس امر کا وعدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجاہت اور محبوبیت  
کے سبب امت کے مجرموں کو رپا کر دیا جائے گا، احادیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت  
نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِذَا لَأَ اسْرَضِي وَوَأَحَدًا مِّنْ أُمَّتِي فِي السَّاءِ  
”تب تو میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک  
امتی بھی آگ میں رہے گا۔“

اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اپنے ہر امتی کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

أَهْلُ الْقُرْآنِ يَقُولُونَ آمُرُجِي آيَةَ قَوْلِهِ تَعَالَى  
يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَآمَنَّا  
أَهْلُ الْبَيْتِ فَيَقُولُونَ آمُرُجِي آيَةَ قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَسَوْفَ  
يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ إِنَّهَا الشَّفَاعَةُ لِيُعْطِيَهَا  
فِي أَهْلِ لَدَائِلِهِ إِلَّا لِلَّهِ حَتَّىٰ يَقُولَ رَبِّ حَبِيبٌ -

” اہل قرآن (عامۃ المسلمین) کہتے ہیں کہ وہ آیت جس سے بہت امید بندھتی

ہے یہ ہے : يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ

(اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو)

لیکن اہل بیت کرام فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ امید دلانے والی آیت یہ

ہے : وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ بے شک یہ

عظیہ شفاعت ہے جو اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کے ہاتھ

میں دے گا یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں گے کہ میں رضی

ہو گیا ہوں “

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

رَضِيَ جَدِّي أَنَّ لَا يَدْخُلُ النَّاسَ أَحَدًا

” میرے جد امجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی یہ ہے کہ کوئی توحید

کا پرستار آگ میں داخل نہ ہو “

مشکوٰۃ شریف میں صحیح مسلم شریف کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمرو

بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

إِنَّ الْمَنِّيَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِي قَوْلَ اللَّهِ  
تَعَالَى رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ  
تَبِعَنِي فَيَأْتَهُ مِنِّي وَقَالَ عَيْنِي إِنْ تَعَدَّ بِهِمْ فَإِنَّهُمْ  
عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي وَبِكِي  
فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا جِبْرَائِيلُ إِذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ  
وَرَبِّكَ أَعْلَمُ فَاسْأَلْهُ مَا يُبْكِيهِ فَإِنَّا هُوَ جِبْرَائِيلُ  
فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ سَأَلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِجِبْرَائِيلَ إِذْهَبْ  
إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّمَا سَأَلْتُ فِي أُمَّتِكَ وَالنَّبِيِّ  
”تحقیق نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی“ اسے

پروڈگار! بے شک تو نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے پس جو  
میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہے“ (یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا  
ہے) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ  
تیرے بندے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ نے دست مبارک اٹھائے اور کہا  
اسے اللہ! میری امت، میری امت (کو بخش دے) اور رو دے اللہ تعالیٰ  
نے حضرت جبریل کو فرمایا اسے جبریل! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس  
جا حالانکہ تیرا رب بہتر جانتا ہے اور پوچھ کہ انہیں کونسی چیز لاتی ہے حضرت  
جبریل بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور رونے کا سبب پوچھا، حضور نے وہ  
کلمات بتائے (جو دعائیں کہے تھے) اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو فرمایا میرے  
حبیب کی خدمت میں جاؤ اور کہو تمہیں تمہاری امت کے بارے میں خوش  
کردیں گے اور تمہیں ناخوش نہیں کریں گے۔“

اس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت و رحمت اور اللہ تعالیٰ کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے رحمت و محبت اور رضا جوئی اور امت کے حق میں حضور کی شفاعت کا قبول کرنا یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں معلوم کیا جاسکتا ہے۔

(۴) عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْتُمًا

”قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز فرمائے“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ قیامت کے دن لوگ جماعتوں کی صورت میں پھریں گے، ہر امتی اپنے پیغمبر کے پاس جائے گا اور کہے گا، ہماری شفاعت کیجئے، حتیٰ کہ آخر میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شفاعت کی درخواست کریں گے، پس وہی دن ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ (مقام محمود) شفاعت (عامہ) ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قیامت کے دن لوگ جمع کئے جائیں گے، میں اور میری امت بلندی پر

ہوں گے، مجھے میرا رب سبز حلقہ پہنائے گا، پھر میں وہ کچھ عرض کروں گا جو

اللہ تعالیٰ چاہے گا، یہی مقام محمود ہوگا“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مقام محمود، عرش مجید کی دائیں جانب وہ مقام ہے جہاں میں کھڑا ہوگا“

وہاں اور کوئی کھڑا نہ ہوگا، اس مقام پر پہلے اور پچھلے رشک کریں گے۔  
ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : مقام محمود وہ  
ہے جہاں میں اپنی امت کی شفا عنیت کرونگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں :

يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ حَيْثُ  
يَسْمَعُهُمُ الدَّاعِيَ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصْرُ حُفَاةً عُرَاةً  
كَمَا خُلِقُوا اسْكُونًا لَا تَشْكُمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ -

”اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ایسی ہموار زمین میں جمع فرمائے گا کہ پکارنے  
والے کی آواز اور نظر ان سب تک پہنچے گی، تمام کے پاؤں اور جسم پیدائش  
کے دن کی طرح برہنہ ہوں گے، سب خاموش ہوں گے اور کوئی اللہ تعالیٰ  
کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر سکے گا۔“

فَيُنَادِي مُحَمَّدًا فَيَقُولُ لَيْتَكَ وَسَعْدَيْكَ  
وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ وَالْمُهْتَدِي  
مَنْ هَدَيْتَ وَعَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَ لَكَ الْحَمْدُ  
وَإِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ  
سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَيْتِ فَذَلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ  
الَّذِي ذَكَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى -

”پس اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارے گا تو حضور صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کریں گے میں تیری اطاعت کے لئے حاضر ہوں  
اور نیک بختی تیری ہی طرف سے ہے، ہر اچھائی تجھی سے ہے اور ہر برائی  
تیری طرف منسوب نہیں ہے (یا یعنی ہے کہ برائی تیری طرف اور پر نہیں جاتی)

ہدایت پانے والا وہ ہے جسے توبہ ہدایت دے اور تیرا بندہ تیری بارگاہ  
میں اطاعت کے لئے حاضر ہے، حمد تیرے لئے ہے اور تیری طرف  
رجوع کرنے والی ہے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی جلتے پناہ نہیں تو بابرکت  
اور بلند ہے، اسے رب کعبہ تیرے لئے پاکیزگی ہے، تو یہ مقام محمود  
ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے :

إِذَا دَخَلَ أَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَأَهْلُ الْجَنَّةِ  
الْجَنَّةَ فَتَبْقَىٰ اخِرَةٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَآخِرَةٌ  
مِّنَ النَّارِ فِي النَّارِ فَيَقُولُ مَرَّةً النَّارُ لِمَرَّةٍ  
الْجَنَّةُ مَا نَفَعَكُمْ إِيمَانُكُمْ فَيَدْعُونَ رَبَّهُمْ  
يَضِجُونَ فَيَسْمَعُهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَسْأَلُونَ أَدَمَ  
وَعَبْرَةَ بَعْدَكَ فِي الشَّفَاعَةِ لَهُمْ فَكُلٌّ يَعْتَذِرُ حَتَّىٰ  
يَأْتُوا مُحْتَمِدًا فَيَشْفَعُ لَهُمْ فَذَلِكَ الْمَقَامُ  
الْمَحْمُودُ -

” جب دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک  
آخری گروہ جنت سے رہ جائے گا اور ایک جہنمی گروہ جہنم سے رہ جائے گا،  
جہنمی گروہ جنتی گروہ کو کہے گا کہ تمہیں تمہارے ایمان نے نفع نہ دیا، یہ جنتی گروہ  
اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا اور وہ آہ و زاری کرے گا جسے اہل جنت سن  
لیں گے، یہ لوگ پہلے آدم علیہ السلام سے پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام سے  
کہیں گے کہ ہماری شفاعت کیجئے، تمام انبیاء کرام عذر کریں گے پھر یہ لوگ  
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لہ شفاعت شریف . ج ۱ ص ۱۳۶

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ان کی شفاعت کریں گے، تو یہ ہے مقام محمودؑ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید فقیر کو فرمایا تم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں سنا جس پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فائز فرمائے گا، یزید نے کہا ہاں، حضرت جابر نے فرمایا وہ مقام محمد ہے جس کا نام مقام محمود رکھا گیا ہے۔ اس مقام کی بدولت اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو دوزخ سے نجات عطا فرمائے گا، پھر حضرت جابر نے وہ حدیث بیان کی جس میں اس امت کے دوزخیوں کو دوزخ سے نکلانے کی شفاعت کا ذکر ہے، اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا یہی مقام محمود ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا ہے۔ حضرت شیبان فرماتے ہیں مقام محمود، قیامت کے دن امت کی شفاعت ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں :

كَانَ أَهْلُ الْعِلْمِ يَسْتَدْرُونَ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ  
شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

” اہل علم، مقام محمود، قیامت کے دن کی شفاعت کو قرار دیتے تھے“

اب احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں :

۱- حدیث صحیح ہے :

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ بِيَدِ كُفْرٍ بِهَا وَاجْتِبَاءُ  
دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

۱۴ حضرت حسن رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

فقط اتنا سبب ہے انفرادی بزمِ محشر کا

کمان کی نشانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

”ہر نبی کے لئے ایک (یقینی) مقبول دعا ہے جو مانگ سکتے ہیں، میں نے اپنی دعا چھپا رکھی ہے تاکہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کروں“ اہل علم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر نبی کے لئے ایک ایسی دعا ہوتی ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے اور دعا کہتے ہی اس کا قبول ہونا یقینی ہوتا ہے ورنہ ہر پیغمبر کی بے شمار دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقبول دعائیں تو حد و حساب سے باہر ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اور دعا اپنی امت کے لئے یقیناً مقبول ہوگی۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا شَفَعَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا كَثْرَةُ مِسْأَتِي الْأَمْرِ مِنْ حَجَرٍ وَشَجَرٍ۔

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ تحقیق میں قیامت کے دن، زمین کے پتھروں اور درختوں سے زیادہ انسانوں کی شفاعت کروں گا“

۳۔ حدیث کی صحیح کتابوں میں ہے :

قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ وَالسَّلَامُ يَجْمَعُ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَهْتَمُونَ أَوْ قَالَ فَيُلْهِمُونَ فَيَقُولُونَ لَوْ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى سَائِبِنَا۔

”آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا پس تمام نمکین ہو جائیں گے یا فرمایا (راوی کو شک ہے) انہیں الہام کیا جائیگا کہ شفاعت طلب کرنے کے لئے جائیں



تو وہ کہیں گے کتنا اچھا ہوتا کہ ہم دربارِ الہی میں کسی کو شفیع بناتے :-  
بعض روایات میں آتا ہے :

سَاجِدِ النَّاسِ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ  
”بعض لوگ بعض سے ٹکرائیں گے“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

فَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ  
مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُونَ لَا تَنْظُرُوا  
مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ۔

”آفتاب قریب ہو جائے گا اور لوگوں کو اتنا غم لاحق ہوگا جس کی طاقت

نہیں رکھیں گے اسے برداشت نہیں کر پائیں گے تو آپس میں کہیں گے  
کیا تم ایسی ہستی کو نہیں ڈھونڈنے جو تمہاری شفاعت کرے :

فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبُو الْبَشَرِ  
خَلَقَكَ اللَّهُ بِسِيْدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَ  
أَسْكَنَكَ جَنَّتَهُ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ  
أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ إِشْفَعْنَا لِنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّىٰ يُرِيحَنَا  
مِنْ مَكَانِنَا إِلَّا تَرَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ۔

”پس حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے اور عرض کریں  
گے، آپ ابو البشر آدم ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے بہت قدرت سے  
پیدا کیا اور آپ کے جسم مبارک میں اپنی (مخلوق) روح پھونکی، آپ کو  
اپنی جنت میں جگہ دی، اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور آپ کو  
ہر شے کے نام سکھائے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے

تاکہ ہمیں اس مشکل جگہ سے نجات عطا فرمائے، کیا آپ اس مشکل کو ملاحظہ نہیں فرماتے جس میں ہم مبتلا ہیں؟

فَيَقُولُ إِنَّ سَرَّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ  
قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَفَهَانِي  
عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبُّوا إِلَى  
غَيْرِي إِذْ هَبُّوا إِلَى نُوحٍ -

” حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے، بے شک آج اللہ تعالیٰ کا ایسا غضب ظہور پذیر ہوا ہے کہ اس سے پہلے اس نے ایسا غضب نہیں فرمایا اور نہ ہی آئندہ فرمائے گا، مجھے اللہ تعالیٰ نے پورے سے منع فرمایا تھا، مجھ سے لغزش ہوئی جاؤ کسی اور کے پاس، نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔“

ضَيَّاتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَوْلَىٰ الرَّسُولِ  
إِلَى الْأَهْلِ الْأَرْضِ وَسَمَّكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا  
أَلَا تَرَىٰ مَا تَحْنُ فِيهِ إِلَّا تَرَىٰ مَا بَلَّغْنَا إِلَّا تَشْفَعُ  
لَنَا عِنْدَ سَرِّكَ؟

” پھر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ اہل زمین کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام ”عبد شکور“ (شکر گزار بندہ) رکھا، کیا آپ ہماری مصیبت ملاحظہ نہیں فرماتے؟ کیا آپ ہمیں پہنچنے والی اذیت نہیں دیکھتے؟ کیا آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت نہیں کریں گے؟“

فَيَقُولُ إِنَّ سَرَّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ

قَبْلَهُ وَلَا يَعْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ نَفْسِي نَفْسِي -

” حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے تحقیق میرے رب نے ان ایسا غضب کیا ہے کہ نہ اس سے پہلے ظاہر فرمایا اور نہ آئندہ ظاہر فرمائے گا اور فرمائیں گے نفسی نفسی (آج تو مجھے اپنا خیال ہے :-)

حضرت انس کی روایت میں ہے :

وَيَذُكُرُ مَخْطِئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ سُؤَالَهُ سَأَلَهُ  
بِغَيْرِ عِلْمٍ -

” حضرت نوح علیہ السلام اپنی اس لغزش کا ذکر کریں گے کہ انہوں نے لاعلمی میں اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا تھا :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے :

وَقَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي

” حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے میرے لئے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے لئے کر دی تھی :-

إِذْ هَبُوا إِلَىٰ غَيْرِي إِذْ هَبُوا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ  
خَلِيلُ اللَّهِ -

” کسی اور کے پاس جاؤ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کہ

وہ اللہ کے خلیل ہیں۔

فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ نَسِيتَ اللَّهَ  
وَخَلِيلَهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ إِنَّا شَفَعْنَا عِنْدَكَ سَائِلَكَ  
آلَا تَرْجِعُ إِلَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ -

” پھر تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے خلیل ہیں،

[Click For More Books](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ہماری تکلیف ملاحظہ نہیں فرماتے؟

فَيَقُولُ إِنَّ رَأْيِي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا فَدَاكَ كَرَمِثْلَهُ وَيَدُّكَ كَرَمِثْلَتِ كَلِمَاتٍ كَذَبَهُنَّ نَفْسِي نَفْسِي  
وَالَكِنُّ عَلَيْكُمْ مِيسُوسِي فَإِنَّ كَلِيمًا لِلَّهِ -

”حضرت ابراہیم علیہ السلام وہی کچھ فرمائیں گے جو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا اور اپنی وہ تین باتیں ذکر کریں گے جو بظاہر جھوٹ تھیں (حقیقت جھوٹ نہ تھیں) نفسی نفسی، ہاں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں۔“

فَإِنَّ عَبْدًا اتَّاهُ اللَّهُ التَّوْرَةَ وَكَلِمَةً وَ  
قَرَبَةً تَجِيًّا -

”بے شک وہ عبدِ مکرم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے توراہ دی، ان سے کلام کیا اور انہیں حالتِ مناجات میں قرب عطا کیا۔“  
قَالَ فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَيَدُّكَ  
خَطِيئَتِ الَّتِي أَصَابَ وَقَتْلَهُ النَّفْسِ وَالَكِنُّ عَلَيْكُمْ  
بِحَيْسِي فَإِنَّ رُوحَ اللَّهِ وَكَلِمَةً -

”پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے میں شفاعت (کبریٰ) کے لئے نہیں ہوں اور اپنی لغزش اور قبیلے کے قتل کرنے کا ذکر کریں گے، تم پر لازم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔“

فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَالَكِنُّ عَلَيْكُمْ

[Click For More Books](#)

بِسْمِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا غَفِرًا  
اللَّهُ لِمَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ۔

”پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے، میں  
شفاعت (کبریٰ) کے لئے نہیں ہوں، تم پر لازم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ ایسے عبدِ مکرم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے  
ان کے اگلے اور پچھلے ذنوب معاف فرما دئے ہیں“

فَيَأْتُونِي فَأَقُولُ أَسْأَلُهَا أَنْ تَطْلُقَ فَأَسْتَأْذِنُ  
عَلَى سَائِجِي فَيُؤْذِنُنِي فَيَأْذِنُ إِسْرَآئِيلُةُ وَقَعَتْ سَاجِدًا۔

”پھر میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا کہ میں خاص شفاعت (کبریٰ)  
کے لئے ہوں، میں دربارِ الہی میں جاؤں گا اور اجازت طلب کروں گا  
مجھے اجازت دے دی جائے گی، جب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا تو  
سجدے میں چلا جاؤں گا“

ایک روایت میں ہے:

فَأَتِي تَحْتِ الْعَرْشِ فَاخِرٌ سَاجِدًا  
”میں عرش کے نیچے آؤں گا اور سجدہ ریز ہو جاؤں گا“

ایک روایت میں ہے:

فَأَقُومُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُكَ بِسَحَابٍ  
لَا أَقْدِرُ عَلَيْهَا إِلَّا أَنْ يُلْهِمَنِيهَا اللَّهُ۔

”میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہو جاؤں گا اور اس کی ایسی تعریفیں

کروں گا جو اس کے الہام کے بغیر نہیں ہو سکتیں“

ایک روایت میں ہے:

Click For More Books

فَيَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ بِسَحَابٍ مِدٍّ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيَّ  
شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَيَّ أَحَدٌ قَبْلِي -

”اللہ تعالیٰ مجھ پر ایسی تعریفیں اور اپنی بہترین ثناء منکشف فرمائے گا کہ  
مجھ سے پہلے کسی پر منکشف نہیں کی“

فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعِ رَأْسَكَ سَلِّ تَعَطُّ  
وَاشْفَعْ تُشَفَّعَ -

”حکم دیا جائے گا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ،  
مانگو (جو مانگو گے) دیا جائے گا، شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول  
کی جائے گی“

فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ اُمَّتِي اُمَّتِي

”میں سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا اے رب! میری امت میری  
امت!“ (بخش دس)

فَيَقُولُ ادْخُلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَمْ يَحْسَابَ عَلَيْهِ  
مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنَ ابْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ  
النَّاسِ فَيَمَّا سَوَى ذَلِكَ هِنَ الْاَبْوَابِ -

”اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے ان امتیوں کو جنت کے دروازے

سے داخل کرو جن پر حساب نہیں ہے اور وہ دوسرے دروازوں میں  
باقی لوگوں کے ساتھ شریک ہیں“

ایک اور روایت میں ہے :

فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعِ رَأْسَكَ وَ قُلْ تَسْمَعُ  
لَكَ وَ اَشْفَعْ تُشَفَّعُ وَ سَلِّ تَعَطُّ فَأَقُولُ يَا رَبِّ

اُمَّتِي اُمَّتِي -

”مجھے کہا جائے گا اے حبیب! اپنا سراٹھائیے اور کہئے، تمہاری سنی  
جائے گی، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور مانگئے (جو مانگو گے) دیا جائے گا  
تو میں کہوں گا، اے میرے رب، میری امت، میری امت۔“

فِيَقَالَ اِنْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ  
مِنْ بُرَّةٍ اَوْ شَعِيرٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ فَاَنْطَلِقْ  
فَاَفْعَلْ -

”پس فرمایا جائے گا جیسے اور جس شخص کے دل میں گندم یا جو کے  
دانے کے برابر ایمان ہو اسے نکال لائیے چنانچہ میں جا کر انہیں نکال  
لاؤں گا۔“

ثُمَّ اَسْرَجِعُ اِلَى سَرِيٍّ فَاَحْمَدُكَ بِبَيْتِكَ الْمَحَامِدِ  
وَذَكَرَ مِثْلَ الْاَوَّلِ وَهَذَا فِيهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ  
مِّنْ خَرْدَلٍ فَاَفْعَلْ -

”پھر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاؤں گا اور اس کی وہی تعریفیں  
کر دوں گا جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے، اور حدیث شریف میں  
فرمایا (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) رانی کے دانہ کی مثل یعنی جس کے دل میں رانی برابر  
بھی ایمان ہو اسے آگ سے نکال لائیے تو میں انہیں نکال لاؤں گا۔“

ثُمَّ اَسْرَجِعُ وَذَكَرَ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ وَقَالَ فِيهِ  
مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ اَذْنِي اَذْنِي مِّنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ  
خَرْدَلٍ فَاَفْعَلْ -

”پھر واپس جاؤں گا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وہی کچھ ذکر فرمایا جو اس سے پہلے گزر چکا، اس دفعہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں رانی کے دانہ سے بہت ہی کم ایمان ہے اسے بھی آگ سے باہر لے آئیے، میں انہیں بھی نکال لاؤں گا،

ثُمَّ أَرْجِعْ وَذَكَرْ فِي الْمَرْثَةِ الرَّابِعَةَ قِيْقَالُ  
لِي أَسْرَفَ سَأْسَكَ وَفُلٌ تُسْمِعُ وَاشْفَعُ لَشَفَعُ  
وَ سَلْ تُعْطَى فَأَقُولُ يَا رَبِّ انْتَنْ لِي فِي مَنْ  
قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

”پھر میں واپس جاؤں گا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پوچھنی مرتبہ کہا جائے گا اپنا سراٹھائیے اور کہئے، تمہاری سنی جائے گی، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور مانگئے تمہیں دیا جائیگا تو میں کہوں گا اے میرے رب! مجھے کلمہ پڑھنے والوں کے حق میں اجازت عطا فرما، (تاکہ انہیں بھی دوزخ سے نکال لاؤں)“

قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ إِلَيْكَ وَلَكِنْ وَعِزَّتِي  
وَ كِبْرِيَاءِي وَ عَظَمَتِي وَ حَبْرِيَاءِي لَا أُخْرِجَنَّ مِنْ  
التَّارِسَنِّ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

”اے اللہ! یہ تمہارے سپرد نہیں لیکن مجھے اپنی عزت و کبریائی اور عظمت و جبروت (قدر) کی قسم! میں کلمہ پڑھنے والوں کو آگ سے ضرور نکالوں گا۔“

حضرت قتادہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں :

قَالَ فَلَا أَدْرِي فِي الثَّلَاثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَيَقُولُ  
يَا رَبِّ مَا بَنِي فِي التَّارِسِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَيْ



وَجَبَّ عَلَيْهِمُ الْخُلُودُ۔

» راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ تیسری دفعہ یا چوتھی دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کریں گے اے میرے پروردگار! آگ میں صرف وہ لوگ رہ گئے ہیں جنہیں قرآن پاک نے قید کر دیا ہے یعنی اس پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے۔“

اس حدیث سے، جو کتب صحاح میں مختلف طریقوں سے مروی ہے،

چند مطالب ثابت ہوتے ہیں :

(۱) تمام اولین و آخرین، میدانِ محشر میں حیران اور پریشان ہو کر سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی وسیلہ اور شفیع تلاش کریں اور ان میں سے کوئی بھی پناہ حاصل کرنے اور وسیلہ ڈھونڈنے سے سرتابی نہیں کر سکے گا اور تمام لوگ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پھر دیگر رسولانِ عظام کے پاس دوڑتے ہوئے جائیں گے لیکن رسولوں کے سرتاج، اولین و آخرین کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی کو شفاعت کی اجازت نہیں ملے گی۔

پس گنہگارِ ناہنجار، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے ناامیدوار (مولوی تمحیل دہلوی) جو ازراہ ہرزہ نمرانی اور یا وہ گوئی کہتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے کہ کسی سے التجا اور وسیلہ طلبی کے بغیر اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے نہ ہونے ہوتے رحمتِ الہیہ کا مستحق بن جائے گا، اس کا خیال خام اور سودائے نامتام ہے۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمانِ فیض نہ جہان :  
فَأَقُولُ إِنَّا لَهَا قَانَطِلِقُ فَأَسْتَاذِنُ عَلَى سَرِيحِ

۱ میں کہوں گا کہ میں شفاعت کے لئے ہوں، میں جاؤں گا اور

اپنے رب سے اجازت لوں گا)

سے ظاہر ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے

ارشاد :

سَلِّ تَعْطَىٰ وَاسْتَفْعَ لِنُشَفَعِ

سے پہلے ہی شفاعت کی اجازت تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت

کی قبولیت کا یقین تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت اور قبولیت

شفاعت کے یقین کے بغیر یہ کلمہ (أَنَا لَهَا) کوئی معنی نہیں رکھتا پس شفاعت

کی اجازت وہی ہے جو قرآن پاک میں ہے :

وَاسْتَغْفِرْ لِيذُنَيْكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اور قبولیت شفاعت کا یقین اس بشارت سے حاصل ہے :

وَأَسْتَوْفَىٰ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

اور اس لحاظ سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت وہ دعا مقبول ہے

جو آپ نے اپنی امت کے لئے چھپا رکھی تھی (یہ کہا جاسکتا ہے کہ شفاعت آپ کو)

حاصل تھی۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ انبوی میں انتہائی وجاہت

(۳)

اور کامل محبوبیت حاصل ہے کیونکہ اس وقت تمام اولوالعزم رسول اپنی جگہ

(خشیت الہی ہے) کا نپ رہے ہوں گے اور اپنے معاملے میں حیران ہوں گے

ایسے وقت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی عزت و وجاہت اور محبوبیت و

مقبولیت کے سبب شفاعت طلب کرنے والوں کا سوال پورا کرنے کے لئے

قدم اٹھائیں گے اور ان کی شفاعت کی ذمہ داری انجام دیں گے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

(۴) ایسے لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت، نجات کا سبب نہیں بنے گی جو توحید کے اقراری اور رسالت کے منکر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ توحید و رسالت کے ماننے والوں کی بخشش حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے وسیلے کے بغیر نہیں فرمائے گا۔

(۵) اللہ تعالیٰ کے دربار میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انتہائی عزت اس حدیث سے مستنبط ہوتی ہے کہ بارگاہِ الہی میں قبولیت اور اجابت، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کا استقبال کرے گی کیونکہ دعا سے پہلے ارشاد ہوگا :  
سَلِّ تَعْطَىٰ وَ اَشْفَعُ تَشْفَعُ  
(مانگے، تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے، قبول کی جائیگی)

(۶) اس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے حال پر کمال شفقت و رحمت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کے دن، فکرِ امت کے علاوہ کوئی امر پیش نظر نہیں ہوگا چنانچہ دوسرے رسولانِ گرامی کو اپنی فکر ہوگی، وہ نفسی نفسی کہیں گے اور حضور رحمتِ عظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امت کی فکر ہوگی اور آپ امتی امتی کہیں گے۔

(۷) کبیرہ گناہوں کے ترکیب مومن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے نجات پا جائیں گے کیونکہ وہ یقیناً ذرہ کی مقدار ایمان رکھتے ہیں لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت انہیں بھی شامل ہوگی، رہا معتزلہ کا یہ گمان کہ شفاعت کبیرہ گناہوں

سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں سے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

سے امام اہل سنت فرماتے ہیں سے اجابت نے بڑھ کر گلے سے لگایا بڑھی ناز سے جب دعا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے بھٹوانے میں دخل نہیں رکھتی تو یہ اس سرپاڑ سوانی گروہ کی جہالت اور نادانی ہے۔

۴- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنَّا  
عَلَيْهِ السَّلَامُ يُوضَعُ لِلْأَنْبِيَاءِ مَنَابِرٌ يَجْلِسُونَ عَلَيْهَا  
وَ يَبْقَى مِنْ بَرِيئَةٍ لَا أَجْلِسُ عَلَيْهِ قَائِمًا بَيْنَ يَدَيَّ  
رَجِيئًا مُنْتَصِبًا-

” حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
سے راوی ہیں کہ انبیاء کرام کے لئے منبر رکھے جائیں گے جن پر وہ بیٹھ جائیں  
گے، میرا منبر خالی رہے گا، میں اس پر نہیں بیٹھوں گا، میں اللہ تعالیٰ  
کے دربار میں کھڑا رہوں گا“

فَيَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَا تُرِيدُ أَنْ أَصْنَعَ  
بِأُمَّتِكَ فَأَقُولُ يَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ فَيُدْعُوهُمْ  
فِي حَسَبُونَ فَيُنْفِئُهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ  
وَ مِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِي -

” اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے صیب! تم کیا چاہتے ہو کہ تمہاری امت  
سے کیسا معاملہ کروں؟ میں عرض کروں گا اے پروردگار! ان کا حساب  
جلدی فرما، پس انہیں بلایا جائے گا اور ان کا حساب لیا جائے گا، ان میں  
سے بعض وہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں  
گے اور بعض میری شفاعت سے“

وَلَا أَزَالُ أَشْفَعُ حَتَّى أُعْطِيَ صِكَكَ كَأَنْبِرِ حَبَالٍ  
قَدْ أُمِرَ بِهِنَّ إِلَى النَّارِ حَتَّى أَنْ خَازِنَانَ النَّارِ يَقُولُ  
يَا مُحَمَّدُ مَا شَرَكْتَ لِيغْضَبَ رَبِّكَ فِي أُمَّتِكَ

[Click For More Books](#)

مِنْ لَقَمَتَيْهِ -

” اور میں شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ مجھے ایسے لوگوں کے ناموں کے دفتر دیدئے جائیں جنکے لئے جہنم کا حکم ہو چکا ہوگا اور مجھے جہنم کا دار و ندہ کہے گا یا رسول اللہ! آپ نے تو اپنی امت میں خدا کے غضب کی کچھ بھرا بھی نہیں رہنے دی۔“

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجاہت و محبت کے سبب آپ کی امت کے ساتھ آپ کی رضا کے موافق معاملہ فرمائے گا، آپ کی درخواست کے مطابق ان کے حساب و کتاب میں جلدی فرمائے گا، جو لوگ بے گناہ ہوں گے جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب جنت میں چلے جائیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت ان کے لئے عذاب سے نجات دینے میں نہ ہوگی بلکہ حساب کی جلدی میں ہوگی اور جو گنہگار ہوں گے اور اپنے بے اعمالی کے سبب گرفتار ہوں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور آپ کی شفاعت ان کی نجات کا سبب ہوگی یہاں تک کہ جن کے جہنم میں جانے کا حکم ہو چکا ہوگا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے فیض سے رہائی پا جائیں گے اور دوزخ کا دار و ندہ آپ سے عرض کرے گا کہ آپ نے اپنا کوئی امتی اللہ تعالیٰ کے غضب کے لئے نہیں چھوڑا۔

۵۔ سَارُوِيَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْمَكْبَأَاتِ مِنْ أُمَّتِي -

” میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبار کے

مترتب ہوں گے۔“

۶۔ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي

اِنَّ مِنْ عِنْدِ رَبِّيْ فَخَيْرَ نِيْلٍ بَيْنَ اَنْ يَدْخُلَ  
يُضْفُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ  
الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا.

” میرے رب کی طرف سے آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے  
مجھے اختیار دیا ہے کہ میری نصف امت جنت میں چلی جائے، اور شفاعت  
میں، پس میں نے شفاعت اختیار کی اور وہ شفاعت اس شخص کے لئے  
ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا“

مختصر یہ کہ اس سلسلے میں بے شمار آیات و احادیث وارد ہیں اور جتنی

ہم نے ذکر کر دیں وہی کافی ہیں۔

اب جبکہ عام شفاعت کی حقیقت معلوم ہو گئی اور سید الاولیاء والآخرین صلی اللہ

## تقویۃ الایمان کی عبارت پر گفتگو

تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص شفاعت کا حال واضح ہو گیا، قائل کے بے فائدہ کلام میں غور  
کرنا چاہئے جس کے پس یا جھوٹ ہونے کے بارے میں مستفتی نے سوال کیا ہے۔ جاننا  
چاہئے کہ وہ کلام اول سے آخر تک ناقص اور نام کا مجموعہ ہے بلکہ سختہ سودا اور خیال  
خام ہے۔

چند دلائل ملاحظہ ہوں :

(۱) اس قائل نے امیدوار ہونے کو بھول قرار دیا ہے۔ ہم بے طاقت گنہگاروں

شفاعت کے امیدواروں کو غلط فہمی (اور جہالت) سے منسوب کر کے خود غلطی

میں واقع ہوا ہے اور دوسروں کو غلطی میں ڈالنے کی کوشش کی ہے کیونکہ ثابت

ہو چکا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اہل کبار کے لئے یقینی ہے

لہذا امیدواروں کو غلط سمجھنے اور بھولنے والا کہنا بہت بڑی خود فراموشی، غلط فہمی

اور بددینی ہے، خدا کرے جو شفاعت سے ناامید ہونا امید رہے۔

(۲) اس قائل نے سفارش کی تین قسمیں بیان کی ہیں، ان تینوں قسموں میں سفارش کا معنی درست نہیں ہے کیونکہ پہلی اور دوسری صورت میں حکم چلانا اور فرمان جاری کرنا پایا جاتا ہے (سفارش نہیں ہے) تیسری صورت میں بادشاہ نے مجرم پر خود رحم کھایا ہے وہ اپنے اُمین کا لحاظ رکھتے ہوئے خود رحم کا اظہار نہیں کر سکتا، مجبوراً یہ بہانہ تراشا کہ کسی کو اس کا سفارشی ظاہر کر کے معافی کا اعلان کرتا ہے یہ سب مکر و فریب ہے،

اور یہ قائل یا تو جاہل ہے جو اپنے آپ کو عالم ظاہر کرنا چاہتا ہے اسے سفارش کا معنی ہی معلوم نہیں، یا عالم ہے جو جہالت کا مظاہرہ کر رہا ہے کہ سفارش کا معنی الٹ دکھاتا ہے۔

(۳) اس شخص نے پہلی قسم کا نام شفاعت و جاہت رکھا ہے، ظاہر ہے کہ اس نے وجاہت کا معنی نہیں سمجھا یا سفارش کا معنی نہیں جانا کیونکہ صورت مذکورہ میں جرم اس لئے معاف کیا گیا ہے کہ شفاعت قبول نہ کرنے کی صورت میں ضرر کا خوف ہے اور یہ معنی نہ لفظ شفاعت سے سمجھا جاتا ہے نہ وجاہت سے، نہ معلوم یہ معنی اس تخریب کے لکھنے والے کے دل میں کہاں سے آگیا اور لفظ مذکور (شفاعت و جاہت) لحاظ اور پاسداری کے معنی سے نکل کر خود ساختہ معنی (سینہ زدوری) میں کس طرح استعمال ہوا اور عقائد کے مذکورہ رسالہ (تقویۃ الایمان) میں کس طرح مذکور ہوا اور چند بازاری قسم کے لوگوں میں کیسے مشہور ہوا۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انبیاء و مرسلین کی تعریف و جاہت سے فرمائی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا:

وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا :

وَسَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ

مفسرین نے آیت میں وجاہت کی تفسیر شفاعت سے کی ہے، اس سے قائل مذکور کی تفسیر قرآن سے واقفیت معلوم کی جاسکتی ہے۔

**سوال** اس قائل نے اصطلاح بنائی ہے کہ پہلی صورت کو شفاعت یا وجاہت کہا جائے گا، اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں ہے اور اس میں کوئی خشک نہیں کہ یہ کہنا کہ پہلی صورت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پائی جاسکتی ہے شرک اور جہالت ہے۔

**جواب** جو الفاظ قرآن و حدیث میں استعمال ہوئے ہیں، ان میں اصطلاح بنانا اور

انہیں معانی فاسدہ کے مقابل مقرر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی اصطلاح کا

اختیار کرنا لوگوں کو گمراہی اور جہالت میں ڈالنے کے مترادف ہے مثلاً کوئی

شخص کہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول نہیں ہیں اور یہ بات ایسی کتاب

میں لکھ دے جو عوام الناس کو عقائد سکھانے کے لئے لکھی ہے، جب کوئی

اس پر مواخذہ کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نبوت و رسالت کی نفی

کفر اور نصوص کا انکار ہے، تو کہہ دے کہ نبوت و رسالت کا معنی غلبہ اور تسلط ہے

اور بلاشبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر غلبہ

اور تسلط ثابت کرنا شرک اور کفر ہے، کیا ایسے بے دین کو ایسی اصطلاح میں

معذور قرار دیا جائے گا اور عذر میں یہ کہا جاسکے گا کہ اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں

ہے؟ ہرگز نہیں، وہ شخص محض اس اصطلاح کے بنانے سے کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضرت

موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجیہ نہیں ہیں اور

جب اس پر کوئی شخص گرفت کرے کہ ان حضرات سے وجاہت کی نفی کفر صریح



ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اصطلاح بنائی ہے کہ وجاہت میں تسلط اور ضرر پہنچا سکنے کی قدرت معتبر ہے اور یہ معنی ان انبیاء کرام سے اللہ تعالیٰ کی نسبت سے یقیناً منتفی ہے وہ بے دین محض اس اصطلاح کے قائم کرنے سے دائرہ ایمان سے یقینی طور پر خارج ہو جائے گا اور یہ کہتا کہ اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں، اس کے لئے وجہ معذرت نہیں بن سکتا۔

ہاں ہمہ یہ قائل اپنی اصطلاح کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ اس صورت کو شفاعتِ وجاہت کہتے ہیں لہذا وہ شفاعتِ مذکورہ کے علاوہ جھوٹ اور افتراء میں بھی مبتلا ہوا ہے، ہم گمراہی اور گمراہ گری سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

۴۔ قائل مذکور کا یہ قول :

اوس شہنشاہ کی یہ شان ہے (الی آخرہ)

ماقبل سے تعلق نہیں رکھتا کیونکہ اس کلام کا معنی جیسے کہ مقامِ ثانی میں مذکور ہو گا یہ ہے ہزار ہا انبیاء، اولیاء، جنوں، فرشتوں اور حضرت جبریل امین اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہزار ہا مثالوں کے ساتھ ایجاد کا تعلق صحیح ہے، کارخانہ کے مالک الہی میں کسی کے دخل کے نہ ہونے سے اس معنی کا کوئی واضح تعلق نہیں ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ ایک بادشاہ کے کارخانہ حکومت میں کسی امیر یا وزیر کو دخل اور بڑا تسلط ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے بادشاہ کو رونق اور سلطنت کی حفاظت کیلئے ماننا پڑتا ہے، اس کلام کی نفی میں نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ اگر چاہے تو دوسروں کو اس امیر کے مرتبے تک پہنچا دے اور رعایا کو اس عالی مرتبت امیر کے برابر کر دے کیونکہ اس سے کارخانہ حکومت میں اس امیر کی مداخلت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ کہنا یوں چاہئے تھا کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے کارخانہ قدرت میں کسی قسم کی مداخلت حاصل نہیں ہے،

[Click For More Books](#)

حتیٰ کہ اس کی زنجیدگی اور ناخوشی سے کارخانہ الٰہی میں بے رونقی کا امکان ہوتا خواہ وہ شخص ممکن الوجود ہو یا ناممکن اور خواہ اس شخص کی بہت سی مثالیں ہو یا وہ بے نظیر ہو، پس یہ کلام فی نفسہ باطل ہونے کے باوجود (جیسا کہ مقام ثانی میں آئے گا) ماقبل سے بھی بے تعلق ہے اور اگر تکلف سے تعلق دکھایا بھی جائے تو اس کلام میں قباحت اور بڑھ جائے گی جیسا کہ فقرہ ۱۱۱۱ مقام ثالث میں آئے گا۔

۵۔ اس کا یہ قول

اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (الٰہی آخرہ)

ماقبل سے متعلق نہیں ہے، مقام کے مناسب یہ تھا کہ کتنا ہر شخص کو رونق اور عزت اللہ تعالیٰ نے ہی دی ہے، اس کے کارخانہ قدرت کو کوئی شخص کیسے رونق دے سکتا ہے، اس کا یہ فقرہ :

• اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل

اور یغیبری سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب

کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور جبال ہی سے ہو جائیں تو

اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں (تقویۃ الایمان)

بلکہ تکلف کلام کے سیاق و سباق کے مطابق نہیں ہاں اس عبارت کے ہر فقرہ سے ایک غرض قائل کے دل میں پوشیدہ ہے جسے مقام ثالث میں واضح کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ

۶۔ اس نے دوسری قسم کو شفاعتِ محبت کہا ہے، کہتا ہے اس کو شفاعتِ محبت

کہتے ہیں، یہ معنی اور یہ تفسیر بھی اس کی خود ساختہ ہے کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا کہ

مستشفع الیہ (جس سے سفارش کی گئی) کی شفیع سے محبت، قبولیتِ شفاعت کا

سبب ہے، شفاعت کا قبول کرنا آثارِ محبت سے ہے اور محبوب کی رضا خواہی

اس صفت (محبت) کا مقتضایہ ہے، شجوری، اضطراب اور دل آزاری کا اندیشہ، شفاعت

محبت میں داخل نہیں ہے اور جب مجبوری اور اضطرار تک معاملہ پہنچ جائے تو شفاعت کا معنی باطل ہو جائے گا اور اس جگہ حکمرانی اور فرمان جاری کرنے کا سنی درست ہو گا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ سَرَّكَ فَتَرْضَىٰ

کی تفسیر اور اس کے علاوہ گزر چکا کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے سبب آپ کی رضا کا طالب ہے اور بلاشبہ محبت کی شان محبوب کی رضا جوئی ہے اور کوئی محبوب اس پر راضی نہیں ہو گا کہ اس کی شفاعت اس کے محب کی بارگاہ میں مردود ہو اور اس کا وسیلہ بچڑنے والا محب کے دربار سے ناکام لوٹا دیا جائے۔

۷۔ یہ قائل جو بارگاہ الہی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء کی شفاعت محبت کی نفی کرتا ہے، دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء سے محبت ہی نہیں، شفاعت محبت کیسے مستحق ہوگی، یہ کفر صریح ہے اور نصوص قطعیه و احادیث صحیحہ کا انکار ہے، یا محبت کو قبول شفاعت کا سبب نہیں مانتا، یہ عقیدہ بھی نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ کے انکار تک لے جائیگا جیسا کہ

وَالصُّحْحَىٰ وَالْكَيْلِ إِذَا سَبَّحِي

اور دوسری آیات کی تفسیر اور احادیث میں مذکور ہوا، اور اگر کہے کہ اصطلاح بنائی گئی ہے کہ اضطرار، مجبوری اور اندیشہ و لاتاری، شفاعت محبت کے مفہوم میں ماخوذ ہے تو اس کا جواب تیسری وجہ میں گزر گیا ہے۔

۸۔ اس کا قول:

”مالک اپنے بندوں کو (الی آخرہ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

گزشتہ کلام سے موافقت اور مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ تمام مقرب فرشتے اور انسان اس کے بندے ہیں اور راہ بندگی سے باہر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے، اس سے لازم نہیں آتا کہ کوئی فرشتہ اور کوئی نبی اللہ تعالیٰ کے دربار میں محبوب نہ ہو اور کسی کی شفاعت محبوبیت کے سبب مقبول و منظور نہ ہو، البتہ اس عبارت میں قائل کی ایک غرض پوشیدہ ہے جس پر مقام ثانی میں تنبیہ کی جائیگی۔

۹۔ اس قائل نے تیسری صورت کا نام شفاعت بالاذن رکھا ہے حالانکہ جیسا پہلے معلوم ہو چکا ہے شفاعت بالاذن کا معنی یہ ہے کہ جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے شفاعت کرنے والے کو مستشفع الیہ کے سامنے اس کی شفاعت پیش کرنے کی اجازت ہو، اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ مستشفع الیہ کو شفاعت سے پہلے اس مجرم پر رحم آیا ہو لیکن وہ اپنے قانون کی حفاظت کے پیش نظر اس مجرم کا گناہ معاف نہ کر سکتا ہو، اگر اسے شفاعت سے پہلے رحم آیا ہو تو شفاعت رحم اور معافی کا سبب نہیں ہوگی بلکہ اس صورت میں شفاعت لغو اور بیکار ہوگی اور اگر شفاعت فائدہ مند ہے تو مستشفع الیہ کے لئے ہوگی نہ کہ اس شخص کے لئے جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے کیونکہ صورت مذکورہ میں مستشفع الیہ کو شفاعت کے ذریعے اپنے قانون کی حفاظت کا موقع ملا ہے اور مجرم پر رحم کھانے کا بہانہ سامنے لاسکا ہے ورنہ اس بیچارے کو اپنے قانون کی حفاظت کرتے ہوئے مجرم کو معاف کرنے کی کوئی صورت نہ ملتی، رہا مجرم جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے اسے تو بخشنے والے کا رحم اور اپنے جرم کی سزا سے نجات درکار ہے اور وہ شفاعت سے پہلے ہی حاصل ہے لہذا شفیع کا اس کے حال پر کونسا احسان ہے اور شفاعت کو اس کی نجات میں کیا دخل؟

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قائل مذکور اس جگہ انصاف کرتے ہوئے خود کہہ گیا ہے کہ اس صورت میں حقیقت شفاعت متحقق نہیں ہے بلکہ بادشاہ لوگوں کے دلوں میں بظاہر اس امیر کی عزت افزائی بٹھانے کے لئے اس امیر کی نام نہاد شفاعت کی بنا پر مجرم کا جرم معاف کر دیتا ہے، دراصل یہ شفاعت ہے ہی نہیں کیونکہ اسے مجرم کے حق میں رحم کھانے اور بخش دینے میں کوئی دخل ہی نہیں ہے۔

مثلاً اگر کوئی خدمتگار نافرمانی کا مرتکب ہو کر گرفتار ہو جائے اور مخدوم بظاہر بیزاری سے اور دلی طور پر اس بدکردار کو معاف کرنے کے بہانے کا متلاشی ہے اس بنا پر کسی شخص کو کہہ دیتا ہے کہ مجھ سے فلاں خدمتگار کے جرم کی معافی کا مطالبہ کرو اور اس کے رویے سے درگزر کا مجھ سے تقاضا کرو کیونکہ میں اسے معاف کرنا چاہتا ہوں مگر اس خیال سے کہ دوسرے خدمتگاروں کی نظر میں نافرمانی معمولی دکھائی نہ دے اور ان کے دل میں میرے فرمان کی تعظیم و تکریم کم نہ ہو جائے، میں بغیر کسی بہانے کے اسے بر ملا معاف نہیں کر سکتا اور اپنی بخشش کا اظہار نہیں کر سکتا، وہ شخص مخدوم کی مرضی پا کر خدمتگار کی معافی اور مغفرت کی درخواست پیش کر دیتا ہے اور مخدوم جو بہانے کی تلاش میں تھا اس کی درخواست کو غنیمت جانتے ہوئے اس خدمتگار کو معاف کر دیتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ واقعی شفاعت ہے کیونکہ مخدوم نے جو خادم پر رحم کیا اور اسے معاف کر دیا اس میں شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے، اگر اس شفاعت نے فائدہ دیا ہے تو مخدوم کو دیا ہے کہ اس شفاعت کے طفیل اسے معاف کرنے کا بہانہ مل گیا، اس شفاعت نے خادم کو کوئی فائدہ نہیں دیا کیونکہ اس کی نجات کا سبب مخدوم کا وہ رحم ہے جو شفاعت سے پہلے ہی موجود تھا، ایسا شفیق، خادم پر اس وقت تک ہی احسان جتلا سکتا ہے جب تک

[Click For More Books](#)

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حقیقتِ حال اس پر منکشف نہ ہو اور اگر خادم کو حقیقت کا پتہ چل جائے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ تم مجھ پر کیا احسان جنلا رہے ہو؟ تم نے کیا کیا؟ میرے آقا کو مجھ پر رحم آیا اور اس نے معاف کر دیا، اسی طرح لوگوں کے دلوں میں مخدوم کے دربار میں اس شفیع کی عزت افزائی کا احساس اس وقت تک رہے گا جب تک وہ یہ سمجھتے رہیں گے کہ مخدوم نے اس کی شفاعت کے سبب فلاں خادم کو معاف کر دیا ہے اور اگر انہیں پتہ چل جائے کہ مخدوم نے از خود معاف کیا ہے، شفاعت صرف بہانہ تھی تو شفاعت کرنے والے کی عزت و ان کے دلوں میں کیا بڑھے گی؟ پس ظاہر ہو گیا کہ صورتِ مذکورہ بظاہر شفاعت ہے درحقیقت شفاعت نہیں ہے، یہ مطلب بھی اس قائل کا خود ساختہ ہے۔

در اصل شفاعت بالاذن، شفاعتِ محبت کے مقابل نہیں ہے بلکہ دونوں شفاعتِ محبت اور شفاعتِ وجاہت، شفاعت بالاذن کی قسمیں ہیں کیونکہ کوئی مقرب مالک کے سامنے کسی کے گناہوں کے بخشنے یا مراتب کے بلند کرنے کے لئے اس طرح شفاعت کرتا ہے کہ اس مقرب کو مالک کی بارگاہ میں ایسے شخص کے بارے میں بات کہنے کی اجازت حاصل ہے جیسے کہ حضرات انبیاء و اولیاء کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمانداروں کے بارے میں درخواست پیش کرنے کی اجازت ہوگی اگرچہ وہ ایماندار کیا تھے کے مرتکب ہی کیوں نہ ہوں جیسے کہ اس سے پہلے آیات و احادیث سے ثابت و واضح ہو چکا ہے۔

اس شفاعت بالاذن کی دو قسمیں ہیں :

- (۱) وہ شفاعت جس کی قبولیت کا سبب شفیع کی وجاہت ہے۔
- (۲) وہ شفاعت جس کی قبولیت کا سبب شفیع کی محبت ہے۔

یہ مسکہ (شفاعت کی دونوں قسموں کا مقبول ہونا) اس سے پہلے کتاب و

سنت سے ثابت ہو چکا ہے۔

۱۔ قائل مذکور کا یہ قول

”مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کرنا اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں

کھیرایا“ (الی آخرہ)

اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اگر گنہگار ایک سے زیادہ مرتبہ جرم نہیں کرتا اور اپنے کئے پر پشیمان ہے تو اس کے حق میں شفاعت بالاذن ہو سکتی ہے حالانکہ اگر اس نے متعدد بار جرم کیا ہے اور اپنے جرم پر پشیمان اور شرمندہ نہیں ہے چوری اس کا پیشہ ہے اور یہ جرم ہمیشہ کرتا ہے تو بھی آیات و احادیث کی رو سے اس کے لئے شفاعت ہو سکتی ہے کیونکہ بار بار گناہ کرنے سے شرک اور کفر لازم نہیں آتا حتیٰ کہ وہ شفاعت سے محروم ہو جائے، گناہ کبیرہ کا مرتکب ایماندار اگرچہ اس نے توبہ نہ کی ہو اور وہ نادم اور پشیمان نہ ہو، شفاعت کا مستحق ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَايَرِ مِنْ أُمَّتِي

”میری شفاعت، میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبار کے

مرتکب ہوں گے“

نیز فرمایا :

أَتَوْنَهَا لِلْمُتَّقِينَ وَالْكِتَابِ لِلْمُذْنِبِينَ

الْخَطَاةِ كَثِيرِينَ۔

”کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میری شفاعت پر پیڑگاروں کے لئے (ہی)

ہوگی (نہیں بلکہ) تھقیق میری شفاعت گنہگاروں اور بہت بڑے گنہگاروں

کے لئے ہوگی۔“

اور اگر گنہگار اپنے کئے پر پشیمان اور شرمندہ ہے اور اس نے دوبارہ گناہ نہیں کیا تو وہ خود تائب ہے کیونکہ توبہ کا معنی، گناہ پر نادم ہونا ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ اس کے ساتھ یہ عزم بھی ہو کہ یہ گناہ دوبارہ نہیں کرونگا اور بعض علماء کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں، پس وہ گنہگار (جس نے توبہ کر لی ہے) نجات یافتہ ہے۔ اسے شفاعت سے کیا تعلق اور اسے شفاعت کی کیا ضرورت؟

-۱۱- اس کا یہ قول :

” اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر اور وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا“

جملہ کو فریب دینے والی کیسی عجیب بات ہے، یہ قائل ابلہ فریب انداز بیان سے توسل اور طلب شفاعت (جو تمام اہل ایمان کے نزدیک نص صریح سے ثابت ہے) کی نفی کرنا چاہتا ہے، اس کو فریب کی وضاحت سنئے! اگر اس قائل کا یہ مقصود ہے کہ مجرم کسی امیر وزیر کی پناہ اس لئے نہیں ڈھونڈتا کہ اس امیر و وزیر کو بادشاہ کا مقابل اور ہمسر سمجھتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ اگر بادشاہ مجھے قطعی طور پر پسزادینا چاہتا ہے تو کوئی امیر اور وزیر اس کی مزاحمت اور مدافعت کر سکتا ہے تو اس معنی کے اعتبار سے پناہ لینے کی نفی درست ہے لیکن اس سے قائل کا یہ مقصد ثابت نہیں ہوتا کہ وسیلہ اور شفاعت طلب کرنے کی نفی ہو جائے،

اور اس کا یہ قول :

” اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں

کیا حکم فرماوے۔“

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



درست نہیں رہتا کیونکہ اس قول کا مطلب وسیلہ اور شفاعت طلب کرنے کی نفی ہے، اس کا یہ کہنا کہ :

”کسی کی پناہ نہیں ڈھونڈنا“

باطل اور نص کے مخالفت ہے کیونکہ اس سے پہلے احادیث شفاعت میں بیان ہو چکا ہے کہ مومن بلکہ تمام اولین اور آخرین، میدانِ محشر میں حیران و پریشان ہو کر شفاعت کرنے والے اور وسیلہ کو تلاش کریں گے، پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پھر دیگر رسولانِ عظام کے پاس مخلوق کے لئے شفاعت طلب کرنے اور گناہوں کی مغفرت چاہنے جائیں گے، آخر میں حضور سیدالابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لیں گے اور التجا کریں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی شفاعت کا ذمہ لیں گے، اس قائل کے دل میں ایک اور غرض پوشیدہ ہے اور اس کلام میں اس کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ توسل اور شفاعت طلب کرنے کے قائل ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ شفاعت کرنے والوں اور وسیلوں کا بخشش میں دخل ہے وہ شفاعت کے مستحق نہیں ہیں پس جاہلوں کو فریب دینے والے ایسے کلمات سے بازاری قسم کے عوام کو اپنے جال میں لانا چاہتا ہے اور گمراہ کرتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰات والسلام اور اولیاء کی شفاعت اور وسیلے کی نفی کو عوام کی نظروں میں خوبصورت بنا کر پیش کرنا چاہتا ہے۔

۱۲۔ اس کا یہ قول،

مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کر (الی آخرہ)

ایسے مقام میں کتنی سخت بات کہہ گیا ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اس کی شان اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ مجرم پر رحم فرمائے کے باوجود قانون کا پاس

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کرتے ہوئے اسے معاف نہ کر سکے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ  
لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ۔

”اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے جو یہ بیان کرتے ہیں، وہ جو کچھ کرتا

ہے اس سے باز پرس نہیں ہو سکتی (البتہ) ان سے پوچھا جائیگا یا

آیات مبارکہ اور احادیث طیبہ اس عقیدہ کی تلقین کرتی ہیں کہ:

إِنَّ اللَّهَ يَخْفَىٰ الذُّنُوبَ جَمِيعًا

”اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دے گا“

اور اس کی بخشش بے پایاں کو بیان کرتی ہیں، دیکھنا چاہئے کہ یہ علامہ زماں کس بے باکی سے اندھوں کی طرح چلتا ہے، نہ خود غور کرتا ہے نہ اس کے معتقدین اس انداز سے آگاہ ہوتے ہیں۔

۱۳۔ اس کا یہ کہنا

”اوس امیر نے اوس چور کی (الی آخرہ)

ایسا کلام ہے جو جاہلوں کو فریب دینے کے لئے بنا سنوار کر پیش کیا گیا ہے بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک بلند مرتبہ امیر یا شاہ کے دربار میں عزت و منزلت رکھتا ہے، اس کی عزت، محبوبیت اور بلندی مرتبت کے سبب اسے دربار شاہی میں بخشش طلب کرنے کے لئے گفتگو کی اجازت ہوتی ہے، اس کی بات کا وزن ہونا ہے اور اس کی درخواست مقبول ہوتی ہے، وہ ازراہ تہنم یا اس لئے کہ مجرم نے اسے وسیلہ بنایا ہے یا اسکی بے کسی اور بے چارگی پر نظر کرتے ہوئے ایسے مجرم کی شفاعت کرتا ہے کہ بادشاہ نے اس کی سزا کا حتمی فیصلہ نہیں کیا، اس امیر کی شفاعت مقبول و منظور ہوتی ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امیر

[Click For More Books](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

جرموں کا تہمتی ہے اور بادشاہ کے فرمان سے سرکش ہے۔ اس کی مزاحمت کرتا ہے اور اس کا مد مقابل ہے اور یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ عالی قدر امیر اس گنہگار کی سفارش کی بنا پر بدکردار چوروں کا ساتھی قرار دیا جائے۔

ہاں اگر ایسا ہو کہ کوئی شخص چوری کو جرم نہ سمجھے، چور کو مجرم نہ جانے، چور کی رہائی کے لئے شور و شریریا کرے اور بادشاہ کی نافرمانی کی ٹھان لئے وہ خود مجرم، گنہگار اور بدکردار چوروں کا شریکِ کار ہے، اسے شفیع نہیں کہا جاسکتا، سوائے اس قائل کی اصطلاح کے جو عقائدِ دین کے باب میں نئی اصطلاحیں اختراع کرتا ہے اور ایسی اختراع پر ہزار آفرین کا منتظر ہے۔

۱۴۔ اس کا یہ کہنا :

”سوائے اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے“ (الیٰ آخرہ)

یقیناً باطل ہے اور اصول یعنی قرآنِ پاک، احادیثِ سید المرسلین، اجماعِ امت اور عقلِ سلیم کے خلاف ہے۔

قرآنِ پاک کی آیات :

(۱) یَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَهُنَّ لِذَٰلِكَ قَوْلًا۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت اس شخص کے لئے فائدہ مند ہوگی جس کے لئے اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دے گا اور جس کی گفتگو یعنی کلمہ شہادت پسند فرمائی ہے، اس قائل کے قول و اعتقاد سے ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت کو کسی کی نجات میں دخل نہیں ہے بلکہ اس کے نزدیک شفاعت اللہ تعالیٰ کے رحم فرمانے کے بعد ہوگی اور اللہ تعالیٰ شفاعت کے دخل کے بغیر، محض اپنی رحمت سے تمام گناہ بخش دیتا ہے، پس اس قائل کی دانستہ شفاعت سے فائدہ اور سببِ کار ہے اور کسی کی

[Click For More Books](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

شفاعت بھی فائدہ مند اور نافع نہیں ہے، شفاعت صرف اس صورت میں منظور ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے رحم فرمائے اور بخش دینے کے بعد ہو۔

(۲) وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ

اس آیت سے بھی قائل مذکور کی مرضی کے خلاف اس شخص کی شفاعت ثابت ہوتی ہے جسے بارگاہِ الہی میں عرضِ مدعا کا مقام حاصل ہے اور اس شخص کے حق میں کہ اس کی مغفرت طلب کرنے سے ممانعت وارد نہیں ہے،

(۳) وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا

اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا تَرَجِيحًا۔

اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بخشش طلب کرنے پر مرتب اور معلق فرمایا ہے اور اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بخشش طلب کرنا اور شفاعت کرنا، اللہ تعالیٰ کے رحم فرمانے کے سبب نہ ہوتا تو اس تطبیق کا کوئی مطلب نہ ہوتا، ایسی بات سے خدا کی پناہ!

(۴) سَلَامٌ عَلَيْكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا وَقَعَتْ سَلَامٌ مَشَاهِدٌ مِنْ أَجْلِ كَرَامَةِ

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

”ان کی سلامتی صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و کرامت کے

سبب واقع ہوئی کہ آپ تمام جہان والوں کے لئے رحمت ہیں“

احادیث مبارکہ

(۱) فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَّاسًا لَكَ وَتَعَالَى مَا تَرِيدُ أَنْ أَصْنَعَ بِأَمْتِكَ؟

اس حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا چاہتے ہوئے فرمائے گا تم کیا چاہتے ہو کہ تمہاری امت سے وہ معاملہ کر لیں پس جو کچھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت میں عرض کریں، گئے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت گنہگاروں کی نجات اور قیدیوں کی رہائی کا سبب ہوگی۔

(۲) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ  
وَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِي۔

یہ حدیث نص صریح ہے اس پر کہ بعض محض رحمت الہی سے اور بعض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے، کون مدعی اسلام ہے جو تمام مخلوق سے زیادہ صادق سستی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کی تکذیب کر سکتا ہے،

(۳) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث شفاعت میں فرماتے ہیں :

فَيَقُولُونَ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى

اخرا الحدیث)

اس حدیث سے ثابت ہے کہ میدان محشر میں وسیلہ اور شفیع تلاش کئے بغیر چارہ نہ ہوگا اور حضور سید الشاہین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لئے بغیر گزارہ نہ ہوگا۔ اس قائل نے جو ذرائع اور وسائل کی نفی کی ہے، نص صریح اور حدیث صحیح کا انکار کیا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اور اس کے معتقدین اپنی دانست میں حدیث شریف کے ان الفاظ

يَجْمَعُ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ

اللہ تعالیٰ جمع کرے گا

Click For More Books

میں داخل نہ ہوں، نعوذ باللہ من ذلک!

(۴) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَتِ عِثْمَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا كَلِمًا  
اسْتَوْجَبُوا النَّارَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ -

”تحقیق عثمان غنی کی شفاعت کے سبب سے ستر ہزار ایسے افراد  
بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے جو سب کے سب دوزخ کے  
مستحق ہو چکے ہوں گے“

اس کے علاوہ بہت سے آثار اور بے شمار حدیثیں وارد ہیں کہ ال  
سے بعض اس سے پہلے مذکور ہوئیں جو (قائل مذکور کی) گفتگو کے ابطال کے  
کافی اور کمزور ایمان والوں کی سمجھ کی بیماریوں کے لئے شافی ہیں۔

## اجماع مسلمین

تمام اہل اسلام قائل ہیں کہ شفاعت لغو اور بیکار نہیں ہے، اختلاف  
ہے کہ اہل سنت و جماعت اور دیگر فرق اسلامیہ معتزلہ اور ان کے قدم  
چلنے والوں کے علاوہ شفاعت کو کتنا ہوں کی نزا سے نجات کے لئے بھی سبب ما  
ہیں، معتزلہ اور ان کے متبعین شفاعت کو بلندی درجات کا سبب مانتے ہیں  
کی معافی کا سبب ہونے سے انکار کرتے ہیں اور یہ قائل تمام اہل اسلام کے برخ  
شفاعت کو بیکار اور بے دخل مانتا ہے، ظاہری طور پر کہتا ہے کہ شفاعت اللہ  
کے رحم فرمانے اور معافی دینے کے بعد ہوگی (ورنہ) اس کا عقیدہ یہ ہے کہ در  
شفاعت مستحق ہی نہیں ہے جیسا کہ اس سے پہلے مذکور ہو چکا۔

اس تمام گفتگو کے باوجود (ایک اور امر قابل توجہ ہے) اس سے پہلے گز  
ایک شخص کا دوسرے کے لئے شفاعت کرنا اور دوسرے کے لئے دعا کرنا اور حقیقت

ہی ہے لہذا شفاعت کو بے دخل اور بیکار جاننا ایک شخص کی دوسری کیلئے دعا کو بے دخل اور بیکار جاننا ہے، یہ بھی کتاب سنت اور اجراء امت کے خلاف ہے۔

## عقل سلیم کا فیصلہ

اس سے پہلے گزر چکا کہ شفاعت وہی ہے جس کا کچھ اثر بھی ہو (اگر شفاعت کا کچھ بھی اثر نہ ہو تو وہ شفاعت ہی نہ ہوگی) اور وہ جو اس قائل کا گمان ہے، غلط بیانی، حیدہ سازی اور مکر و فریب ہے، پس جابلوں کے اس گمراہ کنندہ کے گمراہ اور گمراہ کن حال پر اس ہدایت دہندہ آیت کا مضمون صادق آتا ہے :

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطَانًا  
الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ مِّنْ خُرُوفِ الْقَوْلِ  
غُرُورًا۔

” اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنائے، انسانوں اور جنوں کے شیطان کہ دھوکہ دینے کے لئے ان میں سے بعض، بعض کے دلوں میں ایسی باتیں ڈالتے ہیں جو بظاہر حسین ہوں۔“

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث صادقہ میں بیان فرمایا ہے، پردہ سنجیب سے عرصہ ظہور پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قوت و طاقت سے ہمیں شیطان اور اس کے مکر سے بچائے اور اس کے جالوں اور جکڑ بند سے نجات عطا فرمائے، اپنے عزت والے، بیان فرمانی والے حبیب اور شفیع المذنبین کریم و امین رسول اور ان کی روشن چہرے والی بابرکت آل اور ان کے سابقین اولین اور اصحاب ہمیں صحابہ کے طفیل، آمین یا رب العالمین۔

## مقام ثانی

حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اس قائل  
بے فائدہ کلام کا بطلان بیان کرنے میں

وہ بے فائدہ کلام یہ ہے :

” اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے

چاہے تو کوڑوں نبی و ولی و جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے  
برابر پیدا کر ڈالے “

یہ کلام نامتام جھوٹ، خلافتِ واقع اور بے نور لاف و گزاف  
امکانِ نظیر کا مطلب ہے۔

پہلے یہ جانتا چاہئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے اس  
قائل کی مراد وہ افراد نہیں ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف حقیقتِ انسانیہ  
میں شریک ہوں کیونکہ ہر زمانے میں سینکڑوں انسان اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور مشیت  
شاملہ سے موجود ہوتے ہیں۔ آج بھی ہزاروں انسان روئے زمین پر موجود ہیں، یہ کہنا کہ  
” اس کی شان یہ ہے کہ جب چاہے سینکڑوں انسان ایک آن میں ایک کلمہ کن سے  
پیدا کر دے “ نہ تو محتاجِ بیان ہے اور نہ ہی سیاق و سباق سے مناسبت رکھتا ہے  
بلکہ اس قائل کی مراد وہ فرد ہے جو اس ذاتِ اقدس کے ساتھ ماہیت اور ان تمام اوصاف  
کاملہ میں شریک ہو جو اس ذاتِ قدسی صفات، سرورِ کائنات، مفضّلِ ممکنات صلی اللہ تعالیٰ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



علیہ وسلم میں موجود ہیں۔

اولیٰ جہہ اب سنئے! اس قائل کا کلام دو دہیوں سے کاذب اور باطل ہے، اردو دان حضرات پر غمغمی نہیں کہ ایک شخص کہتا ہے ”فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر سکے“ دوسرا شخص کہتا ہے ”فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر ڈالے“ ان دونوں میں فرق ہے کیونکہ پہلے کلام کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص کی قدرت کا تعلق فلاں کام سے ہو سکتا ہے اور دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص کی صفتِ تکوین (کسی فعل کا کرنا) کا تعلق اس کام سے ہو سکتا ہے کیونکہ ”کر ڈالنے“ کا مطلب فعل کا واقع کرنا اور وجود میں لانا ہے نہ کہ اس فعل پر قادر ہونا اور کر سکتا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ :

”فلاں شخص چاہتا تو فلاں کام کر ڈالتا“

اور دوسرا شخص کہے کہ :

”فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر سکے یا چاہے تو کر ڈالے“

ان میں بھی بہت فرق ہے، پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر فلاں شخص ابتداءً چاہتا تو فلاں کام کر سکتا تھا یا وقوع میں لا سکتا تھا لیکن اب کسی مانع کے سبب نہیں کر سکتا اور دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص اگر چاہے تو فلاں کام اس وقت کر سکتا ہے یا وقوع میں لا سکتا ہے مثلاً ایک امی (ماخوذہ) کہے کہ :

”چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جہز کتاب کا لکھ ڈالوں“

اردو زبان سمجھنے والا اس کی تکذیب کرے گا کیونکہ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ اسی وقت صفتِ تکوین کا تعلق کتابت سے صحیح ہے اور اس کا دار و مدار کتابت کی قوتِ قریبہ پر ہے اور امی میں کتابت کی قوتِ قریبہ بالفعل نہیں ہے اور اگر امی کہے کہ :

[Click For More Books](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

” چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جز کتاب کا لکھ سکوں “

اردو جانتے والا اس کی تکذیب نہیں کر سکتا کیونکہ اگر وہ امی چاہے تو کتابت سیکھے اور کتاب کی ایک جز ایک ساعت میں لکھ دے اور اس کا دار و مدار کتابت کے امکان پر ہے۔ اگر یہ قوت بعیدہ سے ہی ہو، اور اگر امی کے لئے کتابت کے سیکھنے سے کوئی دائمی مانع موجود ہو اور وہ کہے کہ :

” چاہوں تو کتاب لکھ ڈالوں یا لکھ سکوں “

تو زبان دان اس کی تکذیب کرے گا کیونکہ کتابت کے سیکھنے سے دائمی مانع کے ہوتے ہوئے، کتابت کو بالفعل واقع میں لانا اس امی کے اختیار میں نہیں ہے اور اگر امی کہے کہ :

” چاہتا تو کتاب لکھ ڈالتا یا لکھ سکتا “

تو زبان سے واقف اس کی تکذیب نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے کلام کا معنی یہ ہے کہ اگر ابتداءً دائمی مانع کے پیدا ہونے سے پہلے چاہتا تو کتابت سیکھ لیتا اور کتاب لکھتا یا لکھ سکتا تھا، یہ معنی صحیح ہے، دائمی مانع کا موجود ہونا اس کلام کی صحت سے مانع نہیں ہے۔

واضح ہو کہ یہ مثالیں ان کلمات کے معانی اور مدلولات کی تقسیم کے لئے ہیں، کسی کو یہ گمان نہ گزرے کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تکوین کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے نظیروں اور مثالوں سے بلند ہے کیونکہ مقصد نظیر پیش کرنا نہیں بلکہ مقصد ان کلمات کے مدلولات کا بیان کرنا ہے،

مختصر یہ کہ اگر کلام کا مطلب یہ ہے کہ ابتداءً قدرت یا تکوین کا تعلق کسی کام سے صحیح ہے تو ابتداءً میں اس کام کا امکان ضروری ہے اور اگر کلام کا یہ مطلب ہو کہ اس وقت قدرت یا تکوین کا تعلق کسی کام سے صحیح ہے تو اس وقت اس کا امکان

مزدوری ہے امکان سے مراد امکان وقوعی نفس الامری (یعنی اس کام کا وقوع واقعی ممکن ہے) کیونکہ عرف عام میں یہی معنی فوری طور پر ذہن میں جاتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ "فلاں فقیر بادشاہ کو قید میں بھیج سکتا ہے" تو عرف عام میں اس کا معنی یہی ہوگا کہ فقیر کے بادشاہ کو قید میں بھیجنے کا وقوع ممکن ہے اسی لئے عرف میں اس قائل کو بیہودہ گو اور ہرزہ سرا کہا جائے گا۔

اگر قائل یہ تاویل کرے کہ میرا مقصد نفس ذات کے لحاظ سے امکان ذاتی ہے اور حقیقت انسانی کے اعتبار سے ممکن ہے کہ فقیر کو بادشاہ پر تسلط حاصل ہو جائے تو کوئی شخص اس تاویل کو قبول نہیں کرے گا کیونکہ عرف میں امکان ذاتی ہرگز متبادر نہیں ہے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا، معنی متبادر خود اپنا کام کرنا ہے، تاویل اس کی تلافی نہیں کر سکتی۔

**انتزاع نظیر پر دلیل** | اس تمہید کے بعد سنئے! کہ اس قائل کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام کمالات میں برابر کرداروں اشخاص سے تکوین کا تعلق صحیح ہے جو شخص اردو زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہے، اس عبارت سے اس معنی کے متبادر ہونے میں شک نہیں کرے گا حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے تمام اوصاف و کمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص سے بھی تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہوا تو نص قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے لہذا اس سے اور جسے محال بالذات لازم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہوتا، (منطقی انداز میں) اس قیاس (اقتزائی عملی) کی ترتیب یوں ہوگی :

لہ اس سلسلے کی تفصیل ملاحظہ ہو: سبحان ابوعن عبید کذب مقبوح، از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

[Click For More Books](#)

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

(i) کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات کو مستلزم ہے۔

(ii) اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہے یا بصورت قیاس استثنائی (اصالی) کہا جائے۔

اگر کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین کا تعلق صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا کذب بھی صحیح ہوتا، لیکن تالی (اللہ تعالیٰ کا کذب) باطل ہے لہذا مقدم (کمالات میں حضور کے برابر سے تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا) بھی باطل ہوگا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا کذب الہی کو مستلزم ہے اس کا بیان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نبی کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد (نئے) نبی کے موجود ہونے سے نص قرآنی کا کذب لازم آتا ہے اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم حجج انبیاء ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن

رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔

لہذا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا تکوین کے تحت داخل ہونا صحیح ہو تو اس نص صریح کا کذب صحیح ہو جائے گا العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے تو اس کا بیان یہ ہے کہ

۱۔ محمد قاسم نانوتوی نے تفسیر الناس میں لکھا ہے کہ اگر بالفرض زمانہ نبوی میں یا اس کے بعد کوئی نبی آجائے تو آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا (مفہوماً) یہ ختم نبوت کے عقیدہ قطعاً کی کھلی مخالفت ہے ۲

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کذب صفت نقص اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوصاف نقص و عیب سے متصف ہونا محال بالذات ہے۔

اور وہ جو اس قائل نے بعض رسائل میں لکھا

**امکان کذب کی دلیل اور اس کا رد**

ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب اور اس کا اس

نقص سے متصف ہونا محال بالذات نہیں ہے کیونکہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا مانگہ اور انبیاء پر القاء کرنا قدرت الہیہ سے خارج نہیں ہے، ورنہ لازم آئیگا کہ انسانی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہو اس لئے کہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اسے مخاطبین پر پیش کرنا، اکثر انسانوں کی قدرت میں ہے، ہاں کذب مذکور چونکہ حکمت کے منافی ہے اس لئے ممتنع بالغیر ہے اسی لئے عدم کذب کو اللہ تعالیٰ کے کمالات میں سے شمار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اس کی تعریف کرتے ہیں برخلاف پتھر اور گونگے کے کہ کوئی شخص عدم کذب سے ان کی تعریف نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ کمال یہی ہے کہ جو شخص کلام کاذب پر قدرت رکھتا ہے لیکن مصلحت اور تعاضلے حکمت کی بنا پر جھوٹ بولنے کا ارتکاب نہیں کرتا وہ جھوٹ نہ بولنے اور کمال صدق سے متصف ہونے کے سبب تحقق تعریف ہے، برخلاف اس شخص کے جس کی زبان ماؤف ہے اور وہ جھوٹ بولنے کی طاقت نہیں رکھتا، یا اس کی قوت متفکرہ میں فساد ہے کہ وہ واقع کے خلاف قضیہ تیار نہیں کر سکتا، یا جس وقت وہ سچ کہنا چاہتا ہے، کہہ دیتا ہے اور جھوٹ بولنا چاہتا ہے، اس کی آواز رک جاتی ہے یا اس کی زبان ماؤف ہو جاتی ہے یا کوئی شخص اس کا منہ بند کر دیتا ہے یا اس کا گلا دبا دیتا ہے، یا اس شخص نے بہت سے سچے قضایا (اقوال) یاد کر رکھے ہیں اور وہ دوسرے

قضایا تیار ہی نہیں کر سکتا اس لئے اس سے کلامِ کاذب صادر نہیں ہوتا، یہ اشخاص مذکورہ عقلاہ کے نزدیک مستحقِ تائید نہیں ہیں۔

حاصل یہ کہ جھوٹ سے بچتے ہوتے اور اس کی آلودگی سے دامن بچاتے ہوئے، جھوٹ نہ بولنا صفاتِ مدح سے ہے اور اس لئے جھوٹ نہ بولنا کہ اس کی طاقت ہی نہیں، کسی طرح بھی صفاتِ مدح میں سے نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں، یہ کیا عقیدہ ہے جو اس قائل کی زبان سے صادر ہو رہا ہے اور کیا گمراہانہ کلام ہے جو اس کے قلم کی نوک سے بے باکانہ ٹپک رہا ہے۔

یہ قائل مانتا ہے کہ جھوٹ نقص اور عیب ہے، اس کے باوجود کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب سے متصف ہونا ممکن ہے لہذا یہ صریح اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ناقص اور عیب دار ہونا ممکن ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے جو یہ بیان کہتے ہیں، اب یہ شکایت ختم ہو جاتی ہے کہ اس نے بدینتی کی بنا پر حضور سید کائنات اور دیگر حضرات انبیاء و ملائکہ و اولیاء کے بارے میں تنقیص اور توہین آمیز کلمات کہے ہیں کیونکہ اس کا عقیدہ خالق کائنات کے بارے میں یہ ہے، کہ اس کا جھوٹ اور نقص و عیب سے متصف ہونا ممکن ہے (مخلوقات کے بارے میں کیا کچھ نہ کہے گا!

اس کا یہ استدلال کہ :

” ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا ملائکہ و

انبیاء پر القار کرنا، قدرتِ الہیہ سے خارج نہیں ہے۔“

باعثِ تعجب ہے کیونکہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا مخاطب پر القار کرنا مطلقاً جھوٹ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اکثر مقامات پر مخلوق سے حکایت کہتے ہوئے قضایا کاذب ذکر فرمائے ہیں، قائل کے کذب کا معنی یہ ہے کہ وہ مخالف واقع قضیہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سے خرد سے اور یہ صفت عیب اور نقص ہے اور یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا عیب اور نقص سے موصوف ہونا ممکن ہے، اہل ایمان کی شان سے بعید ہے، ایسا کلام زبان پر لانا اور اس کا سنا مسلمانوں کی سماعت پر بہت گراں ہے، یہ صحیح ہے کہ یہ باتیں اس شخص کو کہی جاسکتی ہیں جس کا ایمان سے کچھ تعلق نہ ہو۔

اس کا یہ کہنا کہ :

”ورنہ لازم آئے گا کہ قدرتِ انسانی قدرتِ الہیہ سے زیادہ ہو“

تعجب بالائے تعجب کا سبب ہے اور دیکھنے والوں کی نگاہوں میں قائل کی دقیقہ رسی اور زہیر کی کی قوت کو ظاہر کرتا ہے، سبحان اللہ و تعالیٰ عما یصفون، ظاہر ہے کہ بدترین فواحش اور شنیع قبائح، جن سے اللہ تعالیٰ کا متصف ہونا عقلی، نقلی طور پر بدیہی اور شرعی طور پر ممنوع ذاتی اور محالِ عقلی ہے، قدرتِ انسانیہ کے تحت داخل اور قدرتِ الہیہ کے تحت داخل نہیں ہیں، اس قائل کے زعم پر لازم آئے گا کہ قدرتِ انسانی، قدرتِ ربانی سے زائد ہو العباد بائد!

اس شبہ کا حل یہ ہے کہ عیوب و نقائص سے اتصاف اور قبائح و فواحش کے از نکاب کی قدرت خود عیب اور نقص ہے، اللہ تعالیٰ تمام نقائص، عیوب، قبائح اور فواحش سے پاک ہے، جو قدرتِ اللہ تعالیٰ کے اوصافِ کاملہ میں سے ہے، وہ تمام ممکنات کے ایجاد کی قدرت ہے، گویا مطلق قدرت دو قسم ہے، ایک قدرتِ کاملہ جو اللہ تعالیٰ

سہ ستم یہ ہے کہ مولوی محمد حسن دیوبندی نے مراعاتِ اقرار کیا ہے کہ تمام افعالِ قبیحہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہیں، کھلے ہے صدور قبائح اور قدرتِ علیٰ القبائح میں زمین آسمان کا فرق ہے، ارادوں کو عن اہل السنۃ بنسبت ذاتِ خالق انکانات محال کہا جاتا ہے تو امرِ دویم مسلمات میں ہے، سب جانتے ہیں کہ ذاتِ تعالیٰ شانہ سے افعالِ قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی لیکن افعالِ قبیحہ کو مثل دیگر ممکناتِ ذاتیہ مقدر باری جہد اہل حق تسلیم کرتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو ان کے صدور میں ہے نفسِ مقدرہ بیتہ میں اصفا کوئی خرابی لازم نہیں آتی (جہد المقل، مطبع بلالی ساڈھوہ، ج ۱، ص ۲۱) یعنی ان کے نزدیک چوری، بدکاری، زنا، لوٹ لٹ اور دیگر تمام فواحش اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہیں، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک ۱۲ شرف قادری

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے اوصافِ مختصہ سے ہے، دوسری قدرت ناقصہ جو صفاتِ مخلوق سے ہے دوسری قدرت پہلی قدرت سے برتر ہے غیر متناہیہ ناقص ہے، پس انسان میں دوسری قدرت کے موجود ہونے اور ذاتِ باری تعالیٰ میں اس کے ممکن نہ ہونے سے قدرتِ انسانی کا قدرتِ ربانی پر زائد ہونا لازم نہیں آتا، شاید زیادتی کا معنی ”خیالِ شریف“ میں نہیں آیا ہوگا۔ ایک شے کا دوسری شے پر زائد ہونا یہ ہے کہ پہلی شے دوسری شے پر مشتمل ہو اور اس کے ماسوا پر بھی، اسے چاہئے تھا کہ پہلے ثابت کرتا کہ قدرتِ انسانی قدرتِ ربانی پر مشتمل ہے، پھر بیان کرتا کہ قدرتِ انسانی قدرتِ ربانی کے ماسوا پر بھی مشتمل ہے، تب یہ کہہ سکتا تھا کہ قدرتِ انسانی کا قدرتِ ربانی پر زائد ہونا لازم آتا ہے، سبحان اللہ! اس مبلغِ علم اور اتنی سمجھ کے ساتھ کیا ضروری ہے کہ معقولات میں دخل دیا جائے! اسی لئے علماء نے کہا ہے :

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِالْحِكْمَةِ فَلْيُحَدِّثْ

لِنَفْسِهِ فِطْرَةً أُخْرَى ،

”جو شخص حکمت میں کلام کرنا چاہے اسے اپنے لئے ایک

اور فطرت (علوم و فنون میں مہارت) تیار کرنی چاہئے“

اس کا یہ گمان کہ، عدمِ کذب کو اللہ تعالیٰ کی تعریفات میں اسی لئے شمار کرتے

ہیں کہ وہ کذب پر قدرت کے باوجود کلامِ کاذب کا تکلم نہیں فرماتا جیسے اس نے عوام

کا لالعام کو فریب دینے کے لئے کم معنی اور زیادہ الفاظ والی طویل عبارات سے بیان کیا

ہے، ملمع کاری سے زیادہ کچھ نہیں کیونکہ تمام عیوبِ نقائص اور قبائح و فواحش سے اللہ

تعالیٰ کی تنزیہ، محامد و مدائحِ الہیہ سے شمار کی گئی ہے اور نصوص میں مقامِ شامیں موجود ہے

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ان نقائص اور فواحش سے متصف ہونا امتنعاتِ عقلیہ اور مستحیلات

ذاتیہ سے ہے۔ شانِ الہی کی انتہائی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی عیب اور نقص سے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



موصوف ہونا تجویز عقلی میں بھی ممکن نہیں ہے، یہی کمال تمیزیہ اور تقدیس ہے، اللہ تعالیٰ کا کذب کے اوصاف سے اس لئے پاک ہونا کہ اس ذاتِ کریمہ کا عیوب و نقائص سے موصوف ہونا ناممکن ہے، عجز نہیں ہے اس لئے کہ جس شے کی شان یہ ہے کہ وہ قدرت میں ہو، اس کا قدرت میں نہ ہونا عجز ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا کذب سے موصوف ہونا ممنوع ہے اور قدرت میں نہیں ہے لہذا اس پر قدرت کا نہ ہونا عجز نہیں ہو سکتا۔

اب قائل کے اس قول میں غور کرنا چاہئے کہ :

”عجز کی بنا پر جھوٹ نہ بولنا کسی طرح صفاتِ مدح میں گنہگار ہے۔“

عجز کا معنی ہی خیالِ شریف میں نہیں آیا! اللہ تعالیٰ ہی حکمت والا اور حفاظت فرماتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ یہ گفتگو اس مقصد کے لئے ہے کہ جو شخص صفاتِ کمال میں

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر فرض کیا جائے اس کے ساتھ تکوین کا تعلق صحیح

نہیں ہے۔ قائل مذکور جو ایسے شخص سے تکوین کا تعلق صحیح دکھانا چاہتا ہے اس کے

ابطال کے لئے یہ بیان کافی اور بے مغبار ہے،

کہ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق ایسے شخص سے نہیں ہو سکتا، اس کے

لئے یہ بیان جاری کرنا خلل سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس بیان سے یہ ثابت ہوتا

ہے کہ تمام کمالات میں کسی شخص کا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہونا ممنوع

بالغیر ہے اور ضروری نہیں کہ ممنوع بالغیر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل نہ ہوجتے کہ

---

اللہ تعالیٰ کا عدم اور اس کا شریک ممکن نہیں اور جو ممکن نہ ہو اس پر قادر نہ ہونا عجز نہیں کہلاتا اس لئے اللہ تعالیٰ کا

اپنے شریک کے پیدا کرنے اور اپنے عدم پر قدرت نہ ہونا، عجز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عدم اور شریک باری تعالیٰ ممکن نہیں

اور نہ اس قائل ہے کہ اس کے ساتھ قدرت کا تعلق ہو سکے ۱۲ اشرف قادری

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لازم آئے کہ ایسا شخص قدرتِ الہیہ کے تحت داخل نہ ہو، ہماری یہ گفتگو یہ سبیلِ تنزیل اور کسی حد تک قائلِ مذکور سے موافقت کرتے ہوئے ہے ورنہ اصل مذہب وہی ہے جو وجہِ ثانی میں مذکور ہوگا۔

**وجہِ ثانی** جانتا چاہئے کہ جب قائلِ مذکور کی اس گفتگو (اس شہنشاہ کی تو یہ شان

ہے الخ) سے حضور سید المرسلین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اس کا دلی عقیدہ ظاہر ہوا اور مخلص ایمانداروں کے دلوں میں اس کے ایمان کے بارے میں شبہ واقع ہو گیا تو اس قائل نے اپنے کلام کے مدلول سے انماض اور حشم پوشی کرتے ہوئے اس عبارت کا خود ساختہ معنی بیان کیا اور کوشش کی کہ اس عبارت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے غموم اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کے امکان ذاتی پر محمول کر کے اس قباحت سے جان چھڑائے جس میں وہ واقع ہوا ہے۔ ہماری اس تقریر اور اس سے پہلے کی تحقیق سے اس طرف کا راستہ بند ہو چکا ہے، اس خیال اور حیلہ سازی کو ہم اہل فہم کے دماغوں سے دور اور ختم کر چکے ہیں، اس کے باوجود ہمارا ارادہ ہے کہ بہ طریقِ تنزیل اس کے کلام کا مزید بطلان پیش کریں اور ان غلط باتوں کی تاویل کی ہو اس کے دل میں نہ رہنے دیں۔

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

برابر سے اس قائل کی مراد ایسا فرد ہے جو ماہیت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک اور اوصافِ کاملہ میں آپ کے مساوی ہو یعنی جو کمالِ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے اس کی مثل اس فرد میں بھی موجود ہو جو ماہیت میں آپ کے ساتھ شریک اور اوصافِ کاملہ میں آپ کے مساوی ہو، اور اگر ایک فرد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ماہیت میں شریک ہو لیکن وہ آپ کے تمام اوصاف و کمالات کا جامع نہ ہو، آپ کے بعض کمالات اس فرد میں موجود نہ ہوں

یا، العیاذ باللہ اس طرح ہو کہ وہ فرد آپ کے تمام کمالات کا جامع ہو اور اس میں بعض ایسے کمالات پائے جائیں جو آپ میں نہ ہوں وہ فرد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہے بلکہ کم ہے یا معاذ اللہ زیادہ بلند ہے۔

اب ہم دعوے کرتے ہیں کہ وہ شخص جو تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہو، ممنوع بالذات ہے (یہ صغریٰ ہے) اور جو ممنوع بالذات ہو، قدرت الہی کے تحت داخل نہیں ہے (یہ کبریٰ ہے) لہذا ثابت ہوا کہ وہ شخص جو تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہو، قدرت الہی کے تحت داخل نہیں ہے (یہ نتیجہ ہے)

کبریٰ کا بیان یہ ہے کہ اگر کوئی ممنوع بالذات قدرت الہی کے تحت داخل ہو تو وہ (ممنوع ذاتی نہیں رہے گا بلکہ) ممکن ذاتی ہوگا اور ممنوع ذاتی کا ممکن ذاتی بن جانا محال بالذات ہے (جیسا کہ علماء معقول کا اتفاق ہے) پس جو ممنوع ذاتی ہے قدرت الہی کے تحت داخل نہ ہوگا۔

اور وہ جو عوام الناس کے دل میں خدشہ پیدا ہوتا ہے اور انہیں **ایک شہرہ کا ازالہ** تشویش میں مبتلا کرتا ہے کہ ممنوعات ذاتیہ پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نفی سے اس کے عجز کا قول لازم آتا ہے، جہالت سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ جو چیز مقدور بننے کی صلاحیت رکھتی ہو، اس پر قدرت نہ ہونے کو عجز کہتے ہیں (یعنی عجز اور قدرت میں تقابل عدم والملکہ ہے) اور ممنوع ذاتی مقدور بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اس پر قدرت نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آئیگا، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نظیر یا اپنے شریک کے پیدا کرنے یا اجتناع نقیضین و ارتفاع نقیضین کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے تو ہمیں کہا جاسکتا کہ اس نے اللہ تعالیٰ

Click For More Books کے خاصہ نہ سکاؤا کہ

وہ آیات کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عموم پر دلالت کرتی ہیں مثلاً :

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

یا اللہ تعالیٰ کا فرمان :

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا

ممتنعات عقلیہ کو شامل نہیں ہیں کیونکہ ممتنع عقلی شے نہیں ہے (شے اسے کہتے ہیں جس سے مشیت کا تعلق ہو سکے اور وہ لازماً ممکن ہی ہوگی ممتنع نہیں ہو سکتی) حتیٰ کہ ”کل شے“ کے عموم میں داخل ہو۔ اگر کوئی شخص ممتنعات ذاتیہ اور مستحیلات عقلیہ پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نفی سے گریز کرتا ہے اور اسے بارگاہ الہی کی بے ادبی گمان کرتا ہے، اسے ایمان و توحید کو ایک طرف رکھنا پڑے گا اور اللہ تعالیٰ کے شریک اور اس کے عدم کے امکان اور اللہ تعالیٰ کے نقائص و قبائح سے انصاف، جسم ہونے، مکان میں ہونے اور تغیر پذیر ہونے کے امکان کا عقیدہ رکھنا پڑے گا کیونکہ یہ سب ممتنع ذاتی ہیں، اگر اس کی قدرت میں ہوں گے تو لازماً ممکن ہوں گے، تعالیٰ اللہ عما یصفون۔

پس حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن ذاتی پر قادر ہے، ممتنع ذاتی چونکہ مقدر بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اس لئے مقدر نہیں ہے، قدرت الہی کا ممتنع ذاتیہ کو شامل نہ ہونا معاذ اللہ! اس کے عجز کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ ان ممتنع ذاتیہ میں وجود کی صلاحیت ہی نہیں ہے ہاں اگر کوئی بے دین ممکن ذاتی سے قدرت الہی کی نفی کرے تو وہ کافر ہے اور قدرت الہی کا منکر ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

صغریٰ کا بیان دو طریقے سے ہے :

یہ قضیہ سالبہ کلیہ دائمہ صادق ہے،

طریق اول | کسی وقت کوئی ممکن ذاتی، کمالات میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہے (یہ اصل قضیہ ہے)  
لہذا اس کا عکس ضرور صادق آئے گا،  
اوصاف و کمالات میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی مساوی کسی  
وقت ممکن ذاتی نہیں ہے (یہ عکس ہے)

اصل قضیہ کے صدق کا بیان یہ ہے کہ اگر ہمارا یہ قول :  
”کسی وقت کوئی ممکن ذاتی، کمالات میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کے مساوی نہیں ہے۔“

صادق نہ ہو تو اس کی نقیض ضرور صادق ہوگی کیونکہ ارتفاح نقیضین محال ہے  
اور اس کی نقیض موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہے اور وہ یہ ہے :  
”بعض ممکن ذاتی، سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالفعل  
یعنی تین زمانوں (ماضی، مستقبل، حال) میں سے ایک زمانے میں  
مساوی ہیں۔“

اور یہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہر مسلمان کے نزدیک باطل ہے لہذا اصل  
صادق ہوا، اور جب اصل صادق ہوا تو اس کا عکس یقیناً صادق ہوگا لہذا ثابت ہوا کہ  
کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مساوی، ممکن ذاتی نہیں ہے، اب دو ہی  
صورتحیں ہیں کہ وہ مساوی واجب بالذات ہو العیاذ باللہ تعالیٰ، یا ممنوع بالذات ہو،  
پہلی صورت بالبداہتہ باطل ہے لہذا متعین ہو گیا کہ وہ مساوی ممنوع بالذات ہے اور  
یہی ہمارا مطلوب ہے۔

طریقہ ثانی | یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا وجود  
ممکن ہے، اجتماع نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے اور وہ تو باطل  
ہے لہذا اس مساوی کا امکان بھی باطل ہے،

یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا وجود ممکن ہے  
اجتماع نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ  
کوئی شخص تمام کمالات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہے، تو دو حال سے  
خالی نہیں، وہ شخص یا تو خاتم الانبیاء ہوگا، یا خاتم الانبیاء نہیں ہوگا، دونوں صورتوں میں  
وہ شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہوگا کیونکہ وہ شخص اگر خاتم الانبیاء ہو  
دو محالہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان انبیاء کے زمرے میں داخل ہونگے جن کا وہ  
خاتم ہے، تو معاذ اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہ ہوں گے، پس اس  
شخص میں ایک ایسا کمال (خاتم الانبیاء ہونا) ہوگا جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں  
نہیں ہوگا، لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس شخص کے برابر نہ ہوں گے (اور وہ شخص  
آپ کے برابر نہ ہوگا بلکہ بلندتر ہے ہوگا) اور اگر وہ شخص خاتم الانبیاء نہ ہو تو چونکہ حضور  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً خاتم الانبیاء ہیں لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
میں خاتم الانبیاء ہونے والا ایسا کمال پایا جائے گا جو اس تقدیر پر اس شخص میں نہیں  
ہے پھر بھی وہ شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہو اور دونوں صورتوں میں  
مساواة فرض کرنے کے باوجود اس کا مساوی نہ ہونا لازم آیا، ثابت ہوا کہ جمیع کمالات  
میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ  
شخص تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہو لہذا واضح ہو گیا کہ  
تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا قول کرنا اجتماع نقیضین  
کے امکان کا قول کرنا ہے اور وہ تو محال بالذات ہے، پس تمام کمالات میں  
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات ہے۔

یالیوں کہا جائے کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر  
شخص کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہے کیونکہ وہ خاتم الانبیاء ہے یا نہیں؟ بہر حال

[Click For More Books](#)

وہ مساوی نہیں رہے گا جیسے کہ ابھی گذرا، اور جس کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہو وہ محال بالذات ہے، پس تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا محال بالذات ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

تمام کمالات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کے محال ذاتی ہونے پر ایک اور قطعی حجت اور روشنی دلیل ہے جس کی بنا پر ائمہ کشف و شہود کے منہار مسئلہ وحدۃ الوجود پر ہے اور توحید وجودی (عقیدۃ وحدۃ الوجود) براہین عقلیہ اور دلائل نقلیہ سے ثابت ہے لیکن چونکہ یہ راستہ دشوار ہے اور اس کا سمجھنا عوام الناس کے لئے بہت ہی مشکل ہے اس لئے اس کا ذکر مقام اور عوام کے افہام کے مناسب دکھائی نہیں دیتا اور چونکہ قائل کی پختہ رائے اور فہم سلیم یعنی نظر ظاہر بہین اور غلط سمجھنے والی عقل و قیقہ سنجی اور باریک بینی بلکہ تلاشِ حق اور قبولِ حق کی طرف متوجہ نہیں ہے پس چند وسوسے اس کے ہاتھ میں ہیں اور اس کے دماغ کے گوشے گوشے میں سمائے ہوئے ہیں اس لئے اس کے مزاج کی اصلاح اور علاج کی ضرورت پیش آئی ہے۔

اس قائل نے تین وسوسے جنہیں وہ دلائل کا نام دیتا ہے، تمام کمالات میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کے ممکن ہونے پر اپنے بعض رسائل میں ذکر کئے ہیں، ان میں سے ایک عقلی اور دنیوی نقلی ہیں، ہم ان میں سے ہر ایک کا ذکر کرتے ہیں اور ان شبہات کی بیخ کنی کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
امکانِ نظیر کی عقلی دلیل اور اس کا جواب  
کے برابر سے مراد وہ فرد ہے جو

آنحضرت کے ساتھ ماہیت اور اوصافِ کاملہ میں شریک ہو پس اقتناع بالذات یا تو

اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے "الروح المجدد" (از مولانا فضل حق خیر آبادی) مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور

[Click For More Books](#)

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس لئے ہوگا کہ ماہیت میں شرکت محال ہے یا اس لئے کہ نفس ذات کے اعتبار سے اوصافِ مذکورہ سے موصوف ہونا محال ہے، ظاہر ہے کہ آنجناب کی ماہیت انسان اور ماہیت انسان میں لاکھوں افراد کا شریک ہونا محال نہیں ہے اور نفس ماہیت کے لحاظ سے اوصافِ مذکورہ سے موصوف ہونا بھی محال نہیں ہے ورنہ آنجناب کا اوصافِ مذکورہ سے موصوف ہونا بھی محال ہوگا کیونکہ نفس ماہیت کے لحاظ سے جو چیز ثابت کی جائے یا جس چیز کی نفی کی جائے اس میں دو مشلوں کا حکم ایک ہوتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ان دونوں میں ماہیت ہی مشترک نہ ہو، تو عدم مماثلت لازم آئے گی اور یہ خلافِ مفروض ہے لہذا مثل مذکورہ کا وجود ممتنع بالذات نہ ہوگا (بلکہ ممکن بالذات ہوگا)

یہ دلیل جو شبہ کہلانے کی مستحق ہے، وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، کیونکہ یہ تو مسلم ہے کہ چونکہ ماہیت میں شرکت ممتنع نہیں اس لئے اس مماثل کا وجود بھی ممتنع نہیں ہے لیکن یہ مسلم نہیں ہے کہ نفس ذات کے اعتبار سے اوصافِ مذکورہ سے منصف ہونا ممتنع نہیں ہے اس لئے اس مماثل کا وجود بھی ممتنع نہیں ہے کیونکہ ماہیت ایک فرد کے ضمن میں جن اوصاف سے موصوف ہو یا اس کا موصوف ہونا ممکن ہو ضروری نہیں کہ انہی اوصاف کے ساتھ ماہیت کا دوسرے افراد کے ضمن میں منصف ہونا بھی ممکن ہو، مثلاً ماہیتِ انسانیہ نفس ذات کے اعتبار سے زید کے تشخص (وہ امور جو اسے دوسرے افراد سے ممتاز کریں) سے موصوف ہو سکتی ہے لیکن زید کے ضمن میں حالانکہ ماہیتِ انسانیہ کا اپنی ذات کے اعتبار سے زید کے تشخص سے موصوف ہونا ممکن نہیں ہے ورنہ زید کا تشخص، تشخص نہ رہے گا بلکہ بہت سے افراد میں قابلِ شریک بن جائے گا (اور یہ اس کے تشخص ہونے کے منافی ہے) دیکھئے ماہیتِ انسانیہ کا عمر و کے ضمن میں زید کے تشخص سے منصف ہونا ممتنع بالذات ہے اور زید کے ضمن میں ممکن بالذات ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زید اور عمر و ماہیتِ انسانیہ میں شریک ہی نہ ہوں، یہ قاعدہ کہ جو چیز نفس ماہیت کے لحاظ سے ثابت کی جائے یا جس چیز کی

[Click For More Books](#)



نفس کی جائے، اس میں دو مشلوں کا ایک حکم ہوتا ہے، مطلقاً صحیح نہیں ہے، یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ماہیت میں شرکت نہیں رہے گی اور مماثلت باقی نہیں رہے گی جیسے کہ ہم اس کی مثال پیش کر چکے ہیں (یہ کہنا کہ جن اوصاف کا ملہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متصف ہیں ان اوصاف سے آپ کے مماثل مفروض کا متصف ہونا بھی ممکن ہے، غلط ہے کیونکہ خاتم النبیین وغیرہ اوصاف کا بلکہ ناقابل شرکت ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان اوصاف سے متصف ہوتے ہوئے کوئی دوسرا فرد ان اوصاف سے متصف نہیں ہو سکتا، ثروت قادری)

**اعترض** اگر یہ وہم پیدا ہو کہ ماہیتِ انسانیہ کا زید کے تشخص سے متصف ہونے کا امکان نفسِ ماہیت کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ (زید کی خصوصیت کے اعتبار سے ہے) اور ہماری گفتگو ان اوصاف میں ہے جن سے ماہیتِ نفس ذات کے اعتبار سے متصف ہوتے کہ خصوصیت کے اعتبار سے

**جواب** زید کے تشخص سے یا تو ماہیتِ انسانیہ نفس ذات کے اعتبار سے موصوف ہوگی یا کسی زائد عارض کے ساتھ مل کر؟ دوسری صورت باطل ہے کیونکہ یہ زائد عارض تشخص سے پہلے عارض ہوگا یا بعد، اگر تشخص کے بعد عارض ہو تو تشخص کا مصداق اور اس کا موصوف نفسِ ماہیت ہوگی اور یہی مطلوب ہے اور اگر تشخص سے پہلے عارض ہو ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو تشخص کے عارض ہونے سے ماہیت اس عارض کے لاحق ہونے سے مشخص ہو چکی ہے یا نہیں؟ پہلی صورت باطل ہے ماہیت کے لئے تشخص سے پہلے ایک تشخص لازم آئے گا، دوسری صورت میں ماہیت اس عارض کے لاحق ہونے کے باوجود کلی ہے اور قابل اشتراک، پس یہ کلی جو بنفسہ قابل اشتراک ہے اس کا زید کے تشخص سے موصوف ہونا ممکن ہے اور یہی مطلوب ہے۔

علاوہ ازیں وجود اور تشخص لازم و ملزوم ہیں اور وجود سے پہلے کوئی عارض  
لاحق نہیں ہو سکتا (لہذا تشخص سے پہلے بھی لائق نہیں ہو سکے گا) یہ مسئلہ فلسفہ سے تعلق  
رکھتا ہے اور اپنی جگہ تفصیل و تحقیق سے مذکور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تشخص بذاتہ اشتراک کے منافی ہے اگرچہ اشتراک  
دو فردوں کے درمیان ہی ہو، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض  
مختص کمالات دو فردوں میں اشتراک کو قبول نہیں کرتے مثلاً اگر ختم نبوت کو دو  
فردوں میں مشترک فرض کیا جائے تو ایک شخص کا اس سے منصف ہونا مستلزم ہے  
اس امر کو کہ دوسرا فرد اس سے منصف نہ ہو جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے  
قائل مذکور حال و صفت (کہ وہ قابل اشتراک ہی نہیں) سے چشم پوشی کر کے اس و  
سے نفس ماہیت کے اتصاف کے ممکن ہونے کو اشتراک کے ممکن ہونے کی  
دلیل بناتا ہے اور اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ یہ وصف دو فردوں میں مشترک  
ہو ہی نہیں سکتا۔

نقل دلیلیں دو ہیں :

امکان نظیر کی پہلی نقلی دلیل اور اس کا جواب | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
يَقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ سُبْحٰنَ بَلٰی وَهُوَ الْخَلَّاقُ  
الْعَلِيمُ إِنَّمَا أَمْرٌ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ  
كُنْ فَيَكُونُ۔

مِثْلَهُمْ کی ضمیر جمع مذکر تمام انسانوں کی طرف راجع ہے کیونکہ آیت کریمہ  
قیامت کے بیان میں واقع ہے لہذا جو قیامت میں زندہ ہوگا آیت مذکورہ کے تحت داخل

[Click For More Books](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہوگا اور ظاہر ہے کہ ہر فرد انسانی قیامت میں زندہ ہونے والا ہے لہذا آیت کریمہ کے مقتضا کے مطابق ہر فرد کا مثل قدرت الہی کے تحت داخل ہوگا، گو یا دلیل کی ترتیب یوں ہوگی کہ : آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن زندہ ہوں گے اور یہ ضروریات دین سے ہے اور جو شخص قیامت کے دن زندہ ہوگا، آیت کریمہ کے مطابق اس کا مثل قدرت الہی کے تحت داخل ہے لہذا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل قدرت الہی کے تحت داخل ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

**جواب** | یہ عجیب استدلال ہے جو اگلے پچھلے تمام دلائل کی وقت خاک میں ملا رہا ہے، یہ اس آیت قرآنیہ کی تفسیر نہیں البتہ اس قائل کی تفسیر دانی کی علامت ضرور ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں :

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
مَعَ كِبَرٍ جَرَمِهَا وَعَظْمِ شَانِهَا بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ  
يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ فِي الصِّغَرِ وَالْحِقَاقَةِ بِالإِضَافَةِ  
إِلَيْهِمَا أَوْ مِثْلَهُمْ فِي أَصُولِ الذَّاتِ وَصِفَاتِهَا  
(انتہی)

”جس ذات کریمہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یا جو دان کے جسم کی بڑائی اور شان کی عظمت کے، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے افراد پیدا کرے، جو زمین و آسمان کی نسبت بہت ہی چھوٹے ہوں یا اصول ذات اور صفات ذات میں ان جیسے ہوں“

کافر اور حشرِ جسمانی کے منکر کہتے تھے :

مَنْ يُسْحِي الْعِظَامَ وَهِيَ سَامِعَةٌ

Click For More Books

”بوسیدہ پڑیوں کو کون زندہ کرے گا؟“

یہ آیت کریمہ، حشرِ جسمانی کے ان منکروں کا استبعاد و دفع کرنے کے لئے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے عظیم الشان اور بڑے بڑے جسموں والے زمین و آسمان کو پیدا کیا، کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ انسانوں کے چھوٹے قد والے معمولی امثال کو پیدا کر دے یا ذات کے اصول و صفات میں ان کے مثل پیدا فرما دے؟ ہاں وہ اس پر قادر ہے، وہ پیدا کرنے والا، جاننے والا ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی شے کا ارادہ کرتا ہے، فرماتا ہے ہو جا! تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔

لہذا اس آیت کا مدلول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابدان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور منکروں کے استبعاد کو دفع کرنا مقصود ہے اور اس جگہ مثل سے مراد وہ ہے جو اجزائے بدنیا اور بدن سے تعلق رکھنے والی صفات میں مماثل ہو یا کوتاہ قامت اور معمولی ہونے میں مثل ہونہ کہ تمام کمالات میں مماثل ہو کیونکہ حشرِ جسمانی اور عادت ابدان سے، تمام کمالات میں مماثل کا ذکر کسی طرح تعلق اور مناسبت نہیں رکھتا، پس اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اجزائے بدنیا اور ان سے تعلق رکھنے والے امور یا حجم اور مقدار میں ہر فرد انسانی کا مثل قدرت الہی کے تحت داخل ہے ایسے مقامات میں لفظ مثل سے تمام کمالات میں مساوی کا سمجھنا علماء کی شان سے بعید ہے آیت قرآنی کی یہ تفسیر (جو قائل مذکور نے کی ہے) بیان و معانی کے اس عالم بیگانہ کی تفسیرِ دائمی کی دلیل ہے، تمام کمالات میں حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کے ممکن ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

مقامِ تعجب ہے کہ اس قائل نے اس آیت میں واقع لفظ مثل سے تمام کمالات میں مساوی سمجھ کر دلیل قائم کرنے میں تکلف سے کام لیا ہے، آسان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** سے استدلال کرتا، یہ آیت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امثال کے امکان کیا بلکہ وقوع پر دلالت کرتی ہے اور لفظ مثل اس آیت میں بھی واقع ہے اور لفظ مثل کا معنی متبادر اس قائل کے ذہن میں وہی ہے جس کے ثابت کرنے کے وہ درپے ہے، کج فہمی اور بد اعتقاد ہی سے خدا کی پناہ اور اسی سے ہدایت اور راستی کی توفیق ہے۔

دوسری نقلی دلیل اور اس کا رد | اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں متعدد جگہ مخلوقات کے موجود ہونے سے ان کے

امثال پر اپنی قدرت کے محیط ہونے پر استدلال فرمایا ہے جیسے کہ بہت سی آیات میں زمین کے زندہ کرنے، بارش نازل کرنے سے مردوں کے زندہ کرنے پر استدلال فرمایا ہے، مثلاً ارشاد فرمایا :

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْشَأْنَا  
بِهِ بَلَدَةً مَّيْتًا وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ۔

باپ کے بغیر حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے باپ کے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا کرنے کے امکان پر استدلال فرمایا :

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ  
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔

حاصل یہ کہ استدلال کا یہ اندازہ قرآن پاک میں عام ہے بنا بریں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود خود دلیل ہوگا اس امر پر کہ آپ کا مثل پیدا کرنا قدرت الہی کے لئے ممکن ہے گویا اس صورت میں دلیل کی ترتیب یہ ہوگی کہ اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود قدرت الہی کے تحت داخل ہے تو آپ کے مثل کا وجود بھی قدرت الہی کے تحت داخل ہوگا لیکن وجود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدرت الہی کے تحت داخل ہے لہذا آپ کے مثل کا وجود بھی قدرت الہی کے تحت داخل ہوگا کیونکہ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق قدرت کے تحت

داخل ہونے یا داخل نہ ہونے میں دو متکون کا حکم ایک ہوتا ہے۔

**جواب** | پیشہ بھی وہم سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ اوصاف دو قسم ہیں :  
(۱) جن کا اشتراک دو چیزوں کے درمیان ممکن ہو اور وہ اشتراک سے مانع نہ ہوں، مثلاً باپ کے بغیر پیدا ہونا کہ دو فردوں میں مشترک ہونے سے مانع نہیں ہے حضرت آدم علیہ السلام کا اس وصف سے موصوف ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس وصف سے موصوف ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ بغیر باپ کے ایک شخص کے پیدا ہونے سے لازم نہیں آتا کہ دوسرے شخص کا اتصاف اس وصف سے منتفی ہو جائے، اسی طرح زمین کے قابل زندگی ہونے سے لازم نہیں آتا کہ مردوں کا اس سے اتصاف منتفی ہو جائے۔

(۲) جن کا اشتراک دو چیزوں میں ممکن نہ ہو مثلاً تمام انبیاء کا خاتم ہونا کہ ایک شخص کا اس صفت سے متصف ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ دوسرا فرد اس سے متصف نہ ہو (یعنی ایک شخص خاتم الانبیاء ہو تو دوسرا خاتم الانبیاء نہیں رہے گا) پس اگر کوئی چیز ایک وصف سے موصوف ہو اور وہ وصف قسم اول سے ہو تو اس چیز کا وجود اس کے مثل کے ممکن ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے اور یہی قرآن پاک کا مطلب ہے اور اگر وہ وصف ثانی سے ہو تو اس کے موصوف کا وجود اس وصف میں مماثل کے وجود کے ممکن ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس شخص کا اس وصف سے موصوف ہونا دلالت کرتا ہے کہ اس وصف میں اس کا شریک ممتنع الوجود ہے ورنہ وہ وصف ممکن الا اشتراک ہو جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موجود ہوتے ہوئے تمام کمالات میں آپ کے برابر کے ممکن ہونے پر اس قائل کا استدلال اس صورت میں قابل توجہ ہو سکتا تھا کہ یہ قائل پہلے ثابت کرتا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے تمام

[Click For More Books](#)

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اوصافِ کاملہ قسم اول سے ہیں اور ممکن الا شتر اک میں اور یہی اس مسئلہ کی بنیاد ہے،  
حق آگیا اور باطل چلا گیا بے شک باطل جانے والا ہے۔

**ایک اور شبہ** | اس جگہ ایک امر باقی ہے جس کا اظہار ضروری ہے کہ یہ قائل عوام  
کا لالعام کو اس سے غافل پا کر حیلہ سازی سے ان بیچاروں کو  
دام فریب میں پھنسا دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واجب  
بالذات ہونا لازم آتا ہے لہ

**جواب** | یہ فریب نظر سے زیادہ کچھ نہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی  
کے ممتنع ذاتی ہونے سے آپ کا وجوب ذاتی لازم نہیں آتا، ہاں شے کی  
نقیض ممتنع ذاتی ہو تو لازماً وہ شے واجب بالذات ہوگی لیکن شے کا مساوی فی کمالات  
کہاں اور اس کی نقیض کہاں، نیز کمالات میں بے نظیر و بے مثال ہونا وجوب ذاتی کا خاصہ  
نہیں ہے، وجوب ذاتی کا خاصہ یہ ہے کہ حقیقت میں شرکت متصور نہ ہو کیونکہ وجوب  
ذاتی کا مصداق حقیقتاً حدیث بیضہ بذاتہا متشخص ہے جو قابل اشتراک ہی نہیں ہے۔  
بعض رسائل میں اس قائل کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کمالات میں نبی  
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے کا قول ایسا ہے کہ موجدین کی شان  
سے بعید ہے اور اس کے سننے سے موجدین کے رنگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر یہ جہالت  
نہیں تو پھر کیا ہے؟

اسی طرح اس قائل نے بعض رسائل میں یہ بھی کہا ہے کہ یہ کلام یعنی وہ بے فائدہ

لہ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مساوی ممتنع بالذات تبھی ہوگا جبکہ آپ واجب بالذات ہونگے اور اگر آپ ممکن بالذات ہوں  
تو آپ کا مساوی بھی ممکن بالذات ہوگا یہ شبہ بشیر الدین قزوینی نے بھی کشف المبہم میں پیش کیا ہے ۱۲ شرف قادری

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

گفتگو (امکانِ نظیر کا قول) حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ  
بندگی کا اظہار ہے، یہ بھی بے معنی گفتگو اور خیالِ باطل ہے کیونکہ تمام کمالات میں  
حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے کا قول آپ کے  
مخلوقِ خداوندی اور اس کا بندہ مکرم ہونے کے منافی نہیں ہے لیکن جاہلوں کو فریب  
دینے کے لئے حید تراشی کا رآمد ہے لہذا حمید سازی اور صدق و اخلاص کی پروا لٹانے  
پر مجبور ہے، اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

---



## مقام ثالث

اس امر کے بیان میں کہ یہ گمراہانہ اور گمراہ کن کلام، اس ذات کریم کی توہین و تنقیص پر مشتمل ہے جن کی تعظیم فرض ہے اور جو بارگاہ الہی کے مقربین کے سردار ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔

جاننا چاہئے کہ کسی کلام کا کسی کی توہین و تنقیص پر مشتمل ہونا اس کے صادق یا کاذب ہونے سے متعلق نہیں ہے، بسا اوقات کلام صادق تحقیر پر اور کلام کاذب تعظیم و توقیر پر مشتمل ہوتا ہے، اسی طرح کلام کا کسی کی توہین و تنقیص پر دلالت کرنا اس سے متعلق نہیں ہے کہ کلام سے مضمون کے واقع ہونے پر صراحت یا اشارت دلالت کا پتہ چلے بلکہ ایک عبارت مقتضائے حال کے مطابق کبھی تعظیم پر دلالت کرتی ہے اور کبھی تحقیر و تذلیل پر، مثلاً جب کہا جائے کہ " فلاں ایک انسان ہے " اگر مقتضائے حال کے مطابق کلام کا سیاق و سباق تعظیم و توقیر کے مناسب ہو تو یہ کلام کمال تعظیم و تکریم پر دلالت کرے گا اور اس معنی پر دلالت کرے گا کہ فلاں شخص نوع انسان میں یگانہ زمان اور اپنے امثال میں منفرد ہے اور اگر حالی یا لفظی قرینہ اس شخص کی اہانت کا مقتضی ہو تو یہی کلام اس شخص کی تنقیص نشان پر دلالت کرے گا، اس کلام کا یہ مطلب ہوگا کہ فلاں شخص عام سا انسان ہے جس کی کوئی وقعت نہیں۔

اسی طرح اگر کہا جائے کہ اگر فلاں خنزیر ہوتا تو نجاستیں کھاتا، یقیناً کلام اس شخص کی تحقیر پر دلالت کرے گا، اگرچہ یہ جملہ شرطیہ ہے اور اس کی شرط کا واقع ہونا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ضروری نہیں ہے اور اگر کہا جائے کہ اگر فلاں شخص ہوتا تو ملائکہ مقربین کی لڑی میں ہوتا، یہ کلام اس شخص کی عظمت نشان پر دلالت کرے گا اگرچہ اس کا مقدم (پہلا جز) ممکن الوقوع نہیں ہے۔

جس طرح مقتضائے حال کے اعتبار سے توہین یا تعظیم پر دلالت کرنے میں کلام مختلف ہوتا ہے اسی طرح حالِ قائل کے مختلف ہونے سے کلام اس دلالت میں اختلاف پذیر ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی بلند مرتبہ سردار کہے کہ میں ناچیز انسان ہوں، اس کی زبان سے یہ کلام کم مایہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کا یہ کلام کمال تو اضع پر دلالت کرتا ہے جو قابلِ تعریف و توصیف ہے، اور اگر کوئی کمینہ ایسے سردار کے بارے میں کہے کہ وہ ناچیز انسان ہے، یہ گراں کلمہ اس ردیل کی زبان سے، اس معزز سردار کے لئے انتہائی تحقیر اور تذلیل ہے، اسی طرح اگر بادشاہ اپنے دربار کے انتہائی مقرب اور مکرم وزیرِ اعظم کو اپنی قدرت اور سلطنت کے اظہار کے لئے کہے کہ اگر میں چاہوں تو تم سے وزارت چھین لوں، رعایا کے کسی معمولی آدمی کو تمہارے منصب پر فائز کر دوں اور تمہیں جیل بھیج دوں یا تمہیں تختہ دار پر لٹکا دوں، بادشاہ کی زبان سے یہ کلام وزیر کی شان کی تحقیر نہیں ہے اور اگر کوئی معمولی سا سپاہی کہے کہ اگر بادشاہ چاہے تو تم سے وزارت چھین لے، رعایا کے کسی معمولی انسان کو تمہارے مقام پر فائز کر دے اور تمہیں جیل بھیج دے یا پھانسی چڑھا دے، اس کلام میں قابلِ تکریم وزیر کی انتہائی تذلیل ہے اور اس کا ترکیب بادشاہ کی عادلانہ رائے میں وزیر کی توہین کے نتیجے میں سخت سزا کا مستحق ہو گا کیونکہ اس عام سے سپاہی کا یہ مقام نہیں ہے کہ لائق تعظیم، بلند مرتبہ وزیر کے بارے میں ایسا کلام زبان پر لائے بلکہ اس کی یہ حیثیت بھی نہیں ہے کہ تعظیمی کلمات ملائے بغیر وزیر کا نام لے، اربابِ عقل کو سمجھانے کے سلسلے میں مزید طوالت کی ضرورت نہیں ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

”اے حبیب! تم فرما دو کہ میں ظاہرًا تمہاری طرح انسان ہوں“

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان پر مشتمل نہیں ہے، انبیاء و مرسلین کی دعوت کے جواب میں زمانہ ماضی کے کافروں کا یہ کہنا،

مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

”تم نہیں ہو مگر ہم جیسے انسان“

بلاشبہ ان حضرات علیہم السلام کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے۔

پس اگر آیاتِ قرآنیہ جو اللہ تعالیٰ کے کلامِ نفسی کی ترجمان ہیں ایسے امور پر قدرتِ الہیہ کے شامل ہونے پر دلالت کرتی ہیں جن کا عدم وقوع، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اسبابِ خارجیہ پر نظر کرتے ہوئے قطعاً اور یقیناً ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

لَسْنَا شُرَكَاءَ لِيُحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

”اگر بالفرض تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل ماقط ہو جائیں گے“

اور  
وَلَسْنَا بِأَشْرَاقٍ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ  
أَوْ حِينًا لِيُكَفِّرَنَّ

”اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف نازل

کی اسے لے جاتے۔“

اور  
وَلَوْلَا أَنْ تَبَيَّنَّكَ لَقَدْ تَرَكْنَا لِيُهِمَّ  
شَيْئًا قَلِيلًا إِذْ آذَاكَ ذُقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ  
وَضِعْفَ الْمَمَاتِ

”اور اگر ہم تمہیں ثابت قدمی نہ دیتے تو قریب تھا کہ تم انکی

طرف کچھ تھوڑا سا بھکتے اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دوفی عمر اور دو چند موت

کامزہ دیتے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخیف و تنقیص پر دلالت نہیں کرتا، مگر کسی امتی کا یہ مقام نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے کلمات کہے جو ان آیات کریمہ کا مفہوم ادا کرتے ہوں کیونکہ مخلوق کی زبان سے ایسے کلمات اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان پر مشتمل ہیں۔

جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ متکلم کے مختلف ہونے سے، تنقیص پر دلالت کرنے یا نہ کرنے میں کلام کا حال مختلف ہوتا ہے تو کسی شخص کو یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ اگر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات کا زبان پر لانا تخیف اور تنقیص پر مشتمل ہو تو ایسے کلمات پر مشتمل آیات قرآنیہ کی تلاوت اور ان کی تفسیر شرعاً جائز نہ ہوگی (یہ گمان اس لئے غلط ہے کہ تلاوت اور تفسیر اللہ تعالیٰ کے کلام کی ہے، بندہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا) ہاں یہ پروہینتہ کرنے کے لئے اس قسم کی آیات کو جمع کرنا کہ سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اس قسم کے کلمات قرآن پاک میں واقع ہیں تاکہ جہلار اور عوام ان آیات کو دلیل بنا کر حضور سرور موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات کے استعمال کا جواز معلوم کریں اور ان آیات کی بنیاد پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخیف شان میں بیباک ہو جائیں اور اس بے ادبی کی بدولت تباہی اور ہلاکت کے مستحق ٹھہریں، حضور اشرف الاشراف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں انتہائی بے ادبی پر مشتمل ہے اور عوام اور جہلار کی زبانوں پر امر قبیح کی اشاعت ہے، نحوذبا اللہ تعالیٰ لمن ذلک۔ یہ بھی جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا میں ایسا کلام کرنا ناجائز ہے جس میں کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ یا کسی نبی اور رسول یا کسی ولی اور فرشتے کی تخیف

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

شان پائی جاتی ہو، خواہ وہ کلام صادق ہو یا کاذب، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا بے نیاز ہے کہ ملائکہ اور شیاطین اس کی شان کی نسبت سے برابر ہیں یا کوئی شخص کہے کہ تمام اولین و آخرین اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چہارے سے زیادہ ذلیل ہیں (جیسے کہ تقویۃ الایمان میں ہے) یہ قائل ملائکہ اور اولین و آخرین کی توہین کا مرتکب ہوا ہے اور یہ ناجائز ہے، اس کلام کا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر مشتمل ہونا اسے ممنوع اور خلاف شرع توہین سے خارج نہیں کر سکتا۔

اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں ”خَالِقُ الْفَرْدَةِ وَالْحَنَازِيرِ“ اللہ تعالیٰ کی حمد کے لائق نہیں ہے حالانکہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی چیز کو پیدا نہیں کر سکتا، نفیس اشیا کے پہلو میں حقیر اشیا کا ذکر، اگرچہ نفی کے ضمن میں ہو، نفیس اشیا کی تحقیر پر مشتمل ہے، مثلاً اگر کوئی شخص بادشاہ کی تعریف کرتے ہوئے کہے کہ بادشاہ بھکاری نہیں ہے یا کہے کہ بادشاہ چہاروں سے بہتر ہے، یہ کلام بھی بادشاہ کی تحقیرِ شان پر مشتمل ہے۔

جس طرح نعرہ مقصود کے لئے کلام کے چلانے سے توہین پر دلالت ہوتی ہے اسی طرح مضمون کلام پر مرتب ہونے والے اثرات سے بھی توہین ہوتی ہے اور اس کلام میں پوشیدہ ہوتی ہے اگرچہ نظر ظاہر میں وہ آثار مقصود نہ ہوں مثلاً اگر بادشاہ کا کوئی نوکر کہے کہ بادشاہ کے دربار میں فلاں وزیر کی گفتگو فائدہ یا نقصان کا سبب نہیں ہو سکتی،

یہ کلام دو طرح شانِ وزیر کی توہین پر مشتمل ہے :

(۱) بادشاہ کے سامنے اس وزیر کا کوئی مقام نہیں ہے اس لئے اس کی بات کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

(۲) وزیر کی تعظیم و تکریم کوئی ضروری نہیں کیونکہ وہ نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یہ نقصان، اس کی پروا کیوں کی جائے اور کسی کو فائدہ دینے یا ضرر دور کرنے میں اس کا کسی پر احسان نہیں ہے، اس کا شکر یہ کیوں ادا کیا جائے؟ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی کی توہین چند طرح ہوتی ہے:

(۱) کسی کی توہین عمدًا اور ارادۃً کی جائے،

(۲) کسی کی توہین غلطی سے، زبان کی لغزش یا زبان کی لکنت کی بنا پر یا نادان

میں، کہ قائل کو جہالت کے سبب خبر ہی نہیں کہ میرا کلام توہین پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ کسی ظریف نے ایک عام آدمی کو سکھا دیا کہ سادہ لوح، دانا کو کہتے ہیں اس بیچارے نے یہ لفظ کسی بادشاہ کی خوشامد میں کہہ دیا اور اس لفظ کے پر سزا پائی۔

اس تمہید کے بعد سنئے کہ اس قائل کا بے فائدہ کلام حضور سیدنا و

سید الاولین والآخرین، دیگر انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین اور اولیاء عارفین صلوات تعالیٰ علیہم اجمعین کی انتہائی توہین و تنقیصِ شان پر مشتمل ہے اور اس توہین نے ان حضرات کی توہین و تنقیص کا از نکاب قصد کیا ہے اور توہین کی بدترین میں گرفتار ہوا ہے۔

اس کلام سے اول تا آخر قائل کا مقصد یہ ہے کہ انبیاء، اولیاء،

پہلی وجہ اور مشائخ میں سے کسی کی شفاعت، آگ کے عذاب اور برے کاموں

کی سزا سے کسی گنہگار کی نجات کا سبب نہیں ہو سکتی اور وہ جو بہت سے لوگوں کا

بے کہ ان حضرات کی شفاعت، نجات اور گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے،

غلط فہمی ہے، اللہ خود رحم فرما کر اور معافی دے کر اپنے آئین سلطنت کی خاطر کسی کو

نام شفیع بنا دے گا، کسی کی شفاعت، اللہ تعالیٰ کے رحم اور بخشش کا سبب

ہرگز نہ ہوگی

Click For More Books

پی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر ممدوح حضرات کی تنقیصِ شان اور توہین ہے کیونکہ قرآن پاک احادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ائمہ دین کے اجماع سے ثابت ہے کہ ان حضرات کی شفاعت عموماً اور سید الاولین و الاخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصاً اللہ تعالیٰ کے رحم اور بخشش کا سبب اور عذابِ نار سے بدرگاہ گناہگاروں کی نجات کا ذریعہ ہے، اور ان کی دعائیں گناہ کبیرہ سے ترکب افراد کے حق میں مقبول اور عذاب سے نجات کا سامان ہیں، اس حقیقت کا انکار بارگاہِ الہی میں ان حضرات کی قدر و منزلت کی تنقیص اور دربارِ ایزدی میں ان کے مراتب کی تخفیف ہے کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ بارگاہِ الہی میں ان حضرات کی قدر و منزلت، گناہگاروں کی نجات کے لئے ان کی شفاعت کی مقبولیت کا سبب ہے پس گناہگاروں کی نجات کے لئے ان کی شفاعت کے دخل اور سبب ہونے کا انکار، بارگاہِ الہی میں ان کی عزت و کرامت کا انکار ہے، اگر تنقیصِ شان نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسری وجہ جب اس قائل کا مقصد معلوم ہو گیا تو اب یہ ذہن میں رکھتے ہوئے کہ اس کا کلام اسی مقصد کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس مقصد کو مسلمانوں کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ اہل اسلام جن حضرات کو بارگاہِ الہی میں جرم و گناہ کی شفاعت کہنے والے سمجھتے ہیں اور انہیں حاجت روائی اور گناہوں کی سزا سے نجات کا وسیلہ اور شفیع کہتے ہیں، مسلمانوں کے دلوں سے ان کی وجاہت، عزت، محبوبیت اور مقبولیت ختم کر کے ان کی محبت و تعظیم و دربارگاہِ الہی میں مسلمانوں کے لئے ان کی دعا و شفاعت کی قبولیت اور ان کے مرتبہ و مقام میں فرق ڈالا جائے اور کم کیا جائے اور انہیں باؤ کرایا جائے کہ وہ عزت و محبوبیت جو قبول شفاعت کا سبب ہوتی ہے، بارگاہِ الہی

میں کسی کو حاصل نہیں حتیٰ کہ ان کی شفاعت کی امید رکھی جائے۔  
یہ بھی مقصد ہے کہ شفاعت و جاہت کی نفی میں ایسے کلمات کہے جائیں  
جو عزت و جاہت کی نفی پر دلالت کریں مثلاً کہا جائے کہ :  
” اس شہنشاہ کی تو یہ نشان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے  
چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے “

(تقویۃ الایمان)

اور یہ کہا جائے کہ :

” اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن (یہ تعمیم تمام  
کافروں، مشرکوں، اشقیاء اور شیاطین کو شامل ہے) جبریل اور پیغمبر  
ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ  
نہ رونق بڑھنے جائے گی اور جو سب (یہ تعمیم تمام انبیاء و مرسلین، سید الاولین  
والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تمام ملائکہ مقربین، شہداء، صدیقین  
اور صالحین کو شامل ہے) شیطان اور جبال ہی سے ہو جائیں تو اس  
کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں “

(تقویۃ الایمان)

اس کلام کی غرض و غایت یہ ہے کہ حضور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم دیگر انبیاء کرام، رسولان عظام، ملائکہ مقربین اور اولیائے کرام کی تنقیص  
شان کی جائے اور ان کی عظمت و اہمیت کو کم کیا جائے، اگر یہ مقصد اس عبارت میں  
مضمرا و قائل کے دل میں پوشیدہ نہیں ہے تو یہ کلام لغو ہو جائے گا اور اس کا  
مقصد اس کا نفع نہ ہوگا۔

Click For More Books



اس کلام کے لانے کا باعث یہی تھا ورنہ صرف یہ کہہ دینے سے مقصد پورا ہو جاتا کہ کسی کو سلطنتِ ایزدی کے کارخانوں میں دخل نہیں ہے ورنہ ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ کلام مقصد کے ساتھ واضح تعلق اور مناسبت نہیں رکھتا۔

تیسری وجہ اس کلام کا سیاق و سباق عرفِ عام کے مطابق حضورِ سیدِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخیفِ شان اور تقیص پر دلالت کرتا ہے مثلاً ایک جماعت کسی صاحبِ اقتدار بادشاہ کے وزیر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اسے نوازشِ خسروانہ کی بدولت وہ عزت و کرامت حاصل ہے کہ وہ تمام معززہ افراد میں امتیازی مقام رکھتا ہے، ایک شخص چاہتا ہے کہ اس وزیر کے بارے میں اس جماعت کا عقیدہ مخدوش کرے اور کہتا ہے کہ بادشاہ کی یہ شان ہے کہ چاہے تو کروڑوں انسانوں کو ایک آن میں وزیر کے برابر بنا دے، بلاشبہ یہ کلام اس عالی مقام وزیر کی تقیص پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی جماعت کا عقیدہ ہے کہ فلاں عالم پوری دنیا میں بے نظیر اور یگانہ منحصر ہے، ایسے علم و فضل والا بہت کم کوئی موجود ہوگا اور اس کے ہم مرتبہ کا پیدا ہونا بعید ہے، کوئی شخص کہتا ہے کہ :

”خدا چاہے تو ایک آن میں کروڑوں عالم اس کے برابر پیدا کر ڈالے“

یقیناً یہ انداز کلام اس عالم کا مرتبہ گھٹانے پر دلالت کرتا ہے، اگرچہ یہ بات سچ ہے لیکن اس کی سچائی، تقیص پر دلالت کرنے کے منافی نہیں ہے، جو شخص اس کلام کے استخفافِ شان پر دلالت کرنے کا انکار کرتا ہے، تین حال سے خالی نہیں ہے :

(۱) یا تو زبان نہیں سمجھتا اور انداز کلام سے ناواقف ہے ،

(۲) یا بیچارہ تقیص و توہین کا معنی ہی نہیں جانتا ،

(۳) یا پھر بڑے دھرم ہے کہ بدبیہیت کے انکار میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کلام کے مضمون اور اس کے حاصل مقصد پر ایک اثر مرتب ہوتا ہے جو  
پرتوختی وجہ سیدالانبیاء، دیگر انبیاء اور اولیاء کی توہین اور ان کی شان سے بے اعتنائی  
کی طرف لے جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کے ذہن میں یہ بات بلٹی جائے کہ  
ان حضرات میں سے کوئی بھی نہ تو مجھے فائدہ دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے  
تو وہ ضرور سوچے گا کہ ان سے محبت کیوں کی جائے؟ ان کی تعظیم و توقیر کیوں کی جائے؟  
ان کے آداب کی رعایت کیوں کی جائے؟ ان کے آثار کا احترام کیوں کیا جائے؟ ان  
کا میری گردن پر کونسا حق ہے جسے ان کی تعظیم کے ذریعے ادا کروں؟ ان کا میری جان  
پر کونسا احسان ہے کہ ان کی تکریم سے اس کا شکر بجا لاؤں؟ ان سے کونسی توقع اور  
کونسی امید ہے کہ میں ان سے عقیدت رکھوں؟ اس کلام ناتمام کے مفاد پر اعتقاد  
رکھنے سے بہت سی بے باکیاں اور لاپرواہیاں پیدا ہونگی اور یہ اعتقاد خسارے  
کے اختیار کا سبب بنیگا اور بے ادبوں اور لاپرواہیوں کا راستہ کھول دیگا۔

اس کا یہ کہنا :

پانچویں وجہ ” اوس شہنشاہ کی توہین شان ہے کہ ایک آن میں ایک

کلمہ رکن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل

اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے ”

(تقویۃ الایمان)

تخفیفِ شان پر مشتمل ہے کیونکہ مقامِ ثانی میں مذکور ہو چکا ہے کہ اس کلام کا مطلب  
یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کروڑوں افراد سے تکوین (ایجاد) کا  
تعلق صحیح ہے کیونکہ حکمِ کن کا تعلق اسی شے سے ہوگا جس سے تکوین کا تعلق صحیح ہو،  
اس مطلب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان ظاہر و باہر ہے جو تمام  
مخلوق، تمام ممکنات اور جمیع، ان افراد سے افضل و اعلیٰ ہیں جن سے تکوین کا تعلق

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہو سکتا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا اس  
افضلیت کے منافی ہے جو آپ کو ان تمام افراد پر حاصل ہے جن سے تکوین کا تعلق ہو سکتا  
ہے، یہ منافات محتاج بیان نہیں ہے۔

چھٹی وجہ سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں اور اس جیسے الفاظ کا کسی شے  
کی نظیر کے لئے استعمال اس شے کی تحقیر پر دلالت کرتا ہے، شے کے

امثال و نظائر جتنے زیادہ ہوں گے، تحقیر اتنی ہی زیادہ ہوگی کیونکہ خوبی میں شے کی نظیر  
کا ممتنع یا معدوم یا نادر ہونا اس شے کی عظمت اور جلالِ شان پر دلالت کرتا ہے  
اور کسی شے کی نظیر کا ممکن ہونا یا موجود ہونا یا بالقوہ یا بالفعل بکثرت ہونا اس شے کی ناقدری  
اور ارزانی پر دلالت کرتا ہے، نظیر کی کثرت کے مراتب کے مختلف ہونے سے بے قدری  
کے مراتب بھی مختلف ہوں گے۔

پس جو کلام شے کی نظیر کے ممتنع ہونے یا معدوم ہونے یا نادر ہونے پر  
دلالت کرے گا وہ درجہ بدرجہ اس شے کے اعزاز اور توقیر کے مراتب مختلفہ پر دلالت  
کرے گا یعنی جو کلام نظیر کے ممتنع ہونے پر دلالت کرے، وہ توقیر کے اعلیٰ مرتبے میں ہے  
اس کے بعد وہ کلام جو نظیر کے معدوم ہونے پر دلالت کرے پھر وہ کلام کہ اس کے نادر  
ہونے پر دلالت کرے اور جو کلام کہ وجودِ نظیر کے صحیح ہونے یا موجود ہونے یا بکثرت  
ہونے پر دلالت کرے وہ اس شے کے استحقاق اور ارزانی کے مختلف مراتب پر  
دلالت کرے گا، نظیر کی جتنی کثرت ہوگی اتنی ہی تخفیف ہوگی، مثلاً اگر کہا جائے کہ دو سو  
افراد زید کی نظیر ہو سکتے ہیں اس میں تخفیف کم ہوگی نسبت اس کے کہ سینکڑوں افراد  
زید کی نظیر ہو سکتے ہیں، سینکڑوں کے لفظ میں ہزاروں کی نسبت اور ہزاروں کے  
لفظ میں لاکھوں کی نسبت اور لاکھوں کے لفظ میں کروڑوں کے اعتبار سے کم تخفیف  
سمجھی جاتی ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس قائل نے اپنی سرشت کے مطابق کروڑوں کا لفظ جو اردو زبان میں استعمال ہونے والے اعداد میں بہت بڑا عدد ہے، استعمال کیا ہے تاکہ روزِ محشر مقبول شفاعت کرنے والے تمام انسانوں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ تخفیفِ شان کرے اور زیادہ سے زیادہ جہلا کو کفر اور گمراہی میں ڈالے۔

قائل مذکور نے حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی تعظیم ساتویں وجہ فرض ہے، کا نام پاک کمال بے باکی سے ذکر کیا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی تعظیم و تکریم کا کلمہ اور صلوٰۃ و سلام نہیں لایا، ہاں! اس کی کلام کی غرض کے مناسب یہی تھا۔

اس بے باکی کو افضل الصدیقین، خیر البشر بعد الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خطبہ دیتے ہوئے

فرمایا :

مَنْ كَانَ يُعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا  
قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يُحِبُّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ  
حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔

”جو شخص حضور کی عبادت کرتا تھا (وہ جان لے) کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال فرما چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی“

اس قول پر قیاس اس لئے درست نہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کریم سے اقتباس کیا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد :  
وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الرُّسُلُ أَفَاسُنَ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبَتْكُمْ عَلَى  
أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُرَ  
اللَّهُ شَيْئًا

اگر نام پاک کو تعظیم و توقیر کے کلمہ یا صلوة و سلام کے ساتھ لاتے تو اقتباس  
فوت ہو جاتا اور ان کے کلام کا مقصد فوت ہو جاتا، ان کا مقصد نمکین اور پریشان حال صحابہ  
کو تسلی دینا تھا، ان میں سے بعض تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال ہی کا انکار کرتے  
تھے کیونکہ ایسے مقام اور عام پریشانی کی جگہ میں حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کے نام پاک کے ساتھ تعظیم و اکرام کے کلمات طمانے اور صلوة و سلام کے اضافہ سے  
یہ کلام اظہارِ رنج و غم بن کر جاتا، اہل اسلام کو اور نہ زیادہ رلاتا اور خاک و خون میں لوٹا دیتا  
اس لئے مناسب یہی تھا کہ قرآن مجید کی آیت سے اقتباس کرتے اور اس پر کچھ اضافہ  
نہ کرتے، ہر بات کا ایک وقت اور ہر نکتے کا ایک مقام ہوتا ہے۔

البتہ یہ قائل، کہہ سکتا ہے کہ اس جگہ غرض مقصود کے مناسب وہی تھا جو  
اس کی زبان سے نکلا ہے، اگر وہ کلمہ تعظیم یا صلوة و سلام کا اضافہ کر دیتا تو اس کے  
مقصد اصلی اور مرادِ ولی نیز سیاق و سباق کے مطابق نہ ہوتا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کے نام پاک کی تعظیم کا بیان اشار اللہ تعالیٰ کے مقامِ رابع میں ہوگا، انتظار کیجئے۔

اردو میں "کر ڈالے" کا لفظ اہانت اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے  
مٹھوئی وجہ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ "چاہوں تو فلاں کام کر ڈالوں" یہ کلام  
اس کام کے خفیف (اور ہلکا) ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور اگر کہے کہ "چاہوں تو فلاں  
کام کروں" اس میں وہ دلالت نہیں ہے۔

یہ فرق اردو دو زبان حضرات پر محض نہیں ہے کیونکہ اردو میں "ڈالنا" پھینکنے  
کے معنی میں آتا ہے، اس اعتبار سے اس لفظ سے مرتبہ کی لپٹی معلوم ہوتی ہے، اس

[Click For More Books](#)

قائل کا دل یہ کہنے سے خوش نہیں ہوا کہ چاہے تو پیدا کر سے، کیونکہ یہ عبارت اس کے مقصدِ ولی سے چنداں مناسبت نہیں رکھتی اور کمال استخفاف پر دلالت نہیں کرتی

ہاں ع

از کوزہ ہماں تراود کہ دروست  
"کوزہ سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہو"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَإِنَّمَا  
جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيلًا

بے شک اصل کلام دل میں ہوتا ہے، زبان تو دل کی دلیل

بنائی گئی ہے۔

اردو میں لفظ "کر ڈالنا" وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں اس کام کے  
اعترض جلدی سے کرنے پر دلالت مقصود ہو، اس جگہ بھی یہی دلالت قائل  
کا مقصود ہے۔

اس کے یہ الفاظ :

جواب "ایک آن میں ایک حکم کن سے"

سرعت اور تعجیل پر دلالت کرانے کے لئے کافی تھے، اگر "کر ڈالے" کے لفظ سے  
استخفاف پر دلالت مقصود نہ ہوتی تو اس لفظ کا اضافہ کیوں کیا؟

باوجودیکہ قائل اپنے کلام کی تاویل میں کہتا ہے کہ اس سے مقصود تکوین  
کا تعلق نہیں ہے پھر بھی اس عبارت سے ایجاد اور کام کرنے کی سرعت و تعجیل مراد  
لینا ایسی توجیہ ہے جسے خود قائل بھی پسند نہیں کرتا، ہاں! اپنے کئے کا علاج  
نہیں ہوتا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یہ الفاظ :

نوریں وجہ ” اور سب لوگ اگلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب ملکر

جبریل اور پیغمبر سے ہو جاویں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں

اون کے سبب سے کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی ”

کتنے عجیب ہیں ! یہ الفاظ علامانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پر بھض نقل

کے طور پر ہزار دقت سے جاری ہوتے ہیں حالانکہ نقل کفر، کفر نہیں ہوتی، ورنہ ہر مسلمان

ایسے کلمات سن کر ہی لرز جاتا ہے نوذ باللہ تعالیٰ من ذلک، چہ جائیکہ یہ کلمات

خود کہے کہ :

” تمام اولین و آخرین جبریل اور پیغمبر سے ہو جائیں ”

اپنے مقام پر مذکور ہو گا کہ ایسے قول کو قضیہ شرطیہ کا مقدم بنا کر حضرت جبریل

امین اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ جلیل کی انتہائی تحقیر ہے کیونکہ

اولین اور آخرین ( اگلے اور پچھلے ) میں شیاطین، مشرکین، جابر و ملعون اور اشقیاء

بے دین سب داخل ہیں، ان سب کی برابری اور مماثلت کے الفاظ حضرت

جبریل امین اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم کی شان میں استعمال کرنا،

اگرچہ قضیہ شرطیہ کے ضمن میں ہو اسلام کے ان نام نہاد دعویداروں کی زبان

پر کس طرح آجاتے ہیں ؟

قائل نے اس کلام میں چند وجہ سے دادِ بلاغت دی ہے :

(۱) اگلے اور پچھلے کی تعمیم کے باوجود اس نے آدمی اور جن کی تعمیم بھی ذکر کی ہے

حالانکہ صرف پہلی تعمیم اس کا مقصد ادا کر سکتی تھی، اس میں شک نہ ہے کہ پہلی تعمیم

مراحتہ، بلا تکلف شیطان کو شامل نہ تھی، مجتہدین کی تصریح کی کہ اگرچہ تکرار

کی ضرورت نہ تھی تاہم وہ اہل تلبیس کا ریس یعنی ابلیس بھی اس تعمیم میں داخل ہے

داخل ہو جائے، ایک دفعہ سب اولین کی تعمیم میں دوسری دفعہ تمام پھلوں کی تعمیم میں اور (تیسری بار) جن کی تعمیم میں اس کا داخل ہونا سمجھا جاتا ہے گانَ مِنَ الْجَنِّ (وہ جنوں میں سے تھا) اس نکتہ کو اس قائل کی تفسیر دانی کے آثار میں شمار کیا جاسکتا ہے، ایسے مقام پر ایسی رعایت مقتضائے حال کے مناسب واقع ہوئی ہے۔

(۲) اس نے اس جگہ فرشتوں کا ذکر نہیں کیا حالانکہ اس سے پہلے فرشتوں کا ذکر

کر چکا ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ حضرت روح الامین اور حضرت سید المرسلین علیہما السلام کے ساتھ فرشتوں کی برابری اور ہمہری، استخفاف کا فائدہ نہیں دیتی تھی اس لئے اس کی غرض پر کچھ زیادہ دلالت نہیں کرتی تھی۔

(۳) اس کے اس قول میں کلمہ رخص ہے :

”جبرئیل اور پیغمبری سے ہوجاویں“

اس جگہ اس کی مراد کے چہرہ پر رنگ تازہ دکھائی دیتا ہے، ہاں اپنے ولی مقصد کو اسی طرح آداسنتہ کرنا چاہئے۔

اس کا یہ قول :

”دسویں وجہ“ اور سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہوجاویں

تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں ہے

ایسی گفت گو ہے کہ اس کے سننے کے تصور ہی سے اہل ایمان کانپ جاتے ہیں اور سننے والا اگر چہ رنگِ اخلاص نہ رکھتا ہو، اس کلام کے سنتے ہی اس کا رنگ اڑ جاتا ہے، مقربانِ بارگاہِ ذوالجلال کے ساتھ شیطان اور دجال کے ذکر سے اگر چہ مساوات کی نفی کے طور پر ہی ہو، رنگے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اخلاص کی آبرو برباد ہو جاتی ہے، حیف ہے اس شخص کے حال پر جو یہ کہے کہ :

”سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہوجاویں“



کیونکہ ”سب لوگ“ کا مضموم، سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء، ملائکہ، مقربین، اولیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کو شامل ہے، شیطان اور دجال، گمراہوں اور گمراہ سازوں کے سرغنہ ہیں، اگرچہ قائل اس بیان کو بطور تلمیس قضیہ شریطیہ کہے، کوئی ایماندار ایسے پوشیدہ اور ظاہر کلمات کو گوارا اور جائز نہیں رکھتا، انہیں زبان پر لانا تو کجا، سوچ بھی نہیں سکتا۔

سبحان اللہ! اس شخص کا ایمان کیا خوب ہے کہ اپنے کو اہل اسلام کا مرشد جانتا ہے اور اپنے مخالفین کو کافر و مشرک کہتا ہے اور بغیر کسی داعیہ اور ضرورتِ شدیدہ کے ایسے ثقیل کلمات جو بارگاہِ ربِّ ذوالجلال کے مقربین کی سراپا گستاخی ہیں، بے باکانہ زبان پر لاتا ہے، عوام اور جہلار کی تعلیم کے لئے انہیں اپنی کتاب میں درج کرتا ہے، کوچہ و بازار میں ان کی تشہیر کرتا ہے اور ان کی تلقین سے اپنے حلقہ بگوشوں کی گردن پر طوقِ لعنت رکھتا ہے۔

لیکن اس قائل نے اس کلام میں بھی دادِ بلاغت دی ہے کہ اپنے قول ”شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں“ میں کلمہ ”حصر لایا ہے، اس نے اس میں بھی ایک نکتہ رکھا ہے اور دونوں جملوں میں جبریل امین و نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیطان و دجال کے درمیان طباق (مطابقت) کی رعایت رکھی ہے، اگرچہ ایمان چلا گیا (تو کیا ہوا) رشتہ بلاغت کا دامن تو ہاتھ سے نہیں جانا چاہئے، ہاں ولی مقصد کو اسی طرح ظاہر کرنا چاہئے اور ایسے اہم مقصد کی تعبیر میں بلاغت کی ایسی ہی رعایت کرنا چاہئے۔

رہا شفاعت کی نفی کا مسئلہ جس کے لئے ایسے گونا گوں کلمات اور ”دقیق مضمون والی عبارتیں“ لایا ہے وہ اس عبارت سے خل نہیں ہوا، مقصد یہ تھا کہ قدرتِ الہی کے کارخانوں میں کسی کو دخل نہیں ہے حتیٰ کہ اس کی خوشی اور دلداری سے سلطنت

رونق میں اضافہ ہو یا اس کی ناخوشی اور بے دلی سے رونق جاتی رہے (جب یہ مقصد ثابت نہیں ہوا تو) یہ عبارت آرائی اور بیہودہ سرائی کس لئے ہے؟ لیکن یہ قابل اپنی عادت سے مجبور ہے کہ اکثر اپنی گفتگو میں انبیار، ائمہ، اولیاء اور شہیدوں کا ذکر شیطانوں، بد بختوں، خبیثوں اور سرکشوں کے ساتھ لاتا ہے اور علم بدیح کی صنعت طباق (تطبیق) نہیں چھوڑتا اور یاس ادب اس طریقے کے لئے سرمایہ بلاغت صرف کرنے سے باز نہیں آتا کہ رشتہ بلاغت کا دامن نہ چھوٹ جائے اگرچہ ایمان برباد ہو جائے، اگر اس کی عبارت پر علمی مواخذہ کیا جائے تو جواب دیتے ہوئے جان آتا ہے اور مبلغ علم کی نمائش کرتا ہے حالانکہ بیہودہ گوئی اور ہرزہ سرائی کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔

اب سنئے! اس کا یہ قول :

” اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ چاہے تو ایک آن میں

ایک حکم کن سے (الی آخرہ)

اگر قضیہ حملیہ ہے تو دو وجہ سے باطل ہے :

(۱) اس قضیہ میں حکم حملی نہیں ہے تاکہ قضیہ حملیہ ہو،

(۲) اگر اسے حملیہ فرض کر لیا جائے تو یہ قضایا بقیہ (جن میں موضوع محقق فی

نفس الامر پر حکم لگایا جاتا ہے) میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کا مصداق کبھی

بھی نفس الامر میں واقع نہیں ہے لہذا یہ قضایا غیر بقیہ میں سے ہے اور

قضایا غیر بقیہ شرطیات کے مساوی ہوتے ہیں (تفصیل کے لئے حمد اللہ

شرح سلم ملاحظہ ہو) پس اس کا بطلان شق ثانی میں مذکور ہوگا۔

اور اگر یہ قول قضیہ شرطیہ ہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ”اگر اللہ تعالیٰ

چاہے کہ کروڑوں انبیار، اولیاء، جن اور فرشتے حضرت جبریل امین اور نبی

[Click For More Books](#)

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کرے اور واقع میں لائے " پس  
دو حال سے خالی نہیں، اس شرطیہ کا مقدم واقعی ہے یا غیر واقعی اور فرضی، اگر  
مقدم واقعی ہے تو لازم آئے گا کہ کروڑوں افراد ہر دو مدوح کے برابر  
نفس الامریہ میں موجود ہوں کیونکہ مقدم موجود ہو تو تالی لازماً موجود ہوگا اور تالی  
کے وقوع کا قول کفر صریح ہے اور اگر مقدم غیر واقعی ہے تو ممتنع بالذات  
ہے یا ممتنع بالغیر اور دونوں میں مقدم مذکور کہ ممتنع بالذات ہے یا ممتنع  
بالغیر کا، تالی کو مستلزم ہونا یقینی نہیں ہے (کیونکہ جب مشیت ایزدی کا تعلق  
اس مساوی سے ممتنع بالذات یا ممتنع بالغیر ہونے کی بنا پر نہ ہو سکے گا تو اس  
مساوی کا وجود کہاں سے ہو سکے گا؟)

اگر اس قائل کا عقیدہ یہ ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر  
کروڑوں افراد سے مشیت کا تعلق ممکن بالذات ہے اور ممکن ذاتی اگرچہ ممتنع بالغیر  
ہو محال بالذات کو مستلزم نہیں ہو سکتا اور جس شے کے ساتھ مشیت ایزدی کا تعلق  
ہو اس کا واقع نہ ہونا محال بالذات ہے تو اس کے لئے معاملہ اور مشکل ہو جائیگا  
کیونکہ مقام ثانی میں گزر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کا موجود ہونا  
کذب الہی کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے پس اس  
اعتقاد پر لازم آئیگا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات  
ہو، اس تغذیر پر بے چارے کو جلد الزام آجائیگا (کیونکہ جب تالی کا محال بالذات  
ہونا ثابت ہو گیا تو ماننا پڑے گا کہ مقدم بھی ممکن بالذات نہیں ہے ورنہ محال بالذات  
کو مستلزم نہ ہوتا)

اسی قیاس پر وہ دو قضایا شرطیہ جو اس قول میں ہیں :  
" اور سب لوگ اگلے پچھلے (سے) رونق گھٹنے کی نہیں (تک)"

قضایا فرضیہ تقدیریہ ہیں یا قضایا واقعیہ نفس الامر یہ یعنی یا تو کہا جائے گا کہ ان دونوں شرطیوں کا مقدم غیر واقعی ہے، یا کہا جائے کہ ہر دو شرطیہ کا مقدم واقعی ہے، دوسری شق باطل ہے کیونکہ تمام اگلے اور پچھلے افراد کا حضرت جبریل امین اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم کے برابر ہونا یا شیطان اور جہال کے برابر ہونا فی نفسہ اجتماع نقیضین ہے کیونکہ ہر ایک کے پیغمبر ہونے سے لازم آتا ہے کہ ان میں سے بعض پیغمبر نہ ہوں بلکہ امتی ہوں کیونکہ امت کے بغیر پیغمبر کا کوئی مطلب نہیں اور ہر کسی کا شیطان ہو جانا اس طرح کہ کوئی بھی ایسا فرد نہ ہو جو ان سے گمراہی حاصل کرے، خلاف عقل ہے (یعنی بعض افراد لازماً ایسے ہوں گے جو گمراہی حاصل کریں گے ورنہ شیطان کیسے گمراہ کرے گا؟) پس وہ بعض شیطان نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے خدمتگارا اور فرمانبردار ہوں گے لہذا ہر دو شرطیہ کا مقدم جو اجتماع نقیضین پر مشتمل ہے، محال ہے اور مقدم محال ہو تو اس کا تالی کو مستلزم ہونا یقینی نہیں ہوتا کیونکہ مقدم محال کا نقیض تالی کو مستلزم ہونا ممکن ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ سلطنت الہی اور اس کی رونق سے قائل کی مراد کیا ہے؟ اگر سلطنت سے مراد ملک و ملکوت میں مشیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے اور رونق سے مراد حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق تصرف کا جاری ہونا ہے جیسے کہ تمام عالم اللہ تعالیٰ کی مشیت شاملہ اور حکمت کاملہ کے مطابق بہترین نظام پر واقع ہے، پس اس بہترین نظام کا باقی رہنا کہ اس میں بعض گمراہ ہیں، بعض مقرب، بعض مردود ہیں، بعض بارگاہ ایزدی ہیں مقبول، بعض نجات پانے والے اور بعض بدکرداری کی پاداش میں سزا یافتہ اور جہنمی ہیں، بعض بلند درجات پر فائز اور بعض جہنم کے نچلے طبقوں میں، بعض شقی اور بعض سعید، بعض فائدہ دینے والے اور بعض فائدہ لینے والے ہیں، تقدیر مذکورہ (کہ ہر دو شرطیہ کا مقدم واقعی ہو) کے منافی ہے۔

اور اگر اس کی مراد کوئی اور چیز تھی تو اسے بیان کرنا چاہئے تھا تاکہ اس کے

کلام کا مطلب سامنے آتا، دیکھنا چاہئے کہ قائل نے ایسا بے فائدہ کلام جس کا معنی ہی صحیح نہیں ہے، کس مقام میں؟ کس مقصد کو ثابت کرنے کے لئے؟ کیسے ذہنوں کے لئے؟ اور کیسے عوام کو خطاب کرتے ہوئے استعمال کیا ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کی دانست میں شانِ ہدایت، تعلیمِ ایمان اور عقائدِ دینیہ کے بیان کے لئے یہی طریقہ مناسب تھا۔

بعض خود پرست، نامنصف جو خبردار اور ہوشیار ہونے کے باوجود

**عذر گناہ** غرور کی شدت سے مدہوش ہیں جب دیکھتے ہیں کہ اردو جاننے

والے ان ناروا کلمات اور بے سرو پا گفتگو سے سیدالانام، دیگر انبیاء، ملائکہ علیہم السلام، اولیاءِ کرام اور مشائخِ عظام کی تخیف اور تنقیصِ شان سمجھتے ہیں، اسے سن کر کانپ جاتے ہیں اور انہیں اپنے ایمان کا خطرہ پڑ جاتا ہے تو ان کلمات سے ہزار زبان سے اپنی برارت پیش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں کوئی فریب دینا چاہئے اور ان کی وحشت (و نفرت)، دور کرنے کے لئے کوئی حیلہ سامنے لانا چاہئے اس لئے کبھی تو کہتے ہیں کہ ان کلمات میں شانِ الہی کی تعظیم ہے، ان سے گریز نہ کرنا چاہئے اور دل میں نفرت نہ لانی چاہئے ورنہ شانِ الہی سے بید اعتقاد کی لازم آئے گی اور ایمان و توحید برباد ہو جائیں گے۔

یہ الفاظ :

**جواب** "اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے (الی آخرہ)"

کذبِ الہی کے جائز ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں، جیسے کہ مقامِ ثانی کی وجہ اول میں مذکور ہوا، وہ کلمات کہ اللہ تعالیٰ کے ناممکن کذب کے جائز ہونے پر دلالت کرتے ہوں ان سے تعظیم و تکریم کا سمجھنا کچھ فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کے دوسرے قول :

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

” اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (الیٰ آخرہ)“

کا معنی ہی صحیح نہیں ہے، پہلے اس کا معنی درست کرنا چاہئے پھر جلالتِ شانِ الہی کی بات زبان پر لائی جائے اور اگر یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ متقین کی نیکیوں اور بدکرداروں کی برائیوں سے بے نیاز ہے تو یہ آیاتِ کریمہ :

مَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ

كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ

” جو شکر کرے وہ اپنے فائدے کے لئے ہی شکر کرتا ہے

اور جو کفر کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز اور محمود ہے“

إِنْ تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ

” اگر تم اور زمین کے تمام باشندے کفر کریں تو بے شک

اللہ تعالیٰ بے نیاز اور محمود ہے“

قائل کے اس مقصد کا فائدہ نہیں دیتا جس کے لئے یہ قائل بیجا عبارتِ آرائی کے درپے ہے۔

اور اگر ان دو جملوں (اور سب لوگ اگلے اور پچھلے، الیٰ آخرہ) سے مقصد

(صرف) یہ ہے کہ کسی کا قدرتِ الہی کے کارخانوں میں دخل نہیں ہے تو یہ عبارت

اس مقصد کے بیان سے قاصر ہے کہ اللہ تعالیٰ کارکنوں اور کارندوں کا محتاج نہیں

ہے اور ہر چیز کو اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ شاملہ سے پیدا فرماتا ہے۔

صاف کیوں نہیں کہا جاتا کہ انبیاء و اولیاء کی شان کی تحفیف اور بارگاہِ الہی میں

ان حضرات کی وجاہت کی نفی اس کا مقصود ہے اور اس کے بیان کے لئے کوئی دوسری

عبارت موزون نہیں تھی، اس مقام کی ابتداء میں گزرا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں

[Click For More Books](#)

جو کلام حضرات انبیاء و ملائکہ کی توہین پر مشتمل ہوا ثنائے الہی پر مشتمل ہونے کے سبب انبیاء و ملائکہ کی توہین پر دلالت کرنے سے خارج نہیں ہو سکتا۔ بالفرض اگر یہ دو جملے تعظیم شان الہی پر مشتمل ہوں اگرچہ فرض خلاف واقع ہے تاہم یہ اشمال حضرات انبیاء و اولیاء کی تعظیم شان کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتا۔

کبھی اس کے ہوا خواہ یہ کہتے ہیں کہ ان کلمات سے حضرت سرور **ایک اور قلابازی** کائنات، دیگر انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کی تنقیص شان اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہے اور ایسی تنقیص میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

**جواب** معلوم نہیں کہ اس توجیہ کا کیا مطلب ہے، کیا یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان سے ان حضرات کی شان کا کم ہونا ان کلمات کا مدلول ہے، یہ واضح غلط فہمی ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں اور پایہ ثبوت تک پہنچا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو جو مراتب عطا فرمائے ہیں، ان کلمات سے ان مراتب سے کمی دکھائی گئی ہے اور اس کی قباحت کسی ایماندار پر مخفی نہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ مقام رابع میں مذکور ہوگی۔

بائیں ہمہ حضرات ممدوحین کی شان کا شان الہی سے کم ہونا کلام کی روش پر منطبق نہیں، اس کا مقصد یہ تھا کہ شفاعت، گنہگاروں کی نجات کا سبب نہیں ہے جو لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان حضرات کی شفاعت نجات کا سبب ہوگی وہ بھی ان حضرات کو اللہ تعالیٰ کے بندے ہی مانتے ہیں (معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں مانتے معلوم ہوا کہ) شان الہی سے ان حضرات کی شان کی کمی کا بیان اس قائل کے مقصد کے بیان میں کچھ دخل نہیں رکھتا۔

انصاف شرط ہے، کلام الہی، احادیث طیبہ، صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، علماء دین اور عرفاء عابدین کے اقوال، شان الہی کی تعظیم و تکریم سے پُر اور حد شمار سے

باہر ہیں کسی بیان میں، کسی وقت، کسی جگہ، کسی ایماں دار سے ایسے کلمات صادر نہیں ہوئے جیسے کہ اس قائل سے دلی عقیدہ کی بنا پر بے تابانہ سرزد ہوئے ہیں، کیا وہ تمام حضرات تعظیم شان الہی میں تقصیر کے روادار تھے کہ انہوں نے ایسے کلمات پر جسارت نہ کی اور ایسا سراپا تقیص کلام زبان پر نہ لائے، شاید اس قائل نے اس کلام کو کسے تَرَكَ الْاَوَّلَ لِلْاٰخِرِ (بہت کچھ پہلے، پچھلوں کے لئے چھوڑ گئے) کے زمرے میں شمار کیا ہے۔

اس کا یہ قول :  
گیارہویں وجہ ” اور وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی  
نوازے (الٰہی اخیرہ)“

روش کے اعتبار سے استخفاف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ حضور نبی اکرم اور دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کو بارگاہ الہی میں شفاعتِ محبت کا مقام حاصل نہیں ہے اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک بارگاہ الہی میں ان حضرات کی محبوبیت کی نفی نہ کی جائے کیونکہ اگر محبوبیت پائی جائے گی تو اس کے آثار بھی پائے جائیں گے، قاعدہ ہے کہ :

الشَّيْءُ إِذَا ثَبَتَ ثَبَتَ بِلِوَانِهِ وَآثَارُهُ  
” شے جب ثابت ہوتی ہے تو اپنے آثار و لوازم سمیت

ثابت ہوتی ہے “

یعنی بارگاہ الہی میں ان حضرات کی شفاعت کی پذیرائی اور گناہوں کے محو کرنے میں اس کا فائدہ اور اللہ تعالیٰ کا ان حضرات کی رضا چاہنا کہ یہ سب محبت و محبوبیت کے آثار ہیں جو اس قائل کے زعم میں مترتب نہیں ہیں ورنہ شفاعتِ محبت متحقق ہو جائے گی، جب محبوبیت کے آثار و لوازم منتفی ہوئے تو محبوبیت بھی منتفی ہوگی اگرچہ لفظ ہر اور برائے نام حضور صلی اللہ



تعالیٰ علیہ وسلم کو حبیب اللہ کا لقب دیا جانے کیونکہ اعتبار معنی کا ہوتا ہے نہ کہ لفظ کا۔  
اس کلام سے محبوبیت کے آثار کی نفی مقصود ہے جسے محبوبیت کی نفی لازم ہے اور اس  
طریقے سے محبوبیت کی نفی تصریح سے زیادہ ملینغ ہے (کیونکہ اس طرح صرف محبوبیت کی نفی نہیں  
کی بلکہ اس نفی پر دلیل بھی دیدی ہے) خصوصاً مقام استخفاف میں عجیب تصریح اور اشارہ ہے یہ  
تتقیص شان، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس مقام کے لحاظ سے ہے جو آپ کو بارگاہ رب العزت  
میں حاصل ہے اس کا کچھ حصہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے تمام محبوبوں سے زیادہ محبوب ہیں، اللہ  
تعالیٰ آپ کی رضا کا طالب ہے، آپ کی شفاعت کو قبول کرنا چاہتا ہے اور آپ کی شفاعت کی  
مقبولیت کا سبب آپ کی محبوبیت ہے، یہ حقیقت آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت  
جیسا کہ مقام اول میں تفصیلاً گزرا (یہ پہلی قابل غور ہے کہ) ایسے مقام میں حضور صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر تکراراً تبیین کے بغیر، کے ساتھ تہنیر کا فائدہ دینا ہے، چنانچہ وہ  
کتاب ہے :

”اور کسی کو حبیب کا“

یہ قول، مراد قائل (تہنیر) کا فائدہ دینے میں اہمیت رکھتا ہے۔

اس قائل نے تیسری صورت میں بیان کیا اور اس قسم کو اللہ تعالیٰ کے  
بارہوں وجہ حق میں جائز رکھا ہے اس سے صراحتہ پتہ چلتا ہے کہ جو گنہگار بندے  
جائیں گے اور نجات پائیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں طلب شفاعت  
اور التجا نہیں کریں گے اور آپ کی پناہ نہیں لیں گے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کا مقام یہ ہے کہ تمام اولین و آخرین مجبور و ناچار ہو کر اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے  
نامیہ ہو کر مخلوقات کے علما و ماوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لیں گے اور آپ سے  
شفاعت طلب کریں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت ہے پائیاں سے ان

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے لئے بارگاہِ الہی جل شانہ میں شفاعت کریں گے، یہ بیچارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضِ توجہ سے مصائب و مشکلات سے نجات پائیں گے، تمام انبیاء و رسل علیہم السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ علیہما السلام آپ کی امت میں آجائیں گے، یہ حقیقت انما، سب صحیحہ سے ثابت ہے۔ کیا یہ کلام حضور سید الکرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تفضیصِ شان نہیں ہے؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

”میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا“

علماء دین نے اس حدیث صحیحہ کے بیان میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں تمام انسانوں کے سردار ہیں لیکن روزِ قیامت کی تخصیص اس لئے کی کہ سید (سردار) وہ ہے کہ لوگ اپنی حاجتوں میں اس کی پناہ لیں، اس سے التجار کریں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے روز اس صفت میں منفرد ہوں گے کہ تمام اولین و آخرین جب مرسلین سے التجار کریں گے تو سوائے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے، گویا یہ حدیث اس حکم میں درج ذیل آیت کے مشابہ ہے :

لِمَنْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

”آج کس کی شاہی ہے؟ اللہ واحد قہار کی!“

کیونکہ ہر آن اور ہر زمانہ میں بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے مگر خصوصی بادشاہی کا ظہور اس طور پر کہ کوئی شخص بادشاہی کا دعویٰ نہ کرے جسے منہ سے بھی نہیں کر سکے گا قیامت کے دن ہی ہوگا

Click For More Books

اس کا قول :

تیرہویں وجہ ” اوس امیر نے اوس چور کی سفارش اس واسطے نہیں کی کہ اوس کا قریب ہی ہے یا آشنا یا اوس کی حمایت اوس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی“

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع کی انتہائی تنقیص پر دلالت کرتا ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ آپ امت کے حال پر انتہائی رحمت و شفقت رکھتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں رحمت و رافت سے آپ کی نعت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے :

لَقَدْ جَاءَكَ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ  
عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ  
رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

”تحقیق تمہارے پاس تم میں سے رسول عظیم آئے، ان پر تمہاری مشقت گراں ہے، تم پر چرہیں ہیں، مومنوں پر مہربان اور رحیم ہیں“  
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حال پر رحمت و رافت کے سبب ان کے بارے میں متفکر رہتے تھے اور ان کی مغفرت کے لئے بارگاہِ الہی میں دعا کیا کرتے تھے،

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے :

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَا  
قَوْلَ اللَّهِ فِي سُورَةِ إِبْرَاهِيمَ رَبِّ إِذْ هَمَّ  
أَضِلُّنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مِنِّي وَقَالَ عَيْسَىٰ إِنَّ تَعَدَّ بِهُمْ فَإِنَّكُمْ عِبَادُكَ  
فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي وَبِكِي  
فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ يَا جِبْرَائِيلُ إِذْهَبْ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ  
وَسِرُّكَ أَعْلَمُ مَا يُبْكِيهِ فَأَتَاهُ جِبْرَائِيلُ  
فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللَّهُ لِي جِبْرَائِيلُ  
إِذْهَبْ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنِّي سَرَّضْتُكَ  
فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْعُكَ -

اس حدیث کا ترجمہ مقام اول میں گزر چکا ہے، اسی طرح دوسری حدیثوں میں  
وارد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے روز بھی امتی امتی فرمائیں گے، اس  
حدیث اور دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کی  
شفاعت، فرط رحمت و رأفت کی بنا پر فرمائیں گے اور ان کی مغفرت کے لئے اللہ  
تعالیٰ کی رضا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب ہوگی، یہ رحمت و  
رأفت جو امت کی شفاعت کا سبب ہے یہ قائل اسے طاق نسیان میں رکھ کر بتقاضائے  
رحمت و رأفت گنہگاروں کی حمایت کو چوروں کی جانبداری سے تعبیر کرتا ہے، اگر یہ  
استخفافِ شان نہیں تو کیا ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح بارگاہِ الہی جل مجدہ کے مقرب ہیں اسی  
طرح امت اگرچہ گنہگار اور بدکردار ہے، کے حال پر رؤف و رحیم بھی ہیں، یہ سراپا گمراہی  
کلامِ وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقیصِ شان ہے۔

(۱) اس قائل نے صفتِ رأفت و رحمت کو جو سببِ شفاعت ہے، جان بوجھ کر

طاقِ نسیان میں رکھ دیا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

(۲) بتقاضائے رحمت و رأفت گنہگاروں کی شفاعت کو چوروں کی جانبداری قرار دیا، ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انعامِ رحمت و رأفت کا شکریہ اسی طرح ادا کرنا چاہئے کہ  
اس کا یہ قول :

چودھویں وجہ ” اور جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا تو آپ ہی چور ہو جاتا “

قبیح تعریف ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ پہلے ” چور کے حمایتی “ سے قائل کی مراد سمجھنا چاہئے  
” چوروں کے حمایتی “ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں :

(۱) وہ ہے جو چوری کو پسندیدہ فعل اور چور کو بے گناہ خیال کر کے چور کی حمایت میں بادشاہ کے مقابلہ اور مزاحمت کے لئے اٹھے اور کہے چور سزا کا مستحق نہیں ہے یا کہے بادشاہ اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ چور کو سزا دے اس لئے کہ میں اس کا حامی ہوں۔

چور کا ایسا حمایتی واقعی خود گنہگار ہے اور بدکرداروں کا ایسا حامی خود بدکردار ہے لیکن ایسے شخص کو چور کا شفیع نہیں کہہ سکتے کیونکہ بادشاہ کے حضور چور کی شفاعت اور چیز ہے، بادشاہ سے بغاوت اور باغیوں کی پشت پناہی امرِ دیگر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس معنی کی نفی اس مقام سے کوئی تعلق اور مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ اس معنی کی نفی سے شفاعت کا بے دخل ہونا اور

---

سلہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سی

نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا؟

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مجرموں کی نجات کا سبب نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا لہذا اس معنی کا ازادہ قائل کی مراد سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

(۲) وہ شخص کہ گرفتاری کے بعد ناچاری، شرمساری، ذلت و خواری اور غم و گریہ کے سبب چور کے حال پر ترس کھا کر چور کو امید دلاتا ہے کہ میں تمہارے لئے بادشاہ کے حضور سفارش کروں گا اور تیری بخشش چاہوں گا، بادشاہ کی بے حد عنایت اور اس کے وعدہ کی بنا پر یقین رکھتا ہوں کہ میری شفاعت قبول فرمائے گا اور گناہ بخش دے گا، بادشاہ کی عنایت اور اس کے وعدہ کی بنا پر میں تیری شفاعت کا ذمہ لیتا ہوں، پھر وہ بادشاہ کے پاس جا کر شفاعت پیش کرتا ہے، بادشاہ نے اپنی بارگاہ میں اس کے مرتبہ اور اس کی عزت و محبوبیت اور اپنے اس وعدہ کی بنا پر کہ میں تمہاری سفارش نہ کرینگا شفاعت قبول کر لی اور وہ بیچارہ چور نجات پا گیا۔

قائل اسی معنی کے اعتبار سے "چور کے حمایتی" کی نفی کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس معنی کے اعتبار سے حمایتی ہونا، اس کے دل کو زخمی کرتا ہے اور چور کے حمایتی کا یہی معنی ہونا چاہیے تاکہ قائل کی مراد (تفتیش انبیار و اولیاء) پوری ہو سکے اور عوام الناس اور فریب خوردہ جملہ ایسے حمایتی کے ثابت کرنے سے اجتناب کر کے اس کا حلقہ اطاعت کان میں اور تلبیس (مکہ) کا پردہ کاندھے پر رکھیں۔

اب پہلے ایسا نذاروں کا عقیدہ حضور سید المرسلین **اہل ایمان کا عقیدہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں سنئے، بعد ازاں

اس قائل کے کلام کو اس پر منطبق کر کے معلوم کر لیجئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تفتیشِ شان کہاں تک پہنچی ہے؟

ہم مومنوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازراہ عنایت

رحمت و رأفت اپنی امت کے حال پر تڑپ کر اٹھا اور ان بے چاروں کو مجبور و ناچار دیکھ کر اور انہیں اپنی بارگاہ کے پناہ جو اور سدا پناہ اتنا پناہ پا کر میدانِ محشر میں ان کے حال پر شفقت و رحمت فرما کر ان کے حامی ہوں گے، آپ نے فرمایا ہے :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَايَرِ مِنْ أُمَّتِي  
”میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہوگی“

اور قیامت کے میدان میں فرمائیں گے :

أَتَالِهَا

”شفاعت (کبریٰ) کے لئے میں ہوں“

چونکہ امت کے حق میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا وہی مقبول دعا ہے جس کے مقبول ہونے کا آپ کو یقین ہے :

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کی پڑ پڑائی کے یقین کا فائدہ دیتا ہے آپ ان کی شفاعت کا ذمہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش طلب کریں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی محبوبیت اور عزت و منزلت کے سبب آپ کی درخواست کو مقبول اور آپ کی شفاعت کو منظور فرمائے گا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب، رحمت و مغفرتِ الہی ان بے چاروں کے شامل حال ہو کر نجات بخش دے گی۔

اب غور کرنا چاہئے کہ چوروں اور گنہگاروں کے ایسے حمایتی کو چور اور

ان کا حصہ دار کھنا صریح توہین اور کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ  
من ذلک! چور کا ایسا حمایتی بارگاہ شاہی کا سب سے زیادہ قریب اور اہل  
منزلت میں سب سے زیادہ بلند ہے کہ اس کی عرض مقبول اور اس کی درخواست  
منظور ہوتی ہے اور بادشاہ ان کی محبوبیت کے سبب ان کی دل شکنی روا نہیں  
رکھتا اور بمطابق آیت کریمہ:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

اور حدیث قدسی:

إِنَّا سَنَرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسْوُوكَ

ہر طرح ان کی رضا چاہ کر، ان کی دلداری کے لئے مجرموں کو معاف فرماتا ہے  
اور ان کے متوسلین پر غضب اور عذاب نہیں فرماتا چنانچہ جہنم کا داروغہ نبی اکرم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرے گا:

يَا مُحَمَّدُ! مَا تَرَكْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ

فِي أُمَّتِكَ مِنْ نَفْسَتِي،

”یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ نے تو اپنے

رب کے غضب کا کوئی انتقام اپنی امت میں نہیں رہنے دیا“

اللہ تعالیٰ ہمیں بد اعتقادی سے پناہ دے، زندقہ اور الحاد کے

اسباب سے محفوظ رکھے، اپنے حبیب پاک اور آپ کی آل امجاد کے طفیل، بیشک

وہی حفاظت اور ہدایت کا مالک ہے۔



## پوتھا مقام

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کی تخیفِ شان کے ارتکاب کا حکم اور فقہاء اور علماء شریعت کے نزدیک اس جرمِ شیخ کے مرتکب کے حال ہیں۔

چونکہ آلا مشیاء تُعْرِفُ بِأَصْدَادِهَا اشیاء کے احوال، اصداد کے احوال کے مقابلہ سے بہ آسانی معلوم ہو سکتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیمِ شان جو از روئے قرآن واجب اور صحابہ کرام اہل بیت عظام، علماء مجتہدین اور ائمہ اسلام کا معمول رہی ہے کا مختصر بیان بطور مشقے از ضرورے تحریر کیا جائے، پھر استخفاف اور استخفاف کرنے والے کا حال، شرعی طور پر فقہی روایات کی روشنی میں پیش کیا جائے تاکہ ذہن میں زیادہ راسخ ہو اور طالب ہدایت کے لئے زیادہ مفید ہو۔

جاننا چاہئے کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے اس امر کی تصدیق کی جائے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے اور رسول ہیں، ظاہر کی باطن سے موافقت، شہادت کے دو کلموں (اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمد عبیدہ و رسولہ) ان دو چیزوں (توحید و رسالت کی تصدیق) سے ایمان نام ہوتا ہے، ان کے بغیر ایمان نام تمام ہے، پس جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرے اور جو کچھ آپ لائے ہیں، اسے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مانے، مومن ہے اور جس کے دل میں اس کی تصدیق نہیں ہے وہ ایماندار نہیں ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا  
لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا

”جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے

بے شک ہم نے کافروں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کی ہے“

و مصطفیٰ کے بغیر ایمان متصور نہیں | نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر آپ پر ایمان لانا متصور نہیں ہے مومن

کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی جان، باپ، بیٹے اور تمام مخلوق سے زیادہ محبوب رکھے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

الَّتِي أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ

”یہ نبی، مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بہتر ہیں“

اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدٌ كُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ

إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ۔

”تم میں سے کوئی ایک ہرگز ایماندار نہیں ہوگا جب تک میں اسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔“

یہ بھی فرمایا :

لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ كُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ

مِنْ قَالِدِهِ وَوَالِدِهِ وَالتَّائِسِ أَجْمَعِينَ۔

”تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہوگا جب تک میں اسے باپ،

Click For More Books

بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں :-

**علاماتِ محبت** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی بہت سی علامتیں اور آثار ہیں جو آپ کی محبت کے امتحان کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں سے ایک علامت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بکھرتا ذکر کرنا ہے، حدیث شریف میں ہے :

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذَكَرَهُ

”جو شخص کسی شے سے محبت رکھتا ہے، اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے“

کثرتِ ذکر کے ساتھ ساتھ ایک علامت یہ بھی ہے کہ تعظیم و تکریم کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا جائے اور حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک کمالِ تعظیم و تکریم اور صلوة و سلام کے ساتھ لے اور نامِ پاک لیتے ہی خوف و خشیت، عجز و انکسار اور خضوع و خشوع کا اظہار کرے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

”تم آپس میں رسول کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو“

تفسیر کبیر میں ہے :

لَا تُنَادُوا كَمَا يُنَادِي بَعْضُكُمْ بَعْضًا لَتَقُولُوا  
يَا مُحَمَّدُ يَا أَبَا الْقَاسِمِ وَلَكِنْ قُولُوا يَا رَسُولَ  
اللَّهِ يَا سَيِّدِي

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، یوں نہ کہو یا محمد یا ابا القاسم! بلکہ عرض کرو یا رسول اللہ یا نبی اللہ!“ (یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام یا کنیت سے نہ پکارو بلکہ اوصاف اور القاب سے یاد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔

”اسے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے سے اونچی آواز میں بات کرتے ہو اس خوف سے کہ تمہارے اعمال ساقط ہو جائیں اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔“

ابو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

أَيُّ لَا تَسَابِقُوا بِالْكَلَامِ وَلَا تُعْتَفُوا بِالْخَطَايَا وَلَا تُنَادُوا بِأَسْمَاءِ بَنِي آدَمَ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ وَ لَكِنْ عَظْمُوهُ وَقِرْوُهُ وَنَادُوا يَا شَرِيفَ مَا يُحِبُّ أَنْ يُنَادَى بِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَا نَبِيَّ اللَّهِ۔

”یعنی کلام میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سبقت نہ کرو اور آپ سے ہم کلام ہوتے ہوئے سختی سے بات نہ کرو اور

آپ کا نام لے کر نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو  
بلکہ آپ کی تعظیم و توقیر کو اور اشراف ترین اوصاف سے آپ کو نذر کرو  
جن سے نذر کئے جانے کو آپ پسند فرمائیں اور یوں کہو یا رسول اللہ  
یا نبی اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم!

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے

کی آواز پر آواز بلند کرنے اور تعظیم و توقیر کے بغیر لانے سے منع فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ  
وسلم کی اس بے ادبی کو رو انہیں رکھا اور اس عظیم جرم کے ترکب کو اعمال کے برباد  
ہو جانے کی وعید سنائی، معلوم ہوا کہ بارگاہ رسالت کی بے ادبی اعمال کے ضائع ہو جانے  
کا سبب ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کفر کے سوا کوئی نساہ اعمال کے  
ضائع ہو جانے کا سبب نہیں ہے اور جو چیز اعمال کے ضیاع کا سبب ہے  
کفر ہے۔

اب غور کرنا چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی، اعمال کے  
ضائع ہو جانے کا سبب ہے اور جو چیز ضیاع اعمال کا سبب ہو، کفر ہے، نتیجہ یہ ہوا  
کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے، یہ بھی پیش نظر رہے کہ حیات ظاہری  
میں اور وصال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تعظیم و تکریم کے  
سلسلے میں یکساں ہے۔

ابو جعفر منصور بادشاہ، سجدہ نبوی میں حضرت امام  
امام مالک کا ابو جعفر منصور سے مکالمہ  
مالک سے ایک سئلہ میں گفتگو کر رہا تھا، امام

مالک نے اسے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَا تَرْفَعُ صَوْتَكَ فِي

Click For More Books

هَذَا النَّسْتَجِدُ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَكْثَرُ  
قَوْمًا فَقَالَ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ  
النَّبِيِّ الْآيَةَ وَمَنْ دَخَلَ قَوْمًا فَقَالَ إِنَّ الَّذِينَ  
يَغْضُؤْنَ أَصْوَاتَهُمْ الْآيَةَ وَذَمَّ قَوْمًا إِنَّ الَّذِينَ  
يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ الْآيَةَ وَإِنَّ  
حُرْمَتَهُ مِثْلَ حُرْمَتِهِ حَيًّا فَاسْتَكَانَ لَهَا أَبُو جَحْضٍ  
وَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَأَدْعُ  
أُمَّ اسْتَقْبِلِ رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ وَلِمَ تَصْرِفُ  
وَجْهَكَ عَنِّي وَهُوَ وَسِيْلَتُكَ وَسِيْلَةُ أَبِيكَ  
إِذْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَلِ اسْتَقْبِلُهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهِ  
فَيُشَفِّعَكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ-

” اے مسلمانوں کے امیر! اس مسجد میں آواز بلند نہ کر کیونکہ اللہ  
تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا اور فرمایا لَا تَرْفَعُوا  
أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اور ایک جماعت کی تشریف  
گرتے ہوئے فرمایا إِنَّ الَّذِينَ يَغْضُؤْنَ أَصْوَاتَهُمْ الْآيَةَ  
دوہ لوگ کہ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، اللہ  
تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تھوڑے کے لئے منتخب فرمایا ہے اور  
اور ایک جماعت کی خدمت کرتے ہوئے فرمایا إِنَّ الَّذِينَ  
يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ الْآيَةَ جو لوگ  
تمہیں حجروں کے باہر سے پکارنے میں، ان میں سے اکثر بے عقل  
ہیں۔ بے شک بعد از وصال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت ایسی

جی جیسی آپ کی حیات ظاہرہ میں تھی۔

ایسکے ابو جعفر نے فروتنی کا اظہار کیا اور کہا اسے ابو عبد اللہ (امام مالک کی کنیت) قبلہ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک نے فرمایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں رخ پھیرتا ہے حالانکہ حضور قیامت کے دن بارگاہ الہی میں تیرے اور تیرے جد امجد آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رخ کر اور شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے لئے شفاعت قبول فرمائے گا۔

امام اسحاق تجلی فرماتے ہیں:

**ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم** صحابہ کرام، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو ڈرتے تھے ان کا جسم لرز جاتا ان پر کچی طاری ہو جاتی اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور شوق کی بنا پر اور بعض صحابہ ہیبت اور تعظیم کے سبب روتے تھے۔

ابراہیم تجلی فرماتے ہیں کہ:

”ہر مومن پر لازم ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو خشوع و خشوع اور فروتنی اختیار کرے، وقار اور سکون سے رہے اور اپنے آپ کو حرکت سے باز رکھے اور اس کی ہیبت میں محو ہو جائے اور اس کی تعظیم میں اس طرح کوشش کرے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کی کوشش کرتا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے رو برو ہوتے۔“

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

صحابہ کرام اور پیغمبر تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | شرف صحابیت پر فائز ہونے والوں کا حال سنئے !

حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ نہ تو کوئی محبوب تھا اور نہ ہی میری نگاہ میں آپ سے زیادہ کوئی محترم تھا اس کے باوجود آپ کے احترام کے سبب میں آنکھ بھر کر آپ کے جمال کی زیارت نہ کر سکتا تھا، اگر مجھ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت پوچھی جائے تو میں بیان نہیں کر سکوں گا کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ کے جمال سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا تھا، حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ صحابہ کرام آپ کے گرد اس طرح بیٹھے ہوئے تھے گویا ان کے سر پر پتے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی وہ اپنے سروں کو حرکت نہیں دے رہے تھے کیونکہ پرندہ اس جگہ بیٹھا ہے جو ساکن ہو،

قَالَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ حِينَ وَجَّهَتْ  
قُرَيْشٌ عَامَ الْقَضِيَّةِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَى مِنْ تَعْظِيمِ اصْحَابِهِ  
لَهُ مَا رَأَى وَإِنَّهُ لَا يَتَوَضَّأُ إِلَّا ابْتَدَأَ وَأَوْضُوهُ  
وَكَادُوا يَقْتُلُونَ عَلَيْهِ وَ لَا يَبْصُقُ بِصَاقًا وَلَا  
يَنْخَرُ نَخَامَةً إِلَّا تَلَقَّوْهَا بِأَكْفِهِمْ قَدْ لَكُوا  
بِهَا وَجُوهَهُمْ وَأَجْسَادَهُمْ وَ لَا تَسْقُطُ مِنْهُ  
شَعْرَةٌ إِلَّا ابْتَدَرُوهَا وَإِنْ أَمَرَ بِأَمْرٍ ابْتَدَرُوا  
أَمْرًا وَ إِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَكَ مَا  
يُجِدُونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَكَ -

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



”عروہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جب قریش نے انہیں صلح حدیبیہ کے سال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے صحابہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے پناہ تعظیم دیکھی، انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو صحابہ کرام وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے بے حد کوشش کرتے تھے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں، اس نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دہن مبارک یا ناک مبارک کا پانی ڈالتے تو صحابہ کرام اسے ہاتھوں میں لیتے، اپنے چہرے اور جسم پر ملتے اور آبرو پاتے، آپ کا کوئی بال جسدا طہر سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اس کے حصول کے لئے جلدی کرتے، جب آپ انہیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے آہستہ بولتے اور ازراہ تعظیم آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے“

فَلَمَّا رَجَعْنَا إِلَى قُرَيْشٍ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ  
إِنِّي جِئْتُ كِسْرَى فِي مُلْكِكُمْ وَ قَيْصَرَ فِي مُلْكِكُمْ  
وَ النَّجَاشِيَّ فِي مُلْكِكُمْ إِنِّي وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُ مَلِكًا  
فِي قَوْمٍ قَطُّ مِثْلَ مُحَمَّدٍ فِي أَصْحَابِهِ -

”جب عروہ بن مسعود قریش کے پاس واپس گئے تو انہیں کہا اے قوم قریش! میں کسریٰ، قیصر اور نجاشی یعنی شاہ فارس، شاہ روم اور شاہ حبشہ کے پاس ان کی حکومت میں گیا ہوں، بخدا میں نے ہرگز کوئی بادشاہ اپنی قوم میں اتنا محترم نہیں دیکھا جس قدر

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں معزز رہیں“

ایک روایت میں ہے :

إِنَّ تَرَايْتُمْ مَلِكًا قَدْ تَعَطَّمَهُ أَصْحَابُهُ مَا  
تَعَطَّمَهُ مُحَمَّدًا أَصْحَابَهُ -

”میں نے کبھی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھیوں نے

اس کی اس قدر تعظیم کی ہو جتنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب نے

آپ کی تعظیم کی ہے“

وَقَدْ سَأَلْتُ قَوْمًا لَا يُسْلِمُونَ

”تحقیق میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو کبھی بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کو نہیں چھوڑیں گے اور ہمیشہ آپ کی تعظیم کرتے رہیں گے“

یہ بھی روایات میں ہے :

لَمَّا أَذِنَتْ قُرَيْشٌ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى  
عَنْهُ فِي الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ حِينَ وَجَّهَهُ النَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَضِيَّةِ أُنْجِي  
وَقَالَ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ حَتَّى يَطُوفَ بِهِ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

”جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو صلح حدیبیہ کے سال قریش کے پاس بھیجا تھا، قریش نے

انہیں بیت اللہ شریف کے طواف کی اجازت دے دی تو آپ

نے انکار کر دیا اور فرمایا میں اس وقت طواف نہیں کروں گا جب تک

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف نہیں کرتے“

Click For More Books

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

لَقَدْ كُنْتُ أُسْرِئُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْأَمْرِ فَأَوْخِرُ  
سَنَتَيْنِ مِنْ هَيْبَتِهِ -

” میں چاہتا تھا کہ کسی امر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کروں لیکن آپ کی ہیبت کے سبب دو  
سال تک مؤخر کر دیتا تھا “

وَبَلَغَ مُعَاوِيَةَ أَنَّ كَالِبَ بْنَ سَرِيحَةَ

شِبِّيَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الدَّارِ قَامَ عَنْ

سَرِيحَةَ وَتَلَقَّاهُ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَ

أَقْطَعَهُ الْمِرْعَابَ لِشِبِّيَةَ صُورَةَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

” حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ کالبن

بن ربیعہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (صورتہ) مشابہ ہیں چنانچہ  
حضرت کالبن، حضرت امیر معاویہ کے گھر کے دروازے سے داخل ہوئے تو حضرت امیر معاویہ

اپنے تخت سے اٹھ کھڑے ہوئے، ان کا استقبال کیا، ان کی آنکھوں کے درمیان

بوسہ دیا اور انہیں مرفاب (ایک مقام) عنایت فرما دیا (یہ سب کچھ

اس لئے تھا کہ ان کی صورت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

ملتی جلتی تھی “

اگر اعلیٰ صحابہ کرام کی تعظیم اور اس بابرکت بارگاہ کے احترام میں مبالغہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کرنے اور ہر باب میں آداب کی رعایت کرنے کی روایات کا احاطہ کیا جائے تو کلام طویل ہو جائے گا، تمام صحابہ کرام اس ذاتِ کریم کو بہترین القاب، کمالِ تواضع اور مرتبہ مقام کی انتہائی رعایت سے خطاب کرتے تھے اور ابتداء کلام میں صلوة و سلام کے بعد **يَا هَذَا يَتْلُكَ يَا بِيَّ وَأُمِّي** میرے والدین آپ پر فدا ہوں، **يَا بِنَفْسِي** انت **يَا رَسُولَ اللَّهِ** یا رسول اللہ! میری جان آپ پر نثار ہے، جیسے کلمات استعمال کرتے تھے اور فیضِ صحبت کی فراوانی کے باوجود محبت کی شدت کے تقاضے کی بنا پر تعظیم و توقیر میں کوتاہی اور تقصیر کے مرتکب نہیں ہوتے تھے بلکہ ہمیشہ خصوصاً **اللہم صل علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** کی تعظیم و اجلال میں اضافہ کرتے تھے۔

تابعین و رعیہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | اسی طرح تابعین اور تبع تابعین صحابہ کے آثار کی اقتدار اور ان

کے انوار سے ابتداء کرتے تھے، حضرت مصعب بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور ان کی پشت جھک جاتی، یہاں تک کہ یہ امر ان کے ہنشینوں پر گراں گزرتا، ایک دن حاضرین نے امام مالک سے ان کی اس کیفیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا، جو کچھ میں نے دیکھا ہے تم دیکھتے تو مجھ پر اعتراض نہ کرتے، میں نے قاریوں کے سردار حضرت محمد بن منکدر کو دیکھا کہ میں نے جب بھی ان سے کوئی حدیث پوچھی تو وہ زود دیتے یہاں تک کہ مجھے ان کے حال پر رحم آتا تھا۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتا حالانکہ وہ بہت خوش طبع اور خندہ روستھے، جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ان کے پاس کیا جاتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا، میں نے انہیں بے وضو نبی اکرم

[Click For More Books](#)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک عرصہ تک ان کے ہاں میری آمد و رفت رہی، میں نے انہیں تین صفات کے علاوہ کسی صفت پر نہیں دیکھا یا تو نماز ادا کر رہے ہوتے، یا خاموش رہتے یا قرآن پاک کی تلاوت کرتے، کبھی بے فائدہ گفتگو نہ کرتے، وہ خداترس، عبادت گزار علماء میں سے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن قاسم، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہیت سے یوں معلوم ہوتا کہ جیسے ان کا خون کھینچ لیا گیا ہو اور ان کی زبان خشک ہو جاتی، میں حضرت عامر بن عبد اللہ کے پاس جاتا تو انہیں اس حال میں دیکھتا کہ جب ان کے پاس کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیتا تو وہ اتنا روئے کہ ان کی آنکھ میں کوئی آنسو نہ رہ جاتا، میں نے حضرت زہری کو دیکھا وہ بہت ہی نرم مزاج اور تمام لوگوں سے نہ زیادہ نزدیک تھے جب ان کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو وہ اس طرح ہو جاتے کہ گویا وہ تمہیں اور تم انہیں، نہیں پہچانتے۔

حضرت صفوان بن سلیم، جو بہت ہی عبادت گزار تھے، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا، جب ان کے پاس کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر شریف کرتا تو وہ رو دیتے اور اتنا روئے کہ لوگ ان کے پاس سے اٹھ جاتے اور انہیں روتا رہتے دیتے۔

یہ امام مالک کے کلام کا ترجمہ ہے۔

صحیح کلام  
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسوب شیاء کا صحابہ کی نظر میں احترام  
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعالیٰ علیہ وسلم کا اس قدر ادب و احترام کرتے تھے کہ آپ کے رشتہ داروں، آپ کے ساز و سامان، آپ کی منازل و مجالس اور مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ میں آپ کے کاشانہ

[Click For More Books](#)

مبارکہ کی تعظیم کرتے، جس چیز کی آپ نے تعریف فرمائی یا جس چیز کی نسبت آپ کی طرف معروف ہوتی اس کی بھی تعظیم کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

لَقَدْ سَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْجَلْدُ يُحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِرِأْسِهَا  
فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ -  
”تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب ام  
آپ کی حجامت بنا رہا تھا، صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے  
تھے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے بال کسی صحابی کے ہاتھ کے  
علاوہ کہیں واقع ہوں“

وَرَأَى ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا  
وَإِضْعًا يَدَا عَلَى مَقْعَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَسْبَرِ شَقًّا وَضَعَهَا  
عَلَى وَجْهِهِ -

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ انہوں  
نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ منبر پر ہاتھ رکھا پھر  
اسے اپنے چہرے پر پھیر لیا۔“

حضرت ابو مخزومہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں بال تھے، جب وہ

بیٹھ کر انہیں کھولتے تو زمین تک پہنچ جاتے۔

فَقِيلَ لَهُ لَا تَخْلِقْهَا فَقَالَ لِمَا كُنَّ بِالذِّفْرِ  
أَخْلِقُهَا وَقَدْ مَسَّتْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

علیہ وسلم بیدہ -

” حضرت ابو مخزومہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا گیا کہ آپ ان بالوں کو منڈوا کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے فرمایا میں ان بالوں کو کیسے منڈالوں جبکہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے چھوا تھا؟“  
وَكَانَتْ شَعْرَاتٌ مِّنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَلْبِ سُوَّةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَلَمَّا  
لَيْشَهَدَ بِهَا قِتَالًا إِلَّا سُرِقَ النَّصْرُ -

” نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند بال، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں تھے وہ اس ٹوپی کے ساتھ جس جنگ میں بھی گئے انہیں فتح و نصرت عطا کی گئی۔“

ہاں جب تابوتِ سکینہ جس میں آل حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے، کی برکت سے بنی اسرائیل کو فتح و ظفر حاصل ہوئی تھی تو اگر حضرت سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی بدولت یہ برکت اور یہ اثر بلکہ اس سے ہزار ہا درجہ زائد خیر و برکت حاصل ہو جائے تو کیا بعید ہے۔

وَكَانَتْ فِي قَلْبِ سُوَّةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ

شَعْرَاتٌ مِّنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَسَقَطَتْ قَلْبِ سُوَّةِ فِي بَعْضِ حُرُوبِهِ فَشَدَّ عَلَيْهَا

شِدَّةً أَنْكَرَ عَلَيْهَا أَصْحَابُ النَّبِيِّ مِنْ كَثْرَةِ

مَنْ قُتِلَ فِيهَا فَقَالَ لَمَّا كُنْ أَعْمَلُهَا بِسَبَبِ

الْقَلْبِ سُوَّةِ بَلْ مَا تَضَمَّتْ مِنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَوْلَا أُسْلِبَ بَرَكَتَنَا وَتَقَعَّ فِي

[Click For More Books](#)

## اَبْدِئِ الْمَشْرُكِيْنَ -

”حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند بال تھے، ایک جنگ میں وہ ٹوپی اتار گئی، حضرت خالد نے اسے حاصل کرنے کے لئے اتنا سخت حملہ کیا کہ صحابہ کرام نے اس پر انکار کیا کیونکہ اس حملے میں بہت سے افراد شہید ہو گئے تھے حضرت خالد نے فرمایا: میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ اسلئے کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال تھے، میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کی برکت مجھ سے چھین لی جاتے اور وہ بال مشرکوں کے ہاتھ لگ جائیں“

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی تعظیم نہیں کرتا اور ان کی تعظیم کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور اس بے ادبی سے اس کے دل میں کوئی خوف پیدا نہیں ہوتا اس کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت نہیں ہے اگرچہ آپ کی محبت کا دعویٰ دے رہا ہو اور اس بے باکی کی تاویل میں لاف و گزاف سے کام لیتا ہو، جن لوگوں کے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور ایمان ہے، وہ آپ کے ایک بال مبارک کے مقابل تمام دنیا کو ایک جو کی اہمیت نہیں دیتے،

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ:

لَشَخْرَةٍ كَأَمْتٍ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنَ الدُّنْيَا

وَمَا فِيهَا -

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک بال ہمیں دنیا و ما فیہا

سے زیادہ محبوب ہے“



کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

اگرچہ دوست بچیزے نمی خسرد مارا

بہ عالمے نفرو شیم موئے از سر دوست

”اگرچہ دوست ہمیں کسی چیز کے بدلے نہیں خریدتا، ہم اس کے

ایک بال کو پوری دنیا کے عوض بھی فروخت نہیں کرتے“

وَفِي الصَّحِيحِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُمَا أَخْرَجَتْ جُبَّةً

طَيَالِسِيَّةً وَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَتَحْنُ نَغْسِلُهَا

لِلْمَرَضِ نَسْتَشْفِي بِهَا

”حدیث صحیح میں حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ

عنها سے مروی ہے کہ انہوں نے طیالیسی جیبہ نکالا اور فرمایا نبی اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے زیب تن فرماتے تھے، ہم اسے بیماروں

کے لئے دھوتے ہیں، اور اس سے شفا طلب کرتے ہیں“

حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنی سند روایت کیا ہے کہ ابوالقاسم بن میمون نے فرمایا ہمارے

پاس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک پیادہ تھا ہم بیماروں کے لئے اس میں پانی

ڈالتے تھے پس اس سے شفا طلب کرتے تھے۔

أَخَذَ جَحْبَجَاهُ الْغِفَارِيَّ قَضِيْبَ الْكَبِيْرِ

مِنْ يَدِ عُمَانَ وَتَنَاوَلَهُ لِيَكْسِرَ كَأَعْلَى رُكْبَتَيْهِ

فَصَاحَ بِـِ النَّاسِ فَأَخَذَتْهُ الْأَكِلَةُ فَقَطَعَهَا  
وَمَاتَ قَبْلَ الْحَوْلِ -

”حججہ غفاری نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عصا سے  
مبارک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے لیا تاکہ اسے  
اپنے گھٹنے پر رکھ کر ٹوڑ دے تو لوگوں نے بڑی شدت سے اسے  
منع کیا کہ اسے مت توڑنا، اسی وقت اس کے گھٹنے پر ایک زخم پیدا  
ہو گیا، بعد ازاں اس نے گھٹنا کٹوا دیا اور سال گزرنے سے پہلے مر گیا“

اس باب میں احادیث و آثار بکثرت ہیں، ان آثار صحیحہ اور نصوص صحیحہ  
سے ثابت ہو گیا کہ جو چیز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت کا شرف رکھتی ہے  
اور جو چیز آپ کے اعضاء اور قدموں سے مس ہو چکی ہے، اس کی تعظیم و تکریم تمام  
مسلمانوں پر عوام ہوں یا خواص واجب اور لازم ہے اور جو شخص ان اشیاء شریفہ کی  
توہین سے اپنی زبان آلودہ کرے یا ان کی اہانت کی امداد بر ملا یا پوشیدہ، قول یا فعل  
سے کرے، اس نے ایمان کو پر باد کیا اور حسن اعتقاد کی جگہ ارتداد کو اپنے دل میں رکھا،  
چنانچہ بعض ملعون اور بے دین زندیق کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نشان  
قدم اس لائق ہے کہ اسے ایسی جگہ رکھا جائے کہ ہر کس و ناکس اس پر پاؤں رکھے،  
یا کہتے ہیں کہ اگر ہمیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس مل جائے تو ہم اسے  
پہننے کا پٹا بنا لیں اور اگر آپ کے نعلین مبارک مل جائیں تو انہیں پاؤں میں پہن لیں،  
نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک! یہ کفر، الحاد، بے ایمانی اور ارتداد ہے، اس سے اور  
اس جیسے دیگر ہلکات سے اللہ تعالیٰ ہمیں پناہ عطا فرمائے۔

لے تفصیل کے لئے دیکھئے ”ابوالمقال فی استخوان قبۃ الاجلال“ از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جس طرح ان تمام اشیا کی تعظیم واجب اور فرض ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں اور صحابہ کرام کی تعظیم بلاشک و شبہ بطریق اولیٰ فرض ہے، چونکہ مبسوط کتابیں ان عقائد اور مقاصد پر مشتمل ہیں اس لئے اس فتوے میں تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

**شجر کی سلامی** سرور کائنات، مہمیز موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم کا وجوب اور اس کی فرضیت اس حد تک ہے: **ایمانات، خشک اور تر نباتات اور بے زبان جمادات، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** رحمت میں سلام عرض کرتے اور سجدہ کرتے تھے اور محبت کی شدت کی بنا پر گریہ و گناہ کرتے تھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَاحِبِ اللَّهِ تَعَالَى  
عَنْهَا قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُ بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ إِلَّا سَجَدَ لَهُ۔  
”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے  
وہ آپ کو سجدہ کرتا“

عَنْ عَائِشَةَ عِنْدَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ لَمَّا اسْتَقْبَلَنِي جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
بِالْبَرِّ سَأَلَنِي جَعَلْتُ لَأَمْرٍ بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ إِلَّا  
قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت  
ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا جب جبریل امین علیہ السلام

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رسالت کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوئے تو میں حسین پتھر یا درخت

کے پاس سے گزرتا، وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ!

فراقِ حضور میں آئینِ حنا کی آہ و زاری | کھجور کے تنے کا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں رونا ہوتا ہے۔

اور اس کی حدیث مشہور ہے :

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ كَانَ الْمَسْجِدُ  
سَقُوقًا عَلَى جَذْوَةٍ نَخْلٍ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ يَقُومُ إِلَى  
جَذْوَةٍ مِنْهَا فَلَمَّا صَنِعَ لَهُ الْمِنْبَرَ سَمِعْنَا  
لِذَلِكَ الْجَذْوِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَائِرِ -

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ  
مسجد نبوی کی چھت کھجور کے تنوں پر بنائی گئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ فرماتے تو ان میں سے ایک کے پاس  
کھڑے ہوتے، جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا تو ہم نے اس تنے  
سے حاملہ اونٹنیوں یا چھوٹے بچوں کو الی اونٹنیوں جیسی آواز سنی۔“

وَ فِي سِرِّ وَ اَيَّتِ اَنْسِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ  
حَتَّى اسْرَتَجَّ الْمَسْجِدُ لِخَوَائِرِهِ -

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ (وہ  
ستون اتنی شدت سے رویا کہ، اس کی آواز سے مسجد گونج اٹھی۔“  
وَ فِي سِرِّ وَ اَيَّتِ سَهَيْلٍ وَ كَثْرَةَ بَكَارِ النَّاسِ

لِيَمَّا رَأَوْا بَرًّا -

” حضرت سہیل کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام اس ستون کی حالت

دیکھ کر بہت روئے۔“

وَفِي رِوَايَةِ الْمُطَّلِبِ حَتَّى تَصَدَّعَ وَانْشَقَّ

حَتَّى جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ فَسَكَتَ۔

” حضرت مطلب کی روایت میں ہے وہ تنا اس قدر روپا کہ پھٹ

گیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور  
اپنا دست کرم اس پر رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔“

وَنَرَادَ غَيْرُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا بَكَى لِمَا قَدَّمَ مِنَ الذِّكْرِ

” مطلب کے علاوہ راوی نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ نبی اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تنا اس لئے رویا ہے یہ ذکر سے

محروم ہو گیا ہے۔“

وَنَرَادَ غَيْرُهُ وَالَّذِي لَفِيهِ بِيَدِهِ لَوْ

لَمَّا لَتَزِمَهُ لَمَّا يَزَلْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَحْرُومًا

عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

” ایک اور راوی نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں

میری جان ہے، اگر میں اس تنے کو انخوش میں نہ لیتا تو وہ رسول خدا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فراق میں قیامت تک روتا رہتا۔“

وَ ذَكَرَ إِلَّا سَفِرًا سَخِيحًا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تعالیٰ علیہ وسلم دَعَا إِلَىٰ نَفْسِهِ فَجَاءَهُ  
يَخْرِقُ الْأَرْضَ فَالتَزَمَهُ ثُمَّ أَمَرَ فَعَادَ  
إِلَىٰ مَكَانِهِ -

” استاذ سفر ابنی نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے اس تنے کو اپنی طرف بلایا وہ زمین کو پھیرتا ہوا خدمت اقدس میں  
حاضر ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے انوش میں لیا  
پھر فرمایا واپس جا تو وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔“

فَكَانَ الْحَسَنُ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا بَكَى وَ  
قَالَ يَا عِبَادَ اللَّهِ الْخَشَبَةُ تَحِنُّ إِلَىٰ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَوْقًا  
إِلَىٰ لِسَانِهِ فَأَنْتُمْ أَحَقُّ أَنْ تَشْتَاقُوا  
إِلَىٰ لِقَائِهِ -

” حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ واقعہ بیان کرتے  
تو رو پڑتے اور فرماتے اے بندگانِ خدا! کھجور کا تنا نبی اکرم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کی محبت کے سبب روتا تھا کیونکہ  
آپ اس کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا کرتے تھے، تم اس امر کے  
زیادہ مستحق ہو کہ آپ کے دیدار کا شوق رکھو۔“

ان آثار سے کہ بڑی مقدار میں سے چند بلکہ ہزار میں سے ایک کی حیثیت  
رکھتے ہیں، معلوم کیا جا سکتا ہے کہ سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا التزام  
اعزاز اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر فرض فرمایا ہے، درختوں، پتھروں اور حیوانات  
سجدہ جو بہت سی احادیث سے ثابت ہے، سجدہ تعظیم تھا نہ کہ سجدہ عبادت کیونکہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معبود نہیں ہیں، یہ سجدہ اسی طرح تھا جس طرح فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو یا حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں نے انہیں سجدہ کیا تھا، پس جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں کوشش نہیں کرتے یا دیدہ دانستہ اس قسم کی نصوص سے چشم پوشی کرتے ہیں یا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت نہیں رکھتے اور آپ کے شوق کے سبب ان کے دلوں میں رقت پیدا نہیں ہوتی، بے زبان حیوانات اور پتھروں اور خشک لکڑیوں سے گئے گزرے ہیں۔

صحابہ و تابعین کے پیروکار مخلص مومنوں کی شان یہ ہے کہ مباح چیزوں اور نفس کی خواہشوں میں بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی رعایت کرتے ہیں اور جو چیز آپ کو پسند تھی تقاضائے محبت کی بنا پر اسے پسند رکھتے ہیں، ٹرید (شوربے میں ڈالے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو) اور کدو کو بہترین طعام شمار کرتے ہیں۔

**نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** | جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہترین شمائل و خصائل، اخلاق حمیدہ، عادات شریفہ، بے شمار انعامات، ہزاروں احسانوں اور رحمت و رأفت کی فراوانی میں غور کرے وہ معلوم کر سکتا ہے کہ ہم گنہگار، سیہ کار جو ہر قسم کے گناہ اور سیہ کاری کا ارتکاب کر چکے ہیں اور کرتے ہیں پھر بھی دنیا اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے محفوظ ہیں گناہوں اور جرائم کے ارتکاب کے سبب عذاب کے مستحق ہوتے ہوئے بھی امن میں ہیں حالانکہ پہلی امتوں کو زمین میں دھنسا دیا گیا ان کی شکلیں مسخ کر دی گئیں ان پر پتھر برسائے گئے اس کے علاوہ کئی طرح کے عذاب نازل کئے گئے اور انہیں ہلاک کیا گیا، یہ صدقہ ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور آپ کی مقبول دعا کی برکت ہے کہ ہم امن میں ہیں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جو اس حقیقت کا انکار کرتا ہے اور اس کے قبول کرنے سے گریز کرتا ہے وہ کافر  
نعمت و ناشکرا، اور منکر رحمت ہے۔

اب تبار رسول تقاضائے محبت ہے | یہ بھی جاننا چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل ترین محبت یہ

ہے کہ اوامر، نواہی اور سنن میں تہ دل سے آپ کی اطاعت کو لازم پکڑے، پس  
جو شخص تمام امور میں صدق اور اخلاص کے ساتھ آپ کی اطاعت اور پیروی کرتا ہے  
اس کی محبت کامل ہے اور جو شخص آپ کی اطاعت اور پیروی میں کوتاہی روا رکھتا  
ہے، اس کی محبت ناقص ہے لیکن اس سے آپ کی محبت کی نفی نہیں کی جاسکتی  
کیونکہ نافرمانی کا ارتکاب ایمان اور اسلام سے خارج نہیں کرتا حتیٰ کہ گنہگاروں سے  
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی نفی درست ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کی محبت کے بغیر ایمان متصور نہیں ہے اور گناہگار اور کبائر کے مرتکب بلاشبہ ایماندار  
ہیں جیسے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کی کتابوں میں مذکور اور ثابت ہے، اگر  
یہ مومن نہ ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق نہیں ہوں گے  
حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :

شَفَاعَتِيْ لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِيْ

”میری شفاعت، میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبائر

کے مرتکب ہوں گے۔“

یہ بھی فرمایا کہ :

وَلِكِنِّهَا لِمَدْنِيْنَ الْخَطَائِيْنَ

”لیکن شفاعت ان کے لئے ہوگی جو بہت ہی گنہگار ہوں گے“

نیز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابہ کو شراب پینے کی حد جاری



فرمائی۔ بعض صحابہ نے ان پر لعنت کی اور کہا کہ شراب نوشی کی کثرت کا سبب کیسا ہے جنو  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

لَا تَلْعَنُوا فِئَاتِي يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ

” اس پر لعنت نہ کر کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے

محبت رکھتا ہے۔“

یہ بھی مروی ہے کہ :

إِنَّ سَرَّ جَلَّ أُنَى الْمَتَّبِعِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟  
قَالَ مَا أَعَدَدْتُ لَهَا قَالَ مَا أَعَدَدْتُ لَهَا  
مِنْ كَثْرَةِ صَلَوَةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ  
وَالَكِنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ أَنْتَ مَعَ  
مَنْ أَحَبَبْتَ۔

” ایک صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ!  
قیامت کب ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے  
اس کے لئے کیا تیار کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے اس کے لئے  
بہت نمازیں، روزے اور صدقے تیار نہیں کئے لیکن میں اللہ تعالیٰ  
اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں آپ  
نے فرمایا تو اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا۔“

جو شخص نبطاً ہر نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے اور پرہیزگار رہے اور اس کا  
باطن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہے اور آپ کی تعظیم شان اور  
تکریم میں کوتاہی کا مرتکب ہے وہ مومن نہیں ہے جیسے کہ اہل شام کے لشکر نے میدان

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کرب و بلا میں امام اہل اسلام سیدنا امام حسین علیٰ عہدہ وعلیہ السلام سے ناحق الجھڑ کر حضرت امام کا خون بہایا اور اپنے ایمان کی آبرو ضائع کر کے اپنے سر پر ذلت و رسوائی کی خاک ڈالی اور بدترین کفار اور اشرقیار اہل نار میں سے ہوئے بہ ظاہر مسلمانوں کی عینیں رکھتے تھے اور ظاہری اتباع سے باہر قدم نہ رکھتے تھے لیکن ان کے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہرگز نہ تھی ورنہ ان سے آپ کے اہل بیت پر ایسا ظلم کیسے صادر ہوتا۔

بے حجت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اتباع مغنبر نہیں | اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری پیروی کا سبب آپ کی کامل محبت میں مختصر نہیں ہے بلکہ بہت دفعہ آپ کی اطاعت اور پیروی میں دوسری اغراض دل میں پوشیدہ ہوتی ہیں جو ظاہری تقویٰ اور صوری نیکی کے اختیار کرنے کا سبب بن جاتی ہیں، بعض لوگوں کے سر میں شہرت، عزت اور عامۃ الناس کی راہبری ایسے بلند مقام کی ہوں سما جاتی ہے اور اس جیلہ سازی سے یہ مراد پوری ہو جاتی ہے، بے ریا محب اور باصفا مخلص دنیا میں بہت کم ہیں، محبت کے مذکورہ آثار (ظاہری تقویٰ و پرہیزگاری) محبان مخلص کے امتحان کے لئے کسوٹی نہیں بن سکتے، اگر وہ آثار (اطاعت و فرمانبرداری) کسی شخص میں بے تکلف پائے جائیں تو وہ محب صادق ہے ورنہ ریاکار و منافق ہے۔

تنقیص شان کے مرتکب کا حکم | جب بارگاہ ایزدی کے مقربین کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا کچھ حال تحریر ہو چکا تو اب سید الخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں تحقیر کرنے والے کا حال سنئے!

شرح وقایع و حالات کے مطابق

قَدِ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى أَنَّ الْأَسْتِخْفَا  
بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِأَيِّ  
سَبِّهِ مِنْ الْأَنْبِيَاءِ كَانَ كُفْرًا سَوَاءً فَعَلَهُ فَاعِلٌ  
ذَلِكَ اسْتِحْلَالًا أَمْ فَعَلَهُ مُعْتَقِدًا لِحُرْمَتِهِ  
وَلَيْسَ بَكَيْنَ الْعُلَمَاءِ خِلَافٌ فِي ذَلِكَ وَ  
الَّذِينَ نَقَلُوا لِاجْتِمَاعِ فِيهِ أَكْثَرُ مِنْ  
أَنْ يُحْصَى -

” بے شک تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم یا کسی اور  
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کفر ہے عام ازیں کہ  
تخفیف کرنے والا سے حلال جانتا ہو یا حرام، اس مسئلہ میں علماء کا  
کوئی اختلاف نہیں ہے اس مسئلہ پر اجماع نقل کرنے والے علماء  
سے باہر ہیں“

قَالَ الْقَاضِي فِي الشِّفَاءِ إِنْ جَمِعَ مَنْ  
سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَبَّ  
أَوْ أَلْحَقَ بِهِ نَقْصًا فِي نَفْسِهِ أَوْ نَسَبًا أَوْ دِينًا  
أَوْ خَصْلَةً تَمُنُّ بِخِصَالِهِ أَوْ عَرَّضَ بِهِ أَوْ شَبَّهَهُ  
بِشَيْءٍ عَلَى طَرِيقِ السَّبِّ أَوْ الْأَشْرَارِ عَلَيْهِ أَوْ  
التَّصْفِيرِ لِشَانِهِ أَوْ الْغَضِّ مِنْهُ أَوْ الْعَيْبِ لَهُ  
فَهُوَ سَابٌّ لَهُ وَحُكْمُهُ حُكْمُ السَّابِّ يُقْتَلُ  
كَمَا نُبَيِّنُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَلَا نَسْتَثْنِي فُضْلًا  
مِنْ فُضُولِ هَذَا الْبَابِ عَلَى هَذَا التَّقْصِيرِ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وَلَا نَسْتَرِي فِيهِ تَصْرِيحًا كَانَ أَوْ تَلْوِيحًا۔  
” حضرت قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاہ شریف میں فرماتے  
ہیں کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دے یا عیب لگائے  
آپ کی ذات شریف یا آپ کے نسب یا آپ کے دین یا آپ کی  
کسی خصلت کی طرف نقص کی نسبت کرے یا آپ کی طرف تعرض کرے  
(اشارہ عیب جوئی کرے) یا آپ کو کسی شے سے گالی یا توہین یا شان  
کی کمی کرنے یا آپ سے چشم پوشی کرنے یا عیب لگانے کے طور پر  
تشبیہ دے تو وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا ہے،  
اس کا حکم وہی ہے جو آپ کو گالی دینے والے کا حکم ہے یعنی اسے  
قتل کیا جائے گا جیسے کہ ہم بیان کریں گے، اس مقصد (قتل کرنے)  
سے ہم کسی قسم کا استثناء نہیں کرتے اور نہ ہی ہم اس میں شک کرتے  
ہیں خواہ صراحت ہو یا اشارہ۔“

وَكَذَلِكَ مَنْ لَعَنَ، أَوْ دَعَا عَلَيًّا أَوْ  
تَسَمَّى مَضْرُوبَةً لَهُ، أَوْ نَسَبَ إِلَيْهِ مَا لَا يَلِيقُ  
بِمَنْصِبِهِ عَلَى طَرِيقِ الذَّمِّ أَوْ عَيْبٍ فِي  
جِهَتِهِ الْعَرَبِيَّةِ بِسَخْفٍ مِّنَ الْكَلَامِ وَهُجْرٍ  
وَمُسْكِرَتِينَ الْقَوْلِ وَتَأْوِيلًا كَثِيرًا لِشَيْءٍ  
مَّا جَرَى مِنْ الْبَلَدِ وَالْمِحْنَةِ عَلَيْهِ أَوْ خَمَصَةً  
بِبَعْضِ الْعَوَارِضِ الْبَشَرِيَّةِ الْجَائِزَةِ عَلَيْهِ  
السُّعُودَةَ لَدَيْهِ۔

” اسی طرح وہ شخص کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لعنت کی نسبت کرے یا آپ کے لئے بد دعا کرے یا آپ کے نقصان کی آرزو کرے یا آپ کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرے جو آپ کے شانِ شان نہیں ہے بطورِ مذمت یا آپ کی جانب عزیز سے کھیلتے ہوئے ہلکے کلام یا ہجو یا جھوٹے کلام سے یا آپ کو عیب لگانے اس آزمائش اور مشقت کی بنا پر جو آپ پر گزری یا آپ کو عیب لگانے بعض ان عوارض بشریہ سے جو آپ کے لئے جائز اور معلوم تھے۔“

وَهَذَا كَلِمَةٌ أَجْمَاعُ مَنِ الْعُلَمَاءِ وَالْأُمَّةِ  
الْفَتَوَى مِنْ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْ لَدُنِ الصَّكَّابَةِ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ إِلَى هَلْمَةِ جَرًّا۔

”یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ سے اس وقت تک کے تمام علماء اور ائمہ رفتوں کے اجماعی فیصلہ ہے۔“

یہ بھی شفاء شریف میں ہے :

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سُوَيْبٍ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ  
عَلَى أَنَّ شَاتِمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَالسُّتْقِصَ لَهُ كَافِرٌ وَالْوَعِيدُ جَارٍ عَلَيْهِ  
بِعَذَابِ اللَّهِ تَعَالَى لَهُ وَحُكْمُهُ عِنْدَ الْأُمَّةِ  
الْقَتْلُ وَمَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِ وَعَذَابِهِ فَقَدْ كَفَرَ۔

”حضرت محمد بن سویب نے فرمایا علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا اور آپ کی تنقیصِ شان کرنے والا کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہے اور امت یعنی تمام ائمہ کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور“

جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

شفا شریف اور حواشی چلی ہیں ہے :

قَالَ ابْنُ عَبَّابٍ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ  
مَوْجِبَانِ أَنْ مَنْ قَصَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَذَى أَوْ نَقَصٍ مُعَرِّضًا أَوْ مُصْرِحًا  
وَإِنْ قَلَّ فَقَتْلُهُ وَاجِبٌ -

”حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ تحقیق قرآن و حدیث اس امر  
کو واجب کرتے ہیں کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت  
دینے یا آپ کی نقیصہ شان کا ارادہ کرے، تعریضاً ہو یا تصریحاً، اگرچہ  
قلیل ہو، اس کا قتل واجب ہے۔“

حواشی چلی ہیں ہے :

وَاعْلَمْنَا أَنَّ الْمُسْتَقَرَّ رَمِيَتْ تَتْبَعُ الْمُغْتَبِرَاتِ  
أَنَّ الْمُخْتَارَ أَنْ مَنْ صَدَرَ مِنْهُ مَا يَكُونُ  
عَلَى تَخْفِيفِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِعَمْدٍ وَقَصْدٍ  
مِنْ عَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ يَجِبُ قَتْلُهُ وَ  
لَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ بِسَعْنَى الْخَلَاصِ عَنِ  
الْقَتْلِ وَإِنْ أَتَى بِكَلِمَتِي الشَّهَادَةِ وَالرُّجُوعِ  
وَالتَّوْبَةِ الْكِنُ لَوَمَاتٍ بَعْدَ التَّوْبَةِ أَوْ قِتْلَ  
حَدًّا مَاتَ مَيْتَةَ الْإِسْلَامِ فِي غُسْلِهِ وَصَلْوَتِهِ  
وَدَفْنِهِ -

”معتبر کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب مختار

یہ ہے کہ عامۃ المسلمین میں سے جس شخص سے قصداً اور ارادۃً ایسا کلام صادر ہوا جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخریفِ شان پر دلالت کرتا ہو اس کا قتل واجب ہے اور اس کی توبہ بائیں معنی مقبول نہیں ہے کہ وہ قتل سے بچ جائے اگرچہ وہ شہادت کے دو کلمے پڑھے اور اس جرمِ عظیم سے توبہ کرے لیکن اگر وہ توبہ کے بعد مر جائے یا اس جرم کی سزا میں قتل کر دیا جائے تو اس کی موت اہل اسلام کی طرح ہوگی، غسل، نماز جنازہ اور دفن میں یعنی نجس و تکھنیں اور نماز جنازہ میں اس کا حکم تمام مسلمانوں کی طرح ہوگا اور اگر معاذ اللہ توبہ سے پہلے مر گیا تو کافر مراد اور اس کے ساتھ اہل اسلام والا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔

**بلا ارادہ میں سے متحرب کا حکم** | جانتا چاہئے کہ اس قائل نے قصداً نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخریفِ شان کی ہے اور اپنا ایمان برباد کیا ہے جیسا کہ مقام ثالث میں بیان ہوا ہے، جو شخص اس بڑے جرم کا قصداً متحرب نہ ہوا ہو بلکہ کسی اور سبب سے عظیم جرم اس سے سرزد ہوا ہو اس کے حال کا بیان اگرچہ ہماری گفتگو سے متعلق نہیں ہے تاہم تکمیل بیان کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حال بھی ذکر کر دیا جائے لہذا سنئے !

شفا شریف اور حواشی چلی ہیں ہے :

وَالْوَعْدُ الثَّانِي لَا حَقَّ بِي فِي الْبَيَانِ وَالْحِجَابِ  
وَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْقَائِلُ لِسَأْأَلٍ فِي جِهَتِهِ  
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ غَيْرَ قَاصِدٍ لِلتَّبْتِ وَ  
الْإِسْهَابِ وَلَا مُخْتَفِدٍ لَهٗ۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

” دوسری وجہ بیان اور ظہور میں پہلی وجہ سے ملحق ہے اور وہ  
یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں یہ کلام کہنے والے  
کا ارادہ گالی اور توہین کا نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس کلام کے مضمون  
کا عقیدہ رکھتا ہے۔“

وَالكَيْهَاتَكَلَمَ فِي جِهَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِكَلِمَةِ الْكُفْرِ مِنْ لَعْنِهِ أَوْ سَبِّهِ أَوْ تَكْذِيبِهِ  
أَوْ إِضَافَةٍ مَا لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ أَوْ تَنْفِي مَا يَجِبُ  
لَهُ بِمَا هُوَ فِي حَقِّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَقِيصَةً  
مِثْلُ أَنْ يَنْسُبَ إِلَيْهِ إِثْمَانٌ كَبِيرَةٌ أَوْ مَدَاهَنَةٌ  
فِي تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ أَوْ فِي حُكْمِ بَيْنِ النَّاسِ  
أَوْ لِعُضٍّ مِنْ مَرَّةٍ تَبْتِئُهُ أَوْ شَرَفٍ نَسَبِهِ أَوْ وَفُورٍ  
عَلَيْهِ أَوْ شُرْهُدَةٍ أَوْ يَكْذِبُ بِمَا اشْتَهَرَ  
بِهِ مِنْ أُمُورٍ أَخْبَرَ بِهَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
وَتَوَاتَرَ الْخَبَرُ بِهَا عَنْهُ عَنْ قَصْدٍ لِيَرَى خَبْرَهُ  
أَوْ يَأْتِي بِسَفْهِ مِنَ الْقَوْلِ أَوْ بِقَبِيحٍ مِنَ الْكَلَامِ  
وَلَوْ بِإِشَارَةٍ وَنَوْعٍ مِنَ السَّبِّ فِي جِهَتِهِ  
وَإِنْ ظَهَرَ بِدَلِيلٍ حَالِيًا لَمْ يَتَعَمَّدْ  
ذَمًّا وَ لَمْ يَقْصِدْ سَبًّا إِمَّا لِجِهَالِ حَمَلِهِ  
عَلَى مَا قَالَهُ أَوْ بِضَجْرٍ أَوْ بِسُكْرِ أَوْ قِلَّةِ مِرَاقَبَتِهِ  
وَضَبْطِ لِسَانِهِ وَعَجْرَفَةٍ وَتَهَوُّرٍ فِي كَلَامِهِ  
” لیکن اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کلمہ کفر

Click For More Books



کیا یعنی لعنت یا تکذیب یا گالی یا ناروا چیز کی نسبت کی یا ایسی چیز کی نفی کی کہ آپ کے لئے ضروری ہے وغیر ذلک کہ آپ کے حق میں نقص ہیں مثلاً آپ کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کی یا تبلیغ احکام یا لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مدد نہت (لحاظ) کی نسبت کی یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام، شرف، نسب، فراوانی علم یا زہد میں کمی کی یا آپ کی خبر کی تردید کے ارادے سے ان امور کی تکذیب کی جو آپ سے مشہور اور متواتر ہیں یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کم عقلی یا بے کلام یا کسی قسم کی گالی کی نسبت کرے اگرچہ اس کے حال سے ظاہر ہو کہ اس نے آپ کی مذمت یا آپ کو گالی دینے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یا توجہالت نے اسے اس کلام پر پراگنہ کیا ہے یا بے چینی یا نشہ نے اسے ابھارا ہے یا زبان کے ضبط اور اس کی حفاظت کی کمی اور اس کلام میں سبلی اور بے باکی کی بنا پر کہہ گیا ہے۔“

فَحَكَهُ هَذَا اَلْوَجْهَ حُكْمُ اَلْوَجْرِ اَلَا وَا لِقَتْلُ دُونَ تَلْعَتُمْ اِذْ لَا يُعَدُّ اَحَدًا فِي اَلْكُفْرِ بِاَلْجِهَالِ وَلَا بِدَعْوَى شَرِّ لِي اَللِّسَانِ وَلَا شَيْئًا تِمَّ اَذْ كَرْنَا اِذَا كَانَ عَقْلًا فِي فِطْرَتِهِ سَلِيمًا اِلَّا مَنْ اَكْرَهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِاَلْاِيْمَانِ -

”پس وجہ ثانی کا حکم وہی ہے جو وجہ اول کا حکم ہے کہ اسے بغیر کسی تاخیر کے قتل کر دیں کیونکہ پیدائشی طور پر کسی کی عقل درست ہو تو کسی شخص کے لئے کفر کے معاملہ میں جہالت یا زبان کی لغزش یا اشیا پر مذکورہ (بے چینی یا نشہ وغیرہ) کو عذر قرار نہیں دیا جائیگا سوائے اس شخص کے

[Click For More Books](#)

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جسے مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔“

اگر کوئی سچا کلام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر دلالت کرتا ہو تو اس کا قائل کافر ہو جائے گا چنانچہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص عوارض بشریہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخریفِ شان کرے، کافر ہو جائے گا حالانکہ وہ عوارض بشریہ آپ کے لئے جائز اور معلوم ہیں اسی لئے علماء نے اس شخص کے قتل کا فتوٰ لے دیا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر سے تعبیر کر کے آپ کی تخریفِ شان کا ارادہ کرے جیسا کہ کتبِ فقہ میں مذکور ہے اس مسئلہ کی جزئیات حد و حساب سے خارج ہیں، جو کچھ ہم نے بیان کیا وہی کافی ہے۔

اعتراض کتب عقائد میں مذکور ہے کہ اہل سنت کے محققین کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے، پس اہل قبلہ میں سے جو شخص تنقیصِ شان کی قباحت کا مرتکب ہوا ہو اس کے کفر کا حکم کس طرح لگایا جاسکتا ہے؟

جواب کتب عقائد میں مذکور ہے کہ :

وَلَا تُكْفِرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ

”ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے“

قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ ان اہل قبلہ کے ساتھ مخصوص ہے جو ضروریات دین (وہ امور جو دین میں بہی اور یقینی طور پر معلوم ہوں) کا انکار نہ کرتے ہوں اور ان سے کفر کی کوئی علامت اور کفر کا کوئی سبب صادر نہ ہو اور جو شخص ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرے یا اس سے کفر کی کوئی علامت ظاہر ہو یا کفر کا کوئی سبب صادر ہو اسے بلا تامل کافر و

بھی کافر ہے کیونکہ ایسے شخص کی تکفیر میں شک کرنے کا مطلب ضروریاتِ دین میں شک کرنا ہے اور جو شخص ضروریاتِ دین میں شک کرے وہ بلاشک و شبہ کافر ہے۔

حضرت ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں :

شَتَا عَلِمَ أَنَّ الْمُرَادَ بِأَهْلِ الْقِبْلَةِ الَّذِينَ  
اتَّفَقُوا عَلَى مَا هُوَ مِنْ ضُرُورِيَّاتِ الدِّينِ  
كَحُدُوثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْأَجْسَادِ وَعِلْمِ اللَّهِ  
بِالْكَلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ  
مِنَ السَّائِلِ الْمُهَيَّبَاتِ فَمَنْ وَاظَبَ طُولَ  
عُمُرِهِ عَلَى الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ مَعَ الْقَوْلِ  
بِقِدْمِ الْعَالِمِ أَوْ نَبِيِّ الْحَشْرِ أَوْ نَفِي عِلْمِهِ  
سُبْحَانَ بِالْجُزْئِيَّاتِ لَا يَكُونُ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ  
وَأَنَّ الْمُرَادَ بِعَدَمِ تَكْفِيرِ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ  
الْقِبْلَةِ عِنْدَ أَهْلِ الشُّنَّةِ أَنَّهُ لَا يَكْفَرُ مَا لَمْ  
يُوجَدْ شَيْءٌ مِنْ أَمَارَاتِ الْكُفْرِ وَعَلَامَاتِهِ  
وَلَمْ يَصُدُّرْ مِنْهُ شَيْءٌ مِنْ مُوجِبَاتِهِ۔

” اہلِ قبیلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین پر متفق ہوں،

مثلاً عالم کا حادثِ عدم کے بعد موجود ہونا، قیامت کے دن اجسام کا (مع ارواح) کے اٹھایا جانا، اللہ تعالیٰ کا تمام کلیات اور جزئیات کو جاننا اور اس جیسے دیگر اہم مسائل، پس جو شخص طویل عمر طاعت و عبادت پر عمل پیرا رہا اس کے ساتھ ساتھ عالم کے قدیم (بے ابتداء) ہونے یا حشر جسمانی یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات کو نہ جاننے کا قائل بن

وہ اہل قبلہ سے نہیں ہوگا، اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک کفر کی کوئی علامت نہ پائی جائے اور اس سے کفر کا کوئی سبب صادر نہ ہو،

شرح مواقف میں ہے :

وَلَا يَكْفُرُ أَهْلُ الْقِبْلَةِ إِلَّا بَسَافٍ نَفَى  
لِلدِّ نَانِعِ الْقَادِرِ الْعَلِيمِ أَوْ شُرْكِ أَوْ انْكَارِ لِلنَّبَوَاتِ  
أَوْ انْكَارِ مَا عَلِمَ بِمَجِيئِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِحُرْمَاتِ  
ضُرُوفِهَا أَوْ الْمَجْمَعِ عَلَيْهِ كَاسْتِحْلَالِ الْمُحَرَّمَاتِ  
الَّتِي أُجْمِعَ عَلَى حُرْمَتِهَا فَإِنْ كَانَتْ ذَلِكَ الْمَجْمَعُ  
عَلَيْهِ مِمَّا عَلِمَ ضُرُوفَهُ مِنْ الدِّينِ فَذَلِكَ  
ظَاهِرًا وَدَاخِلًا فِيمَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ وَالْآفَاتِ  
كَانَ إِجْمَاعًا ظَاهِرًا فَلَا كُفْرَ بِسُخَالْفَتَى وَإِنْ  
كَانَ قَطْعِيًّا فَفِيهِ خِلَافٌ اِنْتَهَى -

”اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی مگر ایسے کلام سے جس میں قدرت والے علم والے خالق کی نفی یا شرک یا نبوت سے متعلق امور کے انکار یا ایسی اشیاء کے انکار سے جن کے بارے میں بدایہ ثابت ہے کہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے ہیں یا جن پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے مثلاً ان محرمات کو حلال جاننا جن کے حرام ہونے پر اجماع ہے اگر وہ متفق علیہ ضروریات دین سے ہے تو اس کے انکار کا کفر ہونا ظاہر ہے اور وہ ماقبل میں داخل ہے ورنہ اگر اجماع قطعی ہے تو اس کا انکار کفر نہیں ہے اور اگر اجماع قطعی ہے تو اس کے

Click For More Books

انکار کے کفر ہونے میں اختلاف ہے۔

اسی طرح دوسری کتابوں میں ہے۔

جب ثابت ہو گیا کہ امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم اور دیگر

انبیاء علیہم السلام کی تخیفِ شان کفر ہے اور یقیناً یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے  
پس جو شخص اس مسئلہ میں شک کرے وہ کافر ہے، تخیفِ شان کے مرتکب کا

کیا حال ہوگا؟

اس مقام میں گفتگو ختم ہوئی۔

## خلاصہ فتوے

جب چاروں مقام مکمل ہو گئے تو اب خلاصہ فتوے اور اس کا جواب سنئے !

سائل نے تین سوال کئے تھے :

- (۱) یہ کلام حق ہے یا باطل ؟
- (۲) اس کا یہ کلام حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین صلوٰۃ بھینے والوں کی پاکیزہ ترین صلوٰۃ، سلام بھینے والوں کا بہترین فرشتوں اور مسلمانوں کا پسندیدہ ترین تحفہ ہو، کی شان عالی اور قدر جلیل تنقیص و تخفیف ہے یا نہیں ؟
- (۳) اگر یہ کلام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان کی قباحت بڑی ہے تو اس کے مرتکب کا حال اور حکم شرعی کیا ہے اور وہ دین و دنیا لحاظ سے کون ہے ؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ قائل کا کلام مذکور متراپا جھوٹا دروغ اور دھوکہ ہے کیونکہ وہ گناہگاروں کی نجات کے لئے شفاعت کے سبب کی نفی کرتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دیگر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام اور اصفیاء سے شفاء و جلاء اور شفاء محبت کی نفی کرتا ہے۔ اس کا یہ عقیدہ کتاب و حدیث سید المرسلین اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے جیسے مقام اول میں ثابت ہوا اور مقام ثانی میں اس کلام کے کچھ حصوں کا بطلان دلائل سے واضح

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا کلام بلاشبہ بارگاہِ الہی کے مقربین کے سردار، دیگر انبیاء، ملائکہ، اصفیاء، مشائخ اور اولیاء، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقیصہ شان پر مشتمل ہے اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے جیسے مقامِ ثالث میں مذکور ہوا اور اس سے پہلے دلائل سے ثابت ہوا۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس بہیودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے جو شخص اس کے کفر میں شک و تردید لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کا فرد بے دین اور نامسلمان و لعین ہے مگر کافر اور بے دینی میں اس شخص سے کم ہے جو اس گمراہانہ کلام کو قابلِ تحسین جانتا ہے اور اس کلام کے اعتقاد کو ضروریاتِ دین میں سے شمار کرتا ہے، ایسا شخص کفر میں قائل کے برابر ہے بلکہ استخفاف میں اس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس نے نبی اکرم، دیگر انبیاء، ملائکہ اور اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے استخفاف کو مستحسن جانا اور اسے ضروریاتِ دین میں سے گمان کیا، اسی طرح جو شخص ظاہراً یا باطناً ایسے مسائل میں اس قائل کی طرفداری روا رکھتا ہے وہ اہل علم میں اس کی عزت کے تحفظ کے لئے دورانِ کار تا دیلات اختیار کرتا ہے وہ بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کا مرتکب ہوا ہے کہ ایک بے دین کی طرفداری کو سیدالانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر ترجیح دی اور ملامت کے خوف بلکہ بقا ضائع بدبختی اس کلام کے ثابت کرنے کے درپے ہوا جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان پر دلالت کرتا ہے اور یہ سب کفر اور الحاد ہے اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی آلِ پاک کے طفیل اس سے محفوظ رکھے، چوتھے مقام میں ان مقاصد کے ثابت کرنے سے فراغت حاصل ہوئی، پس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی، والحمد للہ رب العالمین۔

## خاتمہ

اب کفر کی گہری ظلمت چھٹ گئی اور ایمان کا نور جگمگا اٹھا، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، ہدایت کے پیروکاروں پر سلام ہو۔ یہ تحریر ہدایت دینے والے بے نیاز رب کی طرف محتاج بندے محمد فضل حق بن محمد فضل امام فاروقی حنفی خیر آبادی کی ہے، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان دونوں پر بے پناہ رحمت و کرم فرمائے اس ذات کریم کے طفیل جو مجالس کو زینت دینے والوں میں سب سے بہتر ہیں، جن کی عنایت نے پکارنے والے کی پکار کا جواب دیا اور وسیع کرم سے دشمن کو جو دو سخا سے نوازا، شہری اور دیہاتی کو اپنی ہر وقت نوازش، نظر بر عطا اور بے انداز نعمتوں سے مالا مال کیا مقابلہ کرنے والوں کو ہلاک کیا، دشمنوں کی روحیں قبض کر لیں اور جنہیں ایک ماہ کی مسافت کے قصبوں اور دیہاتوں تک ہنیت سے مدد دی گئی، اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر رحمتیں نازل فرمائے جو بیابانوں کے ستارے اور روز قیامت کے شفیع ہیں جس دن (رحمت اللہی کے بغیر) کوئی قیدی نجات نہیں پائے گا اور راہِ راست پر چلنے والا قید نہیں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



کیا جائیگا (یہ بارانِ رحمت) اس وقت تک رہے جب تک  
مُحَدی سخانوں کا سردار اوستنیوں کو وجد میں لاتا رہے، بلند آواز اور  
خوشنوائی سے شوق والوں کو گرمانا رہے اور آفاقِ عالم میں انعامات  
اور حوادث کے بادل برستے رہیں، میں نے اس تصنیف کا نام

## تحقیق لفتویٰ فی البطلان الطغویٰ

(طغیان اور سرکشی کے رد و البطلان میں فتوے کی تحقیق) رکھا۔  
مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اسے میرے لئے ذخیرہ  
آخرت اور معاند کے لئے تنبیہ بنائے گا کیونکہ مخالف تخریب سے میرا  
ارادہ احباب میں فخر کرنے کا نہیں ہے، میں تو حسب استطاعت  
اصلاح چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہی مجھے توفیق دینے والا ہے اسی پر  
مجھے اعتماد ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں اسے ہمارے  
رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کو واضح فرما، تو ہی سب  
سے بہتر حق کو واضح فرمانے والا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد

وآلہ وصحبہ اجمعین۔

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

(۱) محمد فضل حق ۱۴۳۷ھ

(۳)

حاجی محمد قاسم

(۲)

المتوکل علی اللہ محمد شریف ۱۴۲۰ھ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

(۵) کریم اللہ

(۴) فقیر محمد حیات الاری

(۶) محمد رشید الدین

(۸) محمد رحمت

(۷) مخصوص اللہ

(۹) عبدالحق

(۱۱) محمد موسیٰ

(۱۰) محمد عبد اللہ

(۱۲) خدام محمد

(۱۳) محمد شریف

(۱۳) احمد سعید مجددی

(۱۵) محمد حیات

(۱۴) حسیم الدین

(۱۸) جب میں نے اس کتاب کے دعاوی اور ان کے

(۱۶) صدر الدین

دلائل کسی عناد اور مخالفت کے بغیر، نظر انصاف سے دیکھے، اسے ایسا حق پایا جسے باطل کسی جانب سے لاحق نہیں ہو سکتا تو میں نے اس پر ہر تصدیق مثبت کر دی۔

محبوب علی

(بجہم تعالیٰ ۸ رمضان المبارک ۱۴۱۳ اگست ۱۹۹۸ء/۱۳۹۸ء کو ترجمہ مکمل ہوا۔ محمد سعید الحکیم شرف قادری)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مسئلہ شفاعت کی معرکہ نما آرا تحقیقاً

فارسی  
تحقیق فی  
الفتویٰ

ابطال الطغویٰ

کہ  
در ۱۲ھ ۱۸ رمضان المبارک تالیف یافتہ ،

در  
دقتہ یہ الایمان کہ در ۱۲ھ ۱۵ محرم تالیف شدہ

امام حکمت و کلام علامہ محمد فضل حق خیر آبادی قدس سرہ العزیز

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

## فہرست فارسی :

- ۵۷ استغفار  
۶۱ جواب  
۶۳ مقام اول  
// اقسام شفاعت  
// شفاعت و جاہت  
۶۶ شفاعت محبت  
۶۰ شفاعت و دعا  
// مقبولیت دعا ہائے انبیاء و اولیاء  
۵ شفاعت بالاذن  
۶۶ ازالہ شبہ  
۶۸ شفاعت محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
// مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
// آیات مبارکہ  
// احادیث طیبہ  
۶۶ شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
// کلام بر عبارت تقویۃ الایمان بہ بیمارہ و جہ  
۶۱ سوال و جواب او  
// مقام ثانی (در تردید عبارتہ منقصانہ تقویۃ الایمان)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

۳۴۷	مطلب امکان نظیر
۳۴۸	تردید بوجه اول
۳۵۱	دلیل امتناع نظیر
۳۵۳	دلیل امکان کذب در دآں
۳۵۷	دلیل دوم بر امتناع نظیر
۳۵۸	شبهه بر آنکه امتناع بالذات داخل تحت قدرت نیست و جواب آن
۳۶۱	مطلب آیه کریمه ان الله على كل شئ قدير
۳۶۲	دلیل عقلی بر امکان نظیر و جواب آن
۳۶۳	جواب اعتراض
۳۶۵	دلیل نقلی بر امکان نظیر و جواب آن
۳۶۷	دیگر دلیل نقلی بر امکان نظیر در دآں
۳۶۸	ازالہ شبهه
۳۶۹	مقام ثالث (عبارت نفوۃ الایمان بر تنقیص مشتمل است)
۳۷۰	معیار دلالت کلام بر تعظیم یا توہین
۳۷۱	چهارده وجوه توہین در عبارت نفوۃ الایمان
۳۷۲	عذر گناه در دآں
۳۷۳	عذر دیگر و دفع آن
۳۷۴	عقیده اہل ایمان
۳۷۵	مقام رابع در بیان حکم ترکیب تنقیص شان
۳۷۶	ایمان بغیر محبت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منصوص نیست
۳۷۷	علامات محبت

- ۴۰۳ بے ادبی در شانِ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر است  
" مکالمہ امام مالک بابو جعفر  
" تعظیمِ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
۴۰۴ صحابہ کرام و تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
۴۰۹ تابعین و تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
۴۱۰ تعظیمِ اشیاءِ منسوبہ بہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از صحابہ کرام  
۴۱۶ سلام سنگ و شجر  
" گرسین استن خانہ در فراق  
۴۲۰ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم  
" اتباعِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقتضائے محبت است  
۴۲۲ اتباعِ بے حسبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نامعتبر است  
۴۲۳ حکمِ مرتکبِ تنقیصِ شان  
۴۲۸ حکمِ مرتکبِ تنقیصِ بلا ارادہ  
۴۳۱ مطلبِ تکفیرِ اہل قبیلہ مشرک است  
۴۳۳ خلاصہ فتویٰ  
۴۳۵ خانہ  
۴۳۶ خواتیم علمائے کرام

## قابل مطالعہ کتب

تصنیف : علامہ مشتاق احمد چشتی، الوار العلوم ملتان

حجیتِ حدیث پر جامع کتاب، قیمت ۷/۵۰

مقامِ سنت

از پروفیسر محمد مسعود احمد

عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر بدایونی

قیمت ۱/۵۰

تصنیف : علامہ مشتاق احمد نظامی

قیمت ۱۲/۰۰

عقائدِ اہل سنت

تصنیف : علامہ غلام رسول سعیدی

قیمت ۹/۰۰

ذکر بالجہر (۲ حصے)

تصنیف : علامہ ارشد القادری

قیمت ۱۲/۰۰

زکف و زنجیر

تصنیف : علامہ ارشد القادری

قیمت ۱۲/۰۰

سیرِ گلستان

امام احمد رضا بریلوی  
مولوی اشرف علی مکتبہ النوری

قیمت ۲/۲۵

دواہم فتوے

تصنیف : مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی

سورۃ کوثر کی تفسیر

قیمت ۱۶/۵۰

کوثر الخیرات

تصنیف : علامہ غلام رسول سعیدی

ائمہ محدثین اور ان کی تصانیف حدیث پر مشتمل کتاب

۱۶/۵۰

تذکرۃ المحدثین

تصنیف : مولانا عبدالجلیل پشاوروی

مذہبِ حنفی کا کتاب و سنت سے اثبات قیمت ۵۰/۰۰

سیف المقلدین

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

# استفتاء

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَامِدًا إِلَهُ وَالِإِلَى مُتَضَرِّعًا وَمُصَلِّيًا عَلَى حَبِيبِهِ وَوَلَدِهِ  
إِلَيْهِ مُسْتَشْفِعًا مُتَذَرِّعًا،

چیمیر مابند علمائے شرع متین و مفتیانِ مخلصین از اہل صدق و یقین  
در حق کسے کہ یک رسالہ بزبان ریختہ اردو در بیان بعضے مسائل اعتقاد پر اسے  
تلقین عوام سوقیہ و فارسیت ہم نداشتند، تالیف دادہ در بیان شفاعت،  
زبان خود بایں کلمات بیالاید و بایں عبارت، عقیدہ مکتونہ ضمیر خود و انماید  
” اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے اس کو کان رکھ کر سن  
لینا چاہئے۔۔۔۔۔ کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں  
سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جسے ظاہر کے بادشاہ کے ہاں کسی  
شخص کی چوری ثابت ہو جائے اور کوئی امیر و وزیر اس کو اپنی سفارش  
سے بچانے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے  
پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی  
ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لینا ہے اور اس

۱۔ حامد و الیہ ۲۔ حبیبا الوحیہ (پ) ۳۔ سوال (پ) ۴۔ دین اپ ۵۔ اردو

۶۔ بعض (پ) ۷۔ شوقیہ (پ) - ۸۔ ناید - کذا (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے، بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصے کو تمام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیتے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے، اس کو شفا بت و جاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی، اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے کچھ معنی ہی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی، اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر دے اور ایک ہی دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک الٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی ہر چیز ہو جایا کرتی ہے، کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں، وہ ہر صورت میں بڑوں کا بڑا ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ، اس کا نہ کوئی کچھ

بگاڑ سکے اور نہ کچھ سنوار سکے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ زادوں میں سے یا بیگات میں سے یا بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چور کی سزا نہ دینے دے اور بادشاہ اس کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعتِ محبت کہتے ہیں یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہوگا۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفعہ سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل، جیسا کہ اول مذکور ہو چکا، وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو عبیب کا اور کسی کو غلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ و جبر کا خطاب بخشے اور کسی کو رسول کریم اور مکین اور روح القدس اور روح الامین فرمادے مگر پھر مالک مالک ہے اور غلام غلام، کوئی بندگی کے رتبے سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا جیسا اس کی رحمت سے ہر دم خوشی سے جھکتا ہے ویسا ہی اس کی بیہیت سے رات دن زہرہ پھٹتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سر و آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر وار سمجھتا ہے اور لائق

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں  
ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتنا اور رات دن  
اس کا منہ بیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرماوے؟ اس  
کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر امین بادشاہ  
کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس  
امین کی قدر گھٹ جائے، کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وار  
کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس  
کی سفارش کا کام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کرتا ہے، اس امیر نے  
اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قراستی ہے یا آشنا یا اس  
کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو  
بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا مٹھانگی، جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش  
کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں یعنی  
یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے، اللہ کی جناب میں ایسی  
قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی ولی شفاعت کا قرآن و حدیث  
میں مذکور ہے، اس کے معنی یہی ہیں، ہر بندے کو چاہئے کہ ہر دم اللہ  
ہی کو پکارے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی کی التجا کرتا رہے اور  
اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے  
اور جاتی بھی اور جہاں تک خیال دوڑائیے اللہ کے سوائے کہیں اپنا  
بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے کیونکہ وہ خود بڑا غفور  
الرحیم ہے، سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ  
Click For More Books

### شفیع بناوے گا تھے

آیا قولِ ایں قائلِ حق است یا باطل؟ و علی التقذیرین آیا ایں کلام بر استخفاف  
 و انتعاصِ شانِ عالی مقامِ حضرت سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام دلالتِ دارد یا نہ؟  
 و بر تقدیرِ اشتغال و دلالتِ آلِ بریں جریمہ عظیمہ و جریرہ کبیرہ قائلِ از روئے دین و ملت کیست؟  
 و حال و حکمِ او شرعاً چیست؟ و چون مسکے ہذا از مسائلِ دین و متعلق بہ شانِ حضرتِ افضل  
 المسلمین، سید الاولین و الآخرین علیہ از کی صلواتِ لصلین و اسنی تسلیاتِ المسلمین است،  
 مامول از علمائے مخلصین آنست کہ در تبیینِ حقیقتِ حال و کشفِ غطار از سوال، پاس  
 کسے و رعایتِ متنفسے ملحوظ نہ دارند و لغووائے لَا تَأْخُذْهُمْ فِي الْحَقِّ لَوْمَةٌ لَّيْسَ  
 کلمہ حق بر زبان آرد و جوابِ واقعی بلا زینج و میل پر نگارند و الیشاں را ہیچ گونه تساہل  
 در رفعِ تلبیس و القباس در نگیرد تا باطل در اذہانِ مسترشدین پیرایہ حق نپذیرد۔

## الجواب

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ سَعْدًا أَنْ يَقُولُوا إِنَّا لَا كَذِبًا

ایں کلام لا طائل پر تطویل از اکاذیبِ اقاویل و اعاجیبِ باطیل بر گزارد راستی  
 مساسے و با صدق التباسے ندارد و قائلِ در بیانِ وجوہ شفاعتِ مرکبِ وجوہ شفاعت  
 شدہ اقترافِ استخفاف بہ شانِ منیفِ اثراتِ ہمہ اثرات از اسلاف و اخلاف بلا نزاع  
 فی ذالک و الاخلاف کردہ آبروئے ایمان خود در نیخته فتنہ غوایت و ضلال در ظلمتکدہ جائے

عہ اسمعیل دہلوی مولوی: تقویۃ الایمان (مطبوعہ دفتر اخبار محمدی ہاڑہ ہندو راد، دہلی) ص ۳۸، ۳۵

لہ اشتغال و دلالت (پ) لہ ایں (ذ) لہ قائلِ آل (پ) لہ او (ذ) لہ صلوة (ذ) لہ

پاس (پ) لہ باطیل است (پ) لہ و (پ) لہ قائلِ آل (پ) لہ فتنہ و غوایت (ذ)۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بواطن جناب انگینتہ است۔

تفصیلِ این مقال و تفصیلِ این اجمال در چار مقام بہ ضبط ارقام می آید۔

در بیان حقیقت شفاعت و وجوہ آن عموماً و شفاعت جناب خلائق مآب

مقام اول

سید الشافعیین یوم الحساب خصوصاً و ضمناً این مقام بہ بعض وجوہ فساد

این کلام، اشعار و اعلام خواهد رفت۔

در بیان بطلان کلمہ لاطائل کہ این قائل در شان سید الاخرین الاول

مقام ثانی

بہ زبان آورده۔

در اثبات دلالت و اشمال این مقال <sup>لہ</sup> پر ضلال و اختلال و پراستخفات

مقام ثالث

و انتقاص شان مفروض الاجلال، سرور مقربان بارگاہ ذی الجلال۔

در حکم ترکب این تبریکہ شنیعہ عند علماء الشریعہ۔

مقام رابع

لہ مقام (پ)

## المقام الاول

ہایدانت کہ شفاعت، سفارش را گویند و آن بردو گونه است،

یکے سفارش در خطبہ جرائم و عفو سیئات است،

دوئگی سفارش در رفع مناصب و اعلائے درجات،

و سفارش کسے در حق کسے برائے ہمیں مقبول و پذیرائی شود کہ شفیع را

نزد شفیع الیہ کرامتے و مکاتے و منزلتے حاصل باشد و حصول کرامت و منزلت  
یکے نزد کسے بچند وجہ متصور می شود،

یکے آنکہ شفیع الیہ آن کس را کہ شفیع فرض کرده شود بخصویر خود تقریبے

و از میان منتسبان حضرت خود کرامتے و امتیازے بخشیدہ و منزلتے و مکاتے کرامت

کرده کہ از جملہ آن کرامت و مکانت این است کہ اورا بعرض سخن در بارہ استعلائے

مناصب دیگر زیر دستان و استعفائے جرائم گناہکاران ماذون و عرض اورا

باجابت و شفاعت اورا بپذیرائی مقرون فرمودہ و اگر عرض او پذیرا نفرماید یا سفارش

اورا ندارد بیچ کونہ مضرتے یا رنجے از دل گرفتگی و کبیدگی آن ذی منزلت بحضرت او

نمی تواند رسید مگر عرض او نہ پذیرفتن و سخن اورا بار نہ دادن منافی آن تشریف و بندہ

---

۱- است (ذ) ۲- نزد کسے در حق کسے (پ) ۳- متصور (ذ) ۴- آن (ذ) ۵- بعرض سخن رفع

مناصب (ذ) ۶- فرماید (پ) ۷- ندارد (ذ) ۸- کشیدگی (پ) -

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نواز بہا است کہ حضرت او نسبت بان کس کرامت فرمودہ است۔

این شفاعت و جاہت است و درین شفاعت شرط نیست کہ مستشفع از ناخوشی و نارضا مندی شفیح اندیشہ ناک باشد و مخالفت حضرت در صورت پذیرفتن سفارش داشتہ باشد چہ معنی شفاعت سفارش است و معنی و جاہت روداری منزلت، اندیشہ و ترس مستشفع الیہ از کدام حرف تو ان فہمید و یا این ہمہ ہر عاقل و نادان می داند کہ سفارش دیگر است و حکم دیگر، در سفارش حکم نمی باشد۔

اگر کسی گفتہ کہے باندیشہ زیانے و خوف ضررے بعمل آورد نتوان گفت کہ سفارش پذیرفت چہ این سفارش پذیرفتن نیست، از دفع حضرت از خود است این اطاعت تو ان نامید کہ خوف حضرت در صورت عدم اطاعت می باشد نہ در صورت عدم قبول شفاعت، مثلاً اگر شہر یار ذمی اقتدار کسی را از اہل بار چہاں منزلت و جاہ و مکانت و جاہیکہ شفق فرمودہ کہ او را در عرض حاجت امیدواراں و استعطاف و آمرزش خواستن برائے گناہکاراں پروا نیگی و اختیار و سخن او را بجنور خود بار و اورا منجلہ بار یافتگان بساط قرب، مزید اعتبار و منزلت فحار کرامت کردہ است و ان کس بجنور بادشاہ، در بارہ عفو ان گناہ کہ آمرزش آل حضرت بادشاہ بعید و بدیع نیست، عرضداشت سفارش کند و حضرت شاہ پاس منزلت جاہ ان مقرب بارگاہ از مواخذہ آل گناہ در گذرد و ترکب ان را بیا مرزد و بقبول سفارش ان مقرب، آثار علو منزلت و سمو مکاتشس منزلت فر باید، نتوان گفت کہ بادشاہ بخوف و اندیشہ اختلال در کارخانہ جاہ سلطنت خود سفارش پذیرفت بلکہ

کہ نسبت x (پ) کہ یعنی (پ) کہ استطاعت (پ) کہ و x (ذ) کہ و ان (پ) کہ ان را (ذ)

کہ و x (ذ) -

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

راست این است که بادشاہ بیاس منزلت مقرب حضرت و خاطر داشت نزدیک ترین اہل خدمت خود، سفارش پذیرفت و قبول فرمود و از گناہ فلاں مجرم در گزشت۔  
و اگر کسی بنام بادشاہ باشد و بہرگز در رتق و فتق امور سلطنت و حل و عقد و روابط مملکت مداخلت نہ داشته و دیگر اہل برکار خانہ جات دولت، تسلط و اقتدار و در بست و کشادہ مات و نظم و نسق ممالک، استقلال و اختیار یافتہ باشند، یکے از مستبطلین مذکورین ازال بادشاہ اسمی، استغفائے جرمیہ گنہگار سے کند و آن بادشاہ اسمی بانہ لیشہ این کہ اگر حسب گفتہ ایشان عمل نہ آرد مضر تے از ایشان خواہد رسید کہ آن سلطنت صوری و مملکت ظاہری در ہم برہم خواہد شد، گفتہ ایشان عمل آورد و از جرمیہ عفو و در گزر کرد نتوان گفت کہ بادشاہ شفاعت ایشان قبول فرمود بلکہ در حقیقت آن بادشاہ نسبت بان مستبطلین محکوم و مامور و در انتقال گفتہ ایشان ناچار و مجبور است این خود فرمانبرداری و اطاعت است نہ قبول شفاعت۔

پس ظاہر شد کہ وجاہت و منزلت بے آنکہ خوف و اندیشہ بان مضمخ کردہ شود باعث قبول شفاعت اما عقلاً فلما ذکرنا و اما نقلاً فللقولہ تعالیٰ سبحنہ :

وَجِبَّتْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رَمِيں الْمُقْتَرِبِينَ

کہ او سبحنہ در شان حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام ارشاد فرمود و ایشان بوجاہت در دنیا و آخرت محدود نمودہ اند اہل تفسیر وجاہت را در آخرت بر شفاعت محمول کردہ اند  
فی تفسیر البصیراوی فی تفسیر نذرہ الآیۃ :

أَلَوْجَاهَةٌ فِي الدُّنْيَا السُّبُوءَةُ وَ فِي الْآخِرَةِ الشَّفَاعَةُ

لہ سفارش و قبول فرمودہ و از گناہ غلامان مجرم (ذ) لہ در اتق و فتق (ذ) لہ حل عقد (پ) لہ لیاقت

(ذ) لہ اشتغال (ذ) لہ جرائم (پ) لہ ایشان (ذ) لہ در ہم (پ) لہ او (ذ) لہ باد (پ)

(ذ) لہ فرمودہ و ذ لہ آن (ذ) لہ و (ذ) لہ اندیشہ (پ)



یعنی وجاہت در دنیا نبوت است و در آخرت شفاعت ۔

دویمگی آنکہ مستشفع الیہ ہاں کس کہ شفیع فرض کردہ شود و محبت داشتہ باشد، متقضائے محبت این است کہ رضا جوئی محبوب و استرصار خاطرش بہر گونہ منظور و دوائی شکست خاطرش و دل گرفتگی ہائے او از پیرامنش دور داشتہ آید چہ محباں شکست خاطر و کب سیدگی اجبار بلکہ دوستان، آزر دن دل دوستان روانمی دارند و محبت خواہاں رنجیدہن محبوباں و دل گرفتگی ہائے ایشان گوارانمی کنند و البتہ التماس ایشان می پذیرند و سفارش ایشان را بہ قبول و رضا تلقی می کنند و بیشتر در قبول شفاعت و پذیرائی سفارش ایشان <sup>بمعنی بطریق عیب</sup> ~~باعتبار عیب~~ <sup>اگر شفاعت شد</sup> ایشان نہ پذیرند ایشان بر اینها غضب آورده خواطر ایشان را تراندہ جانید و یا اینها دشمن رفتہ آزارے بہ دلہائے اینها تراندہر سانید چہ خاطر داشت دلدار می محبوب متقضائے محبت است و رضا و تسلیم لازمہ این صفت، این حال از کسے توان برسید کہ محبت داشتہ باشد این معنی از روستے عقل و نقل ثابت است اما عقلا پس مذکور شد و اما نقلاً فلقولہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم :

كُنْتُ اَشْحَثُ اَغْبَرِ ذِي طَمَرَيْنِ لَا يُؤْتِيَهُ لَهْ لَوْ اَقْسَمَ

عَلَى اللّٰهِ لَا بَرَّةَ ۛ

یعنی بساگردا لودہ سر، خاکسار، صاحب دوچار کہنہ کہ پاک و مبالات بانیشان کردہ نمی شود، بستند کہ اگر سوگند یاد کنند برخدا، خدائے تعالیٰ سوگند ایشان راست گرداند یعنی خاطر داشت ایشان کند و ہر چہ کہ ایشان سوگند برآں یاد کنند بوجد آرد و خواہش ایشان رد نہ کند۔

لہ نبوت (ا پ) لہ ہر (پ) لہ کشیدگی (پ) لہ پذیرد (ذ) لہ برآنا (پ) لہ تواند (پ)  
کہ تواند (پ) لہ بمقضائے (ذ) لہ ایسان (پ)

باید فهمید کہ این سیمہ مقتضائے محبت است والا خاکسارانِ ناچار کد ام رنج و آزار  
بحضرت پروردگار تو اندر سانسید، آہ سے شانِ محبوبانِ حضرت ایزدی آن است کہ  
در حدیث قدسی ارشاد شدہ :

فَاِذَا أَحْبَبْتَهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ  
وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا  
وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا،

و در روایتی آمدہ :

وَلِسَانَهُ الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ

یعنی ہر گاہ دوست داشتتم آل بندہ را پس باشم من گوش او آنکہ بدان می شنود و دیدہ او  
آنکہ بدان می بیند و دست او آنکہ در گیر بدان دپائے او آنکہ می رود بدان و زبان او  
آنکہ می گوید بآں

ازیں حدیث قدسی، تقرب و کرامتِ محبوبانِ الہی دریافتہ شدہ بہ آثارِ محبوبیت  
الایشان یقین باید آورد و برائے قبولِ شفاعت، وجوہ دیگر اند کہ مال ہمہ مہین است کہ  
نزد مستشفع الیہ شفیع را منزلت و مکانتی حاصل باشد، ذکر آں وجود کہ متعلق مقام نسبت  
زاید می نماید۔

بعد سماعتِ این تمہید باید شنید کہ در بار گاہ عز و جلالِ ایزد متعال تعالمت  
کبریاۃ و جلالتِ اسماؤہ ہر مخلوق را نسبتِ بندگی و عبودیت حاصل است و ہر مخلوقات  
کبیر یا صغیر یا نقیر یا و قطیر یا از بشر و ملائکہ وغیرہا از انبیاء تا اہم و از ملوک تا خدام در بار

کہ کنت اذ (ذ) کہ الذی (ذ) کہ آن (پ) کہ من (پ) کہ اذ (پ)  
کہ بلان (پ) کہ دریافتہ (ذ) کہ تعالمت (تا) کبیرا (ذ) -

عبودیت بآں حضرت متقدسہ متعالیہ نسبت واحدہ دارند و کسے را با و در ملک و اقتدار  
او مسابقت یا در مشیت و اختیار او مزاحمت یا در حکم و کردار او مقاومت بوجہ من  
الوجہ نیست او ہر چہ می خواہد می کند و ہر چہ می خواہد قضا می فرماید و بہرگز نہ کہ مشیت  
او می آید در ملک و ملکوت نصرت می نماید، اورا نہ تشریحے بہت و نہ انبازے و نہ  
مدکارے و نہ کار سازے و نہ اورا بتذیر کلام و زیر و معاونت کلام حمد و ظہیر  
نیازے از رضا و خوشنودی کسے رونق مملکتش نمی افزاید و از نارضا مندی و  
رنجش متنفسے اختلال در کار خجابت حکمتش پدید نمی آید۔

إلا و سبحانہ آفریدگان خود را بمراتب متفاوتہ و مدارج عبادتہ آفریدہ و قرار  
دادہ است و بون بعید در رتب و درجات ایشان در میان نہادہ بعض را برگزیدہ  
و از مقربان بارگاہ عز و جلال و بعضے را راندہ از دور افتادگان ذل و ضلال گردانیدہ  
و در ہر دو قسم مراتب متفاوتہ و درجات متباہنہ مرتب فرمودہ و ہر یکے را از مقربان  
بارگاہ خود علی قدر تفاوت درجات و علی حسب مراتب منزلتے و مکانتے بخشیدہ آنچه  
از تشریف و اکرام مناسب ہر یک منزلت و مکانت است باصحاب آل ازانی  
داشتہ و شفاعت ہر یک از مقربان حضرت کبریائے خود، نسبت بجادات و بستگان  
متوسلان او در دین و دنیا بسبب وجابت آل مقرب و محبت حضرت خود با و مقبول  
پذیرامی فرماید و مقربان آل بارگاہ را علی اقدار منازلہم و مراتبہم از حضرت او سبحانہ  
در شفاعت و بستگان و متوسلان خود ہا در دارین در بارہ دفع مضرت و نکال و  
جلب منافع در حال و مال ما ذون و مجاز و بدین تشریف از سائر خلق بکرامت ممتاز

لہ ہر (پ) لہ اختلاے (پ) لہ و (ذ) لہ ایشان x (ذ) لہ مناصب (ذ) لہ کرامت (پ)

لہ خود و (ذ) لہ با و (پ)۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

می گرداند۔

ازیں جاست کہ اکثر خلق در مہمات و حاجات خود ہا در دارین از حضرت مقررین استشفاع کرده و سفارش خواستہ بفیض شفاعت مقررین کہ در حضرت بارہی جل شانہ اکثر مقبول و پذیرامی شود بمقاصد خود ہا رسیدہ اندومی رسند و خواہند رسید و اکثر کسان کہ مصدر ایندائے ایشان و اسارت ادب بحضرت ایشان قولاً و فعلاً شدند در غضب الہی ماخوذ شدہ دنیا و دین خود بر باد دادہ اندومی دہند و خواہند داد۔  
و بہ ہمیں بہت کہ منزلت و وجاہت مقررین در حضرت کبریا سبب استجابت سوال و پذیرائی شفاعت ایشان می شود ادعیہ صالحین نسبت بادعیہ دیگران زیادہ تر مستجاب در حضرت او سجانہ می شوند و اگر کہے این سخن را عناداً نہ پذیرد یا اورا بمقتضائے سورا اعتقاد شکے در گیرد در سیر حضرت سیدالمقررین صلوات اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین کہ در کتب صحاح احادیث مذکور است بنکر دتا در یاد کہ کسانیکہ انزال حضرت دعا خواستہ و استشفاع کردہ بودند در دارین فائز بہ خیرات و برکات شدند و کسانیکہ مصدر اسارت ادب شدند گرفتار مہالک و داخل اسفل الدرجات گردیدند۔

و چوں شفاعت عبارت از سفارش است و قول بسفارش و قبول آن در حضرت او سبحانہ چنانکہ بیان کردہ شد مستلزم قول بہ تسلط کہے بر کار خانات تقدیر آں یگانہ قدیر و احتمال اختلال در سلطان آل ذوالجلال یا اندیشہ لمخوق مضال یا خوات منافع یا امکان راہ یافتن رنج و ملال در ساحت قدس آن حضرت بے مثال سبب خاطر شکستگی و دل گرفتگی شافع نیست بلکہ قول بقبول شفاعت قول است

بمزلتِ اہلِ محبت و طاعت کہ آن حضرت تعالیٰ شانہ ایشانرا بمزید انعام و اکرام نواختہ و درجات ایشان بردیگر خلایق افراختہ ایشان را از مقربان بارگاہ خود ساختہ است۔  
الحال دلیل ثبوت شفاعت و قبول آن در حضرت اولیٰ شائے باشد شنید  
کہ شفاعت کسے در حق کسے و دعا کردن کسے برائے کسے فی المعنی یک است و این ہر دو  
لفظ را یک معنی واحد مشترک، پس از دو حال خالی نیست یا کفۃً شود کہ دعا لغوی بے <sup>صل</sup> حال  
و فعل لا طائل است، بیچک اثر در کار نجات قضاء و قدر از بیچک بشر و بیچک خیر و  
شر از جلب نفع و دفع ضرر ندارد و دعا کردن یا دعائے کردن یکسان و برابر و وجود و عدم  
آن تساوی است ما

یا کفۃً شود کہ دعا از اسباب حصول مدعا از جلب منافع و دفع مصیبت و بلا  
از پیش گاہ حضرت این دو عمل و علا تو اندیشد، اول باطل و ناصواب و مخالفِ نصوص  
سنت و کتاب است،

قال سبانه :

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلَوَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ  
”یعنی دعا کن برائے ایشان کہ بدستی دعا بر طمانینت و سکن است بر ایشان  
وقال سبانه :

وَاسْتَخْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ  
”آمزش بخواہ برائے گناہ خود (یعنی امرے کہ شایانِ شان تو نبود) و برائے  
مؤمنین و مؤمنات،“

الی غیر ذلک من الآیات التي لا یجادان تخصی،

لہ آں عزت (ذ) لہ می تواند (پ) لہ طمانیت (پ) لہ لاکاد باید (پ) ان (پ) .

قال الرسول ﷺ  
 لَا يَزِيدُ الْقَضَاءُ إِلَّا السُّعَاءَ  
 ”برہمی گرداند قضا را اگر دعا“

و دیگر آثار بسیار درین باب وارد اند و حسن و غیره کتب علمائے دین برائے جمع و ضبط آن معقود، بکثرت در ہر جا در ایمنی طلب موجود اند، انکار فضل دعا و بودن آن عبادت الہی و استجابت آن در حضرت ایزدی کفر صریح و مستلزم انکار نصوص قرآنی و احادیث صحیح است۔

پس ثابت شد کہ دعا را از اسباب حصول مامل و بحضرت اوسمانہ مستجاب مقبول می باشد درین صورت یا دعوات انبیار و اولیاء نسبت بدعوات عامہ و اشقیاء و دعوات ابرار یا دعوات اشرار یکساں و برابر باشد و مقربان محمودین بارانندگان مطرودین و مومنان صالحین با کفار طالحین در باب استجابت و عدم استجابت دعوات با کثرت و قلت آن نسبت تساوی و برابری و ہم رنگی و ہم سری داشته باشد۔۔۔۔۔ یا گفته شود کہ دعوات انبیار و اولیاء و ابرار و مومنین و صالحین نسبت بدعوات عامہ و اشقیاء و اشرار و کافرن و طالحین زیادہ تر مستجاب و از اسباب اکثریہ لفتح ابواب می شود،

شقی اول باطل است،

اولاً عقلاً چه اجابت دعا از رحمت الہی است و رحمت اوسمانہ قریب از محسنین نیکوکار و دور از مفسدین نامہنجار است انبیار و اولیاء و صالحین و ابرار را با عامہ

لہ الرسول (پ) لہ فضل و دعا بودن (ذ) لہ در عبادت (ذ) لہ ملزم (ذ) لہ و (ذ) لہ دعوت

(پ) لہ و (ذ) لہ ظالمین (پ) لہ عدم (ذ) لہ و (ذ) لہ و (ذ) لہ و (پ) لہ اکثر (ذ)

لہ از (ذ)

و اشقیاء و مفسدین و اکثر از در قرب و بعد رحمت الہی برابر دانستن زندقہ و کفر است ،  
ثانیاً سمعاً کہ آثار بسیار وارد و شاہد اند برین کہ دعوات انبیاء و صالحین نسبت  
بدعوات عامہ و طالحین زیادہ تر مستجاب و مقبول و از اسباب اکثریت حصول مسؤل  
است ، انکار این معنی ہم بکفر و زندقہ می کشد و فی المعنی بانکار نبوت و ولایت می رسد۔  
پس متعین شدن ثانی و بوضوح و تحقیق پیوست کہ استجاب و انجام دعا و  
الملاح از امارات و آثار تقرب و صلح است۔

و چون دعا بمنجملہ عبادات و وسیلہ نیل سعادات است ہر کس بدعا و حاجت  
خواستن از در گاہ خدا جل و علا برائے ذات خود یا برائے کد ام بیگانہ یا آشنا ماذون  
است مگر بدین شرط کہ نہی از دعا خواستن از و سبحانہ برائے آل کس وارد نشدہ باشد  
چنانکہ او سبحانہ آل حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مومنین را از آمرزش خواستن برائے  
مشکرین نہی فرمودہ و ارشاد کردہ :

مَا كَانَ لِلشَّيْءِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَخْفِرُوا  
لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْكُمْ  
لَهُمْ أَنْتَهُمْ مِنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ

یعنی نیست مر پیغامبر خدا را و نہ مسلمانان را کہ آمرزش خواہند برائے مشرکان اگرچہ  
باشند اقربا رہے پس ازاں کہ آشکار شد برائے ایشان کہ بدرستی آنها اصحاب دوزخ اند  
ولہذا حضرت خلیل اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ نبینا و علیہ پیش از نہی استغفار برائے  
مشرکین و برائے آمرزشش می خواست باین کہ خدائے تعالیٰ اورا با بیان موفق گرداند۔

لہ ردے (ذ) لہ اکثر (پ) اکثر یہ باید لہ دعا (ذ) لہ خواستن (ذ) لہ کلام (ذ) لہ علیہ و  
آر (پ) لہ ایشان (ذ) لہ آمد (ذ) لہ ابراہیم (پ) لہ علیہ نبینا (پ) لہ نبی (پ) لہ و (پ) لہ موشن (پ)۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَكَ آيَاتُ عَدُوِّكَ لِلَّهِ تَبَدَّلَ آمِنًا

إِبْرَاهِيمَ لَا قَوْلَ الْكَافِرِينَ

”پس ہرگاہ کہ ظاہر شد برائے ابراہیم کہ بد رستی او دشمن خدا است

بیزاری کرد از او بد رستی ابراہیم مترجم صاحب علم است“

و نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام بسبب رقت قلب و فرط ترحم نمی خواست کہ قوم<sup>ہ</sup> حضرت لوط علیہ السلام بہ ہلاکت در آیند،

قال سبحانه :

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَهُ

الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ إِنَّا إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ

أَوَّاهٌ مُنِيبٌ

”یعنی پس ہرگاہ کہ رفت از ابراہیم علی نبیا و علیہ السلام خوف و ترس

و آمد اورا بشارت مجادلہ میکرد ما را در قوم لوط کہ بد رستی ابراہیم حلیم است

و مترحم و راجع الی اللہ است“

و اور سبحانہ این مجادلہ را از حضرت ابراہیم نامستحسن ندانستہ، چہ بآن

حضرت تا آن وقت ازالہ نمی نہ فرمودہ بود بلکہ آنحضرت را بحکم و رقت قلب کہ اورا

باعث بر مجادلہ شدہ بود نعت و مدح فرمودہ بعد ازاں ارشاد کردہ :

يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّكَ قَدْ جَاءَ أَمْرٌ بِكَ

لہ ابراہیم (تا) و نیز x (ذ) لہ ابراہیم صاحب (ذ) لہ سبب (پ) لہ مرقوم (ذ) لہ

پس x (ذ) لہ با (پ) کہ در (ذ) لہ ندانست (ذ) لہ حضرت ابراہیم (ذ) لہ تا

آن وقت (تا) آنحضرت را x (ذ) لہ ارشاد (ذ) لہ نعت (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



وَأَنَّهُمْ رَاتِبِهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ -

”اے ابراہیم! کنارہ کن اذیٰں کہ بد رستی شان این است کہ بہ تحقیق آمد حکم پروردگار تو بد رستی کہ آئندہ است مراں قوم را عذاب لے کہ برگشتنی نیست نہ بجا و نہ بد دعا“

اذیٰں بہ این ظاہر گشت کہ شرط قبول شفاعت دو چیز است :  
یکے اینکہ مستشفع کہے کہ برائے او شفاعت کردہ شود انچنان باشد  
از خواستن خیر و کردن دعا برائے او از حضرت او سبحانہ نہی وارد نشدہ باشد  
دوم اینکہ شافع را نزد مستشفع الیہ منزلت و تقرب باشد پس کہے کہ  
بارگاہ الہی است اگر شفاعت کند برائے کہے کہ شفاعت او اذن الہی است  
یعنی از شفاعت برائے او نہی وارد نشدہ، شفاعت او نافع و مقبول است کہ  
قَالَ سُبْحٰنَہٗ :

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ  
الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَكَ قَوْلًا  
” یعنی نہی کند شفاعت نزد او سجدہ مگر برائے کہے کہ اذن دادہ است  
او سجدہ برائے شفاعت او“

وقال سبحانہ :

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ  
وَرَضِيَ لَكَ قَوْلًا

لے کہ (پ) لے و (ذ) لے مرقوم عذاب لے (ذ) لے (پ) لے کردہ (ذ) لے شافع

اب لے لے (ذ) لے (پ) لے یعنی تا، و رضی لے قول لے (ذ) لے -

Click For More Books

” یعنی روز قیامت سود نخواهد کرد شفاعت مگر شفاعت کسی کہ اذن فرمودہ برائے اور جن سجانہ و پسندیدہ قول اور  
یعنی کسی کہ صاحب منزلت و پسندیدہ گفتار باشد نزد اسجنت، کما قال  
سُبْحٰنَہُ ۔

لَا يَتَكَلَّمُونَ اِلَّا مَنْ اٰذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا  
و در حدیث صحیح آمدہ است کہ کسی سوائے رسل در آن روز ماذون الکلام نخواہد  
بود و کسی کہ پیچ گوڑہ منزلت نزد او ندارد و پسندیدہ گفتار نزد او سجنت نیست، منصب  
حرف زدن و نہ برائے لب بشفاعت جنبا نیدن در بارگاہ او ندارد و یا معنی کہ مہ این  
است کہ روز قیامت نفع نخواہد کرد شفاعت مگر کسی را کہ اذن دادہ است برائے  
شفاعت اور جن جنیل شانہ و پسندیدہ است برائے او گفتارے یعنی گناہگار راں را کہ  
او سجنت بہت استغفار برائے ایشان اذن دادہ است و قول اشہد و اقرار بکلیتہ  
الشہادۃ از ایشان پسندیدہ ۔

امام رازی در تفسیر آورده کہ این آیت از اقوی دلائل است بر نیکی شفاعت  
برائے فساق نافع است این چنین باید فهمید معنی شفاعت بالاذن، مثلاً اگر در بارگاہ  
بادشاہ مجرمے را گرفتار آرند کہ بادشاہ اکثر جرائم را کہ بجرمہ آں مجرم ماند آمرزیدہ است  
و بعض نزدیکان بساط سلطنت را کہ بار سخن بجنور بادشاہ دارند و از حضور او بمرید  
توقیر و جاہ در امثال و اشباہ ممتاز اند، شفاعت آں مجرم منظور افتد، می توانست کہ

لہ سفارش مگر سفارش (ذ) لہ بر قول (پ) لہ و (پ) لہ بکلام (پ) لہ و (پ) لہ یا ر  
(پ) لہ شانہ (ذ) لہ کہ (ذ) لہ تشہید (پ) لہ بکلیتہ (پ) لہ پسندیدہ ایم (ذ) لہ باید (ذ)  
لہ او (ذ) لہ اشتباہ (پ) لہ می تواند (ذ) ۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بخصوریا و لب بہ شفاعت کشائید، چہ ایشاں از حضورِ او بعرض و التماس در بارہ استغاثہ  
بچو جرم ما ذون اند و جرمیہ آنچنان نیست کہ بادشاہ عہد کردہ باشد کہ ہر آئینہ تبرکب  
آں عقوبتے باید رسانید و تواند شد کہ بادشاہ نظر بر منزلت و جاہ ایشاں کرامت فرمودہ  
اوست سفارش نپذیرد و آں مجرم را بعقوبت درنگیرد۔

آرے ہر کس و ناکس کہ در بارگاہ بادشاہ سخن کردن بلکہ دم زدن  
نمی تواند این چنین پایہ ندارد کہ سوئے آں مجرم بنگرد کہ بیچارہ خوشستن گم است، سخن  
اورا چہ باز و اورا چہ اعتبار تا بشفاعت چہ رسد، یا اگر جرم آں چنان باشد کہ عادت  
بادشاہ قطعاً بر مکافات آں بعقاب جاری است، کسے نمی تواند کہ بخصوریا بادشاہ  
استغاثہ آں کند و آمرزش آں خواهد، چہ ہر کس می داند کہ بادشاہ خود عہد کردہ  
است کہ البتہ بیاداشش این جرمیہ عقاب باید کرد، پس توان کہ نیست کہ عادت  
مستمرہ بادشاہ بگرداند و آں مجرم را از مواخذہ وارہ باند۔

دریں صورت نتوال فہمید کہ بادشاہ از خود بر مجرم ترحم آوردہ می خواست  
کہ گناہ او بخشد، سفارش مقربان لغو و بے سود است زیرا کہ بادشاہ از خود ترحم  
آوردہ بلکہ التماس و سفارش شفیع سبب او شدہ، پس اگر مجرم این چنین گوید کہ بادشاہ  
خود ترحم فرمودہ گناہ مرا آمرزید، شفاعت شفیع را ہیچ گونہ نسبت نیست کافر نعمت  
شفاعت باشد۔

دریں جاہلجانے در خواطر فاجزہ می گزرد کہ اگر در حضرت بارہ شفاعت  
مقبول باشد از دو حال خالی نیست کہ آیا در سابق قضاء نوشتہ تقدیر، آمرزش

لہ نپذیرد (پ) لہ در بارہ (پ) لہ کم (پ) لہ قدر (ذ) لہ با خود (پ) لہ مرہمت بادشاہ (ذ) لہ

Click For More Books

گناہ مجرم مثبت بود یا نہ؟ اگر مثبت بود، شفاعت چه کرد، ہرچہ در قضا و تقدیر بودہ است  
ناچار شدنی است کہ سفارش کند یا نہ کند، اگر در سابق قضا مثبت نہ بود، شفاعت  
قضا را تغیر نمی تواند داد و از کار بستہ قضا، شفاعت چه خواهد کشاد۔  
و این خلیجان از ویسے ہمیش نیست، چہ اگر این شبہ راست باشد، تکلیف  
اعمال شرعیہ بلکہ تمام مساعی دینی و دنیوی باطل است و تکلیف لا طائل، زیرا کہ چنین  
ہر دو شق در ہمہ جاری است۔

و حل شبہ این است کہ شق اول اختیار کردہ شود و گفتہ آید کہ امر زنی  
مجرم در جریدہ تقدیر بدیں شرط مثبت است کہ اگر فلاں استغفائے جریمہ خواهد کردہ امر زنی  
امر زکار، اجابت خواهد فرمود چنانکہ در فلاں و خسران در جریدہ تقدیر مثبت است کہ  
اگر فلاں کس ایمان خواهد آورد و کف عمل نیک خواهد کرد و بفلاح خواهد رسید و اگر کافر خواهد  
بود و عمل بد خواهد نمود اکثر کار بخسران گرفتار خواهد گردید۔

و قیقہ امر و مغز سخن این است کہ ہر چیز سے کہ او سبحانہ آن را با سبب  
پیدا کردہ است، وجود آن وابستہ بہاں اسباب فرمودہ، اگر چہ او سبحانہ  
توانا است برینکہ اگر می خواست آن چیز را بے اسباب پیدا می کرد، مثلاً اگر کسی  
کسی را کشت پس او نعلانی موت مقتول بسبب فعل قائل پیدا کرد و موت کشته را  
وابستہ بسبب قتل گردانیدہ با وجود اینکہ او سبحانہ توانا است براین کہ اگر می خواست  
موت او بسبب قتل قائل نمی شد۔

لہ داد و اند × (ذ) لہ قضا × (ذ) لہ دنیوی نفس (پ) لہ می شود (ذ)  
لہ فلاں (پ) لہ در × (ذ) لہ و × (ذ) لہ کافر خواهد بود × (ذ) لہ  
فقہ امر (پ) لہ پیدا × (ذ) لہ را × (پ) لہ کشته بسبب قتل (ذ)۔

Click For More Books

پس اگر کسی کو یہ کہ موت مقتول، مثبت جریدہ تقدیر ہو وہ است و قاتل را هیچ گویند  
 در داخل نبوده است، از قاتل چرا قصاص باید خواست، گفته او در خود سماعت نیست۔  
 ہچاں اگر کسی کو یہ کہ آمرزش گناہ فلاں مثبت جریدہ تقدیر ہو، شافع را درال دخلے  
 نیست، سخن اور تہ پر برائی ندارد۔

این است کلام در بیان حقیقت شفاعت عموماً، اما ذکر شفاعت جناب  
 خلائق مآب، سید الشافعیں یوم الحساب علیہ از کی الصلوٰت و استی التسلیمات  
 پس بگوش دل باید شنید کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید الاولین و الآخرین  
 و افضل الانبیاء والمرسلین و اکرم الخلق جمعین علی رب العالمین و محبوب ترین برایا  
 سوی حضرت او جل شانہ ہستند و آنجناب را در حضرت رب العزت منزلتے  
 و مکانتے و وجاہتے و کرامتے است کہ هیچ کس را از خلق درال شکر و مساوات  
 با آنحضرت نیست و آیات قرآنی و احادیث نبوی و آثار صحابہ و تابعین و اقوال ائمہ  
 مجتہدین و جمیع علماء دین بدان ناطق و بر صدق این زعوی حجت قاطع و دلیل ساطع  
 و برہان یقینی صادق است کہ دعوائے اسلام می کند نمی تواند کہ در خلاف دریں  
 باب دم زند،

اما الایات القرآنیۃ فہما قولہ عَزَّ مِنْ قائلٍ  
 وَمَا آتَا سَلْتُكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ  
 " یعنی نفرستادیم ما ترا اسے مگر از رحمت رحمت بر تمام جانیان "

لہ کہ x (ذ) کہ را x (ذ) کہ چرا x (پ) کہ فلا نے (پ) کہ عموماً شفاعت (پ)  
 لہ لکن (ذ) کہ الصلوٰة (ذ) کہ او x (ذ) کہ ہچیک (پ) کہ اصحاب (ذ)  
 لہ اقوال (پ) لہ ائمہ و (پ) لہ کند (ذ)۔

دریں عموم کافہ خلق از اولین و آخرین من الملائکہ والناس وما سواہما اجمعین داخل اند۔  
حکایت کردہ شدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب ریل  
علیہ السلام پر رسید کہ فرما چیزے ازیں رحمت رسید؟ گفت آریے بودم کہ می نرسیدم  
از آخر کار پس ایمن شدم از جهت ثنا گفتن خدا سے تعالیٰ عزوجل بگفتار خوشی:

ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَلِّعٍ نَّجْمًا مِّنْ مَّيْمِنٍ

پس وجود آنحضرت برائے تمام جہانیاں رحمت بود و وفات آنحضرت نیز  
رحمت بود چنانچہ ارشاد فرمودہ اند کہ:

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكَ وَوَمَاتِي خَيْرٌ لَّكَ

”یعنی زندگانی تو من بہتر است مرثا را و وفات من بہتر است مرثا را“

کما قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

اِذَا ارَادَ اللهُ رَحْمَةً بِأُمَّتٍ قَبَضَ بِنَبِيِّهَا قَبْلَهَا

فَجَعَلَ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا۔

”یعنی چوں خواہد خدا سے تعالیٰ رحمت بامت قبض کند پیغمبر آنرا

پیش آں امت پس بگرداند اور آں امت را سازندہ کار و پیشرو الشیال

سوئے دارالقرار“

فرط کے را گویند کہ پیش از قافلہ در منزل رود و کار سازد ایثال شود و طعام

و آب و علف و دواب ہیا سازد، چوں قافلہ بیاید ہمہ پیش اندازد۔ ابن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہما فرمود کہ اوصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت است برائے مومنان و کافران،

لہ کافہ x (ذ) لہ کہ بہت (پ) لہ کہ x (پ) لہ و x (پ) لہ و فی الاصل رحمتہ بامتہ

لہ آں x (پ) لہ ایثال در منزل (پ) لہ و آب و طعام (پ) لہ فرمودہ (پ) لہ کافران (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ذیرا کہ عاقبت وادہ شد نماز چیزیکہ رسید غیر ایساں را از امتہائے گزشتہ کما قال  
سبحانہ :

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ  
” یعنی نیست شان خدا کہ عذاب کنی ایشان را و حال آنکہ تو در میان  
ایشانی “

و منها قولہ سبحانہ :

وَسَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

” اے پروردگرم ما برائے تو ذکر ترا “

چوں ذکر کردہ شوم، ذکر کردہ شوی بامن، چنانچہ در کلمہ واذان است، قنادر  
گفتہ پروردگراے تعالیٰ ذکر آنحضرت در دنیا و آخرت زیرا کہ نیست هیچ خطبہ  
و نہ هیچ تشہد خوانند و نہ هیچ نماز گزارے مگر آنکہ این کلمہ بر زبان آورد :

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

رَسُولُ اللَّهِ-

و حضرت ابوسعید خدری روایت کردہ کہ بدرستی پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فرمودہ آمد بر من جبرئیل پس گفت مرا بدرستی پروردگار تو می فرماید ترا کہ آیا  
می دانی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ چگونه بدو شتم ذکر ترا در جہاں، گفتم خدا  
دانای تراست، جبرئیل گفت فرمود خداے تعالیٰ کہ پس سخن کہ چوں ذکر کردہ شوم ذکر کردہ  
شوی بامن و این عطا کرد گفت می فرماید خداے تعالیٰ کہ تمامی ایمان بندگرم من با ذکر تو ساختم

۱۰۰ (ذ) ۱۰۰ ذکر کردہ شوم (ذ) ۱۰۰ چنانکہ (ذ) ۱۰۰ خطیبے (پ) ۱۰۰ کہ آیا (پ) ۱۰۰ گفت

(ذ) ۱۰۰ گفت کہ (ذ) ۱۰۰ خداے تعالیٰ کہ ہر گاہ کہ ذکر کردہ شوم (ذ) ۱۰۰ کہ (پ) ۱۰۰ ایمان را (پ)۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وگفت کہ می فرماید خدائے تعالیٰ کے گزرا نیدہ ام ترا سے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
ذکر سے از ذکر خویش، زیرا کہ ہر کہ ذکر کند ترا ذکر کند مرا پیش یا ہر کہ ذکر تو کرد ذکر من آورد  
اوسجانہ فرمود،

قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا تَرَسُؤْلًا

”یعنی بدرستی فرستاد خدائے تعالیٰ اسوئے شما ذکرے اکہ رسول است“

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ، می فرماید خدائے تعالیٰ پہنچ  
کس ترا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برسالت ذکر نکند مگر آنکہ ہر بوبیت ذکر کند مرا و منجملہ  
ذکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با ذکر خدائے تعالیٰ این است کہ خدائے تعالیٰ  
اطاعت خود با طاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چسپانید و نام خود با نام آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرین گردانید، زیرا کہ فرمود:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَ الرَّسُولَ

وَ آمِنُوا بِاللَّهِ وَ رَسُؤْلِهِ

پس یکجا کرد میان نام خود و نام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بواو عطف کہ  
برائے جمع است و این چنین در حق غیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درست نیست۔  
و در شرح شفاء آورده:

رُبَمَا يُقَالُ إِنَّ اسْمَهُ سُبْحَنَهُ مَعَ اسْمِ رَسُؤْلِهِ

مَسْؤُومٌ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مِّنَ الْأَشْيَاءِ بِحُكْمِ قَوْلِهِ وَرَفَعْنَا

لہ گردانیدم (پ) لہ پیش (ذ) لہ صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ذ) لہ فرمود کہ خدائے

تعالیٰ می فرماید کہ (ذ) لہ چہیکہ برسالت ذکر نہ کند ترا (پ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ

مزمین (پ) لہ (ذ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



لَكَ ذِكْرَكَ أَمْ جَعَلْنَا ذِكْرَنَا مَعَكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ مَّلَكٍ  
 بِفَلَكَ وَبِنَاءٍ وَسَمَاءٍ وَفَرَشٍ وَعَدَشٍ وَحَجَرٍ وَ  
 مَدْرٍ وَشَجَرٍ وَشَمْرٍ وَنَحْوِ ذَلِكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ الْخَلْقِ  
 لَا يَبْصُرُونَ تَصْوِيرَهُمْ وَنَظِيرَهُ قَوْلُهُ سُبْحَانَ  
 إِنَّ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ  
 تَسْبِيحَهُمْ -

” یعنی بسا گفتم میشود که بدرستی نام او سبحانه با نام پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم منقوش است بر هر چیز از چیزها بجز نام او سبحانه تعالیٰ و رفعتنا  
 لَكَ ذِكْرَكَ اے گردانیده ام ذکر خود را با ذکر تو در هر چیز از فرشته و  
 آسمان و بنار و سما و فرش و عرش و سنگ و خشت و درخت و بار و مانند  
 آن لیکن اکثر خلق نمی بیند تصویر ایشان و نظیر آن قول او سبحانه است که  
 نیست چیزی که تسبیح می کند بجز او سبحانه لیکن نمی دانید شما تسبیح ایشان“  
 وَمِنْهَا قَوْلُهُ تَعَالَى :

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِي إِسْرَائِيلَ  
 كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا  
 مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَبُ  
 وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَبُ نَا قَال  
 فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ

له لا x (پ) له دسار x (ذ) له صین (ذ) له نمی بیسند (ذ) له که x (پ)  
 له آقره تم علی ذلک (ذ) -

یعنی یاد کن اسے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقتے را کہ گرفت خدائے تعالیٰ  
پیمان از پیغامبر ال ہر آئینہ چیزے کہ وادم شمارا از کتاب و حکمت پس  
بیاید بر شما پیغامبرے معظم و بزرگ کہ تصدیق کنندہ است مر کتابے  
را کہ ہاشما است، ہر آئینہ ایمان بیاید بدراں رسول و ہر آئینہ یاری بدبید  
اورا بر کافراں، گفت خدائے تعالیٰ آیا پذیرفتید شما و گرفتید براں  
عہد مرا؟ گفتند پذیرفتیم ما، گفت خدائے تعالیٰ پس گواہ باشید و من ہاشما  
از گواہانم براں اقرار ہے

پس ظاہر شد کہ او سبحنہ آں جناب را بہ فضل و کرامت اختصاص بخشید کے دیگر  
را از خلق، او سبحنہ با آنحضرت در اں فضل شکر ت ندادہ و آنحضرت را از سائر انبیاء و  
مرسلین بدیں تشریف ممتاز و افضل گردانید۔

مفسر اں گفتہ اند کہ نہ فرستاد خدائے تعالیٰ پیغامبرے را از پیغامبر ال مگر اں کہ  
ذکر کردہ مراد را نام آنحضرت و وصف آنحضرت و گرفت براں پیمان خود کہ اگر در یاد آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را ایمان آرد بدو، و جناب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ می فرماید  
کہ نہ فرستاد خدائے تعالیٰ پیغامبرے از آدم پس کہ بعد و بوجہ مگر آنکہ گرفت خدائے تعالیٰ برا و عہد  
را در اں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آئینہ اگر آنحضرت مبعوث شود و اں پیغامبر  
زندہ بود، ہر آئینہ ایمان بدو آرد و نصرت اولادہم پندارد و عہد باں بر قوم خود گیرد۔  
ومنها قولہ تعالیٰ عز مجدہ :

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ لَعْنًا

لَعْنًا (پ) لَعْنًا تَفْضِيلًا وَكَرَامَةً (ذ) بَفَضْلِهِ وَكَرَامَتِهِ (پ) لَعْنًا مَقْرَأًا (پ) لَعْنًا مَرَّةً (پ)

لَعْنًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (پ) لَعْنًا عَلَى مَرْتَفَعَةٍ (پ) لَعْنًا كَمَا (پ) لَعْنًا هَرَّآئِينَ (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔  
” یعنی یاد کن اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوں گرفتیم ما از پیغمبران عہد  
ایشان را و از تو و از نوح و ابراهیم و موسیٰ و عیسیٰ بن مریم، کہ ہمہ رسول  
اولوالعزم اند “

روایت کردہ اند از حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ بدرستی او  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت در سخن کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بدین سخن  
گفت، پس گفت پدر و مادر من فدائے تو باد اے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم ہر آئینہ بدرستی رسید فضیلت تو نزد اللہ تعالیٰ بہر تہ کہ فرستاد ترا آخر ہمہ  
انبیاء علیہم السلام و یاد کرد ترا اول ایشاں پس فرمود :

وَإِذَا خَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَوَعَدْنَاكَ وَمِنْ  
نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔

پدر و مادر من فدائے تو باد اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
ہر آئینہ بدرستی رسید فضیلت تو نزد او سبحانہ بہر تہ کہ بدرستی اہل دوزخ آرزو کنند کہ  
اطاعت می کردند سے ترا و حال این است کہ ایشاں معذب می شوند و می گویند  
اے کاشکے ما اطاعت می کردیم خدا را و فرمان می بردیم رسول را۔

قتادہ گفت کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ بودہ ام من اول پیغمبران  
در خلقت و آخرین ایشاںم در بعثت :

۱۔ بکن (پ) ۲۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (پ) ۳۔ کہ ہمہ رسول اولوالعزم اند (ذ) ۴۔ کہ کردہ شد (ذ)  
۵۔ فاروق (ذ) ۶۔ کہ (پ) ۷۔ کہ را (پ) ۸۔ گفت عمر (پ) ۹۔ رسول اللہ (ذ) ۱۰۔ علیہم  
السلام (پ) ۱۱۔ و (ذ) ۱۲۔ بہر تہ (پ) ۱۳۔ فرمودہ بودم (ذ)۔

ومنها قوله سبحانه :

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ط  
لِيُنذِرَ مَنِ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ -

" یعنی آن رسلِ عظامِ فضل و ادیم بعض ایشاں را بر بعض، بعضے از ایشاں  
کے است کہ خدائے تعالیٰ با وہ بے واسطہ سخن کر دو بالا تر برداشت

بعض ایشاں را درجہا "

اہل تفسیر گفتمہ اند خواستہ است خدائے تعالیٰ بقولِ خویش و سرفہ  
بعضہم و درجات ائحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را زیرا کہ ائحضرت مبعوث  
شدہ است سوئے سرخ و سیاہ یعنی تمام خلق و حلال گردانیدہ شد برائے ائحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غنیمتہائے کفار و ظاہر شد برد و دست او معجز ہائے بسیار و  
نیست بچکس از انبیا کہ دادہ شد فضیلت و نہ کرامت الا آنکہ بدرستی دادہ شد  
ائحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانند اہل -

و بعض مفسراں گفتمہ اند از فضل ائحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم این است  
کہ بدرستی خدائے تعالیٰ خطاب کردہ انبیا گزشتہ را بنام ایشاں و خطاب کردہ ائحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بنوبت و رسالت در کتابِ خویش زیرا کہ گفتمہ یٰٰآئہا النبی  
یٰٰآئہا الرسول -

ومنها قوله :

ط از دو (پ) کہ تر × (ذ) کہ خواستہ است (ارادہ کردہ است) (ذ) کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ)  
شہ بر سوئے × (پ) کہ خلق تمام (پ) کہ گردانیدہ ام (ذ) کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) کہ مظاہر  
شد (ذ) کہ شود (ذ) کہ کردہ (ذ) کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) -

ظُهُ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْتَقِيَ

”یعنی اسے ظاہر یا اسے رہنما نفرستادیم برتو قرآن را تا رنج بکشی“  
ازیں آیت شفقت بے غایت و اکرام بے نہایت خدا کے تعالیٰ برا حضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پویدا است کہ او سجانہ رنج کشی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
در بندگی خود روانداشته۔

وَيَسْهَى

وَالصُّحَىٰ وَالْيَلِيلِ إِذَا سَجَىٰ هَ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ  
وَمَا قَلَىٰ هَ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ وَلَسَوْفَ  
يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

یعنی سوگند وقت صبحی و سوگند شب چوں ساکن شود، نگذاشته است  
ترا پروردگار تو و نہ دشمن داشته است و ہر آئینہ مرثا آخرت از دنیا بہتر  
است و ہر آئینہ سر انجام دہد ترا پروردگار تو پس خوشنود شوی

باید دانست کہ در بعض احیان بعض وجوہ رسیدن وحی از حضرت ایزدی  
با حضرت درنگے کرد، مشرکین بدین گفتند کہ پروردگار آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم را گذاشت و دشمن داشت و آنحضرت از درگی وحی دل گرفتہ بودند تا اینکہ  
حضرت جبریل علیہ السلام از بارگاہ ایزدی این وحی پریشانت آورد کہ در آل او سجانہ بیاد

له کشی (پ) له بغایت (ذ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) له او دیک (پ) له والآخرة  
(پ) کہ سوگند (پ) له سوگند شب (پ) له ہر آئینہ آخرت و ترا از دنیا (پ) له پروردگار در  
آخرت (پ) له تو (پ) له جهان (پ) له دریکے (پ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) له  
ذ (ذ) له گرفتہ دل (پ) کہ بر (ذ) له آورده (ذ) له دران (پ) -

سوگند نفی تودیع و قلاصرتہ کہ مشرکین و ملحدین می گفتند فرمود و آنحضرت را تسلی کرد کہ پروردگار تو، ترا نگذاشته و نہ دشمن داشته بلکه برائے تو در بارگاہ او یوما فیوما افزائش مراتب و ترقی مناصب است و تشریف تو در آخرت بہتر است از تشریفی کہ در دنیا بتو کرامت فرمودہ، چہ تو در دنیا می کنی آنچہ پروردگار تو از تو می خواہد، جنائے ال در آخرت پروردگار تو خواہد کرد، آنچہ درخواست کنی از ہر آئینہ خواہد داد ترا تا اینکہ خوشنود شوی۔

روایت کردہ اند کہ چون این آیت نازل شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ ہرگز راضی نشوم و حال آنکہ یکے از امت من در دوزخ باشد، پس گویا او سجانہ در کریمہ پربشارت بیاد سوگندی فرماید کہ پروردگار تو، ترا نگذاشته بلکه مناصب عز و شرف تو یوما فیوما خواہد افزود و برائے رضا خواستن تو و خوشنود داشتن خاطر تو بر کسے از اتباع و اشباع تو غضب نخواہد آورد بدین جہت کہ در غضب آوردن بر یکے از بہار ضلے تو نخواہد بود یعنی آل جبل و عمار و ادادار تودیع و قلا نسبت بکے کہ بہ آنحضرت علیہ السلام اتباع و ولادار دنیست تا بحال آنحضرت چہ رسد، ازین آیت کہ یہ تو ال دریافت کہ او سجنہ استر ضار آنحضرت می کند و خوشنود می خاطر ایشان می خواہد۔ آرسے آنحضرت حبیب او سجنہ است و محب برائے حبیب و دوست بلا اشتہاہ خوشی خواہد و رضا خواست، و لنعم ما قلیل ہ

لہ و (پ) لہ چہ (ذ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ کنوں (پ)  
لہ اشباع (ذ) لہ دراصل "دبیر جہت" کہ و فلاست (پ) لہ علیہ  
السلام (پ) لہ ایشال خاطر (ذ) لہ حبیب اداست (پ) لہ  
و محب (ذ)۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بگفتا وصل بہ یا ہجرانہ دوست

بگفتا ہرچہ میل خاطر اوست

وَمِنْهَا قَوْلُهُ عَنِ شَانِ

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ

”یعنی قسم بہ عمر تو اسے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ بد رستی آہنا یعنی قریش  
یا قوم لوط ہر آئینہ درگمراہی خود سرگرداں می شوند“

اہل تفسیر اتفاق کردہ اندہ ہیں کہ اس کلام سوگند است از وسجانہ بہ مدت

زندگانی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومعنی آن بسوگند بقائے تو اسے محمد! و بعضے  
گفتند بسوگند عیش تو اسے محمد! و بعضے گویند بسوگند زندگانی تو اسے محمد صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم و اس نہایت اجلال و تعظیم و غایت تشریف و تکریم آنحضرت است، ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمودہ نیا فرید خدائے تعالیٰ پیچ نفسے را کریم زبرد خود از محمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نشنیدیم کہ خدائے تعالیٰ بسوگند یاد کند بہ زندگانی کے سوائے

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوالجوزار گفتہ بسوگند یاد نہ کر و خدائے تعالیٰ بزنگانی

کے سوائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کریم ترین

تمام خلق است نزد او سبحنہ۔

وَمِنْهَا قَوْلُهُ تَعَالَى :

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَإِنَّتَ حِلَّ كِبِهَذَا الْبَلَدِ

وَ وَالْيَدِ وَمَا وَكَدَ۔

لہ یاد ہجر (پ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ ما (پ) لہ پیش (پ) لہ اے محمد

(پ) لہ ومعنی آن بسوگند (پ) لہ جلال (ذ) لہ و (ذ) لہ نافرید (پ) لہ سوگند

یاد کرد (پ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ سوگند (پ) لہ کے را (ذ)۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

”یعنی قسم می خورم باین شهر در حالے که تو فرو آورده درین شهر و قسم  
بزاننده و آنچه زانیده“

در لفظ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ چه قدر اجلال قدر و بزرگی  
اندازه آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نموده اند که ہر ذی ذوق سلیم بآں پے تواند بردو  
در بعض تفاسیر آورده کہ مراد از مَا وَلَدَ آنحضرت است۔

وَمَنْهَا قَوْلُهُ سَبِّحْنَاهُ :

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ  
يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ۔

” بدرستی کسانے کہ بیعت می کنند ترا جز این نیست کہ بیعت می کنند

بجدا، دست خدا بالاترے دستہائے ایشان است“

وَمَنْهَا قَوْلُ سُورَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالسُّورَةُ وَالنَّجْمُ كَمَا مَشْتَمَلٌ اسْتِ بِرِذْكَرِ مَعْرَاجِ آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از مسجد حرام سوئے مسجد اقصیٰ و از آنجا سوئے سہموات علی، از  
آنجا سوئے اشرف مستوی و ذکر آیات قرآنی و احادیث نبوی و اقوال صحابہ و ائمہ  
درین باب بہ تطویل و اطنا ب می کشد و محققان صحابہ و ائمہ و مجتہدین برآں اند کہ آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را معراج بجدید مبارک در حال بیداری تا عرش مستوی واقع شدہ  
و آنحضرت بشرف مناجات و مکالمہ الہی بے واسطہ و رؤیت تجلی ذات مقدسہ  
بنور بصیر یا بنور بصیرت علی اختلاف فیما بینیم فارگو کردیدہ و بجمال قرب و نزدیکی بمسجد اقصیٰ  
دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى

لہ سوگند (پ) کہ بزائیدہ شد (پ) کہ سوئے (ذ) کہ تطویل (ذ) ۵۵ داشت  
(پ) کہ فارما (پ)۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



در رسیده

فی الجمله باید دانست که قرآن مجید و فرقان حمید از اول تا آخر بجلالت و  
نیابت جناب خاتم رسالت و برکمال حظوظ و علوم منزلت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
و لیے صادق است در ضبط و احاطه آن تفسیر کبیر باید پرداخت -

در اینجا بر آنچه مذکور شد اکتفا رفت که آیات مذکورہ برائے اثبات اینکه  
آنحضرت سید الانبیاء و المرسلین و اکرم الاولین و الاخرین علی رب العالمین و محبوب  
ترین خلق جمعین سوئے ایزد تعالیٰ جل شانہ است و اینکه او سبحانه آنحضرت را  
بر جمیع انبیاء و مرسلین رتبه مقبوعیت و سیادت بخشیده و از انبیاء و مرسلین پیمان فرموده  
و نصرت و یاری آنحضرت گرفته و این که او سبحانه رضا خواہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کافی و وفاقی است -

و اما الاحادیث النبویۃ فمنها :

مَا رَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّ اللَّهَ قَسَمَ الْخَلْقَ قِسْمَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ  
قِسْمًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ أَصْحَابُ الْيَسِينِ وَأَصْحَابُ  
الشِّمَالِ فَأَنَا مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ وَأَنَا خَيْرُ أَصْحَابِ  
الْيَمِينِ ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَيْنِ اثْنَلَاثًا فَجَعَلَنِي  
فِي خَيْرِهَاثَلَاثًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى أَصْحَابُ

له مجید x (پ) له بجلالت و نیالت (پ) له خطوت و منزلت (پ) له تفسیر کبیر (پ)

له هر (پ) له اکرام (پ) له ہماں (پ) له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) له من خیرم (پ)

له ثلاثا (ذ) له و ذلک (پ) له تعالیٰ x (پ) له فاصحاب (ذ) -

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

السَّيْمَةَ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ وَالسَّبِقُونَ السَّبِقُونَ  
فَأَنَا مِنَ السَّابِقِينَ وَأَنَا خَيْرُ السَّابِقِينَ ثُمَّ جَعَلَ  
الْأَثَلَاتَ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهَا قَبِيلَةَ وَذَلِكَ  
قَوْلُهُ جَعَلَنِي شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ  
عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَى اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ وَأَنَا أَتَقَى  
وُلْدِ آدَمَ وَأَكْرَمُهُمْ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى وَلَا فَخْرَ ثُمَّ جَعَلَ  
الْقَبَائِلَ بُيُوتًا فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِهَا بَيْتًا فَذَلِكَ  
قَوْلُهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ  
أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

روایت کردہ اندر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ گفت  
ابن عباس کہ فرمود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدستی کہ خدائے  
تعالیٰ تقسیم کرد مخلوق بدو قسم جن و انس پس گردانید مرا از بہترین  
قسم ایشان و آل قول او سجانہ است کہ یکے اصحابِ یمن دوم اصحابِ  
شمال است پس منم از اصحابِ یمن و من بہترین اصحابِ یمن  
پس خدائے تعالیٰ دو قسم را سے قسم گردانید، مراد نیکوترین از قسم  
و آل قول او سجانہ یکے اصحابِ میمنہ و دوم اصحابِ مشائمہ بیوم سابقان  
سابقان اند، پس از سابقانم و من نیکوترین سابقانم پس خدائے تعالیٰ

۱۔ ان اللہ سلیم خیر (ذ) ۲۔ وانا انقی (پ) ۳۔ حضرت (پ) ۴۔ کہ (د) ۵۔ کہ  
کہ خدایتعالیٰ کردید و قسم خلق انسان (پ) ۶۔ خلق (ذ) ۷۔ و (ذ) ۸۔ پس قسم از اصحابِ یمن  
(پ) ۹۔ قسم گردانید، باید ۱۰۔ تعلق (پ) ۱۱۔ سابقان (پ)۔

Click For More Books

آن ائلات را قبیلہ ہا ساخت و مرا از بہترین آن قبیلہ ہا ساخت و این قول  
خدا است و گردانیدیم ما شمار اصول و گروہ ہا تا با ہم شناسید، بدستی  
کہ کریم ترین شمارند و خدا پرہیزگارترین شمار است، بدستی خدا سے تعالیٰ  
دانا و آگاہ است، پس من از ہمہ فرزندانِ آدم پرہیزگارترم و کریم ترین  
ایشانم بر خدا و فخر نمی آرم،

پس گردانید خدا سے تعالیٰ قبائل را خانہ خانہ، دار ہا پس  
گردانید مراد بہترین خانہ ہا از رو سے خانہ، پس این قول او سجدہ است  
منی خواهد خدا مگر اینکہ دور کند از شما پلیدی را اسے اہل بیت و پاک گرداند  
شمارا پاک گردانیدنی

ومنها حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

أَنَا كَرِيمٌ وَوَلَدِي أَدَمٌ عِنْدَ رَبِّي وَلَا فَخْرَ

” یعنی من کریم ترین فرزندانِ آدم نزد پروردگارم و فخر بدین نمی آرم“

ومنها حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما :

أَنَا كَرِيمٌ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَلَا فَخْرَ

” یعنی من از خلق، اولین و آخرین کریم ترم و بدین فخر نمی برم“

ومنها ما روی عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علیہ السلام :

لہ قبیلہ (پ) لہ از \* (پ) لہ پرداخت (پ) لہ فی الاصل گردانیدم (پ) لہ

تا با ہم شناسا بشید (پ) لہ کریم ایشانم (د) لہ محشر (پ) لہ خانہ دار ہا (پ) لہ در \*

(پ) لہ خانہ ہا (پ) لہ این \* (پ) لہ تا نکرد (پ) لہ و \* (پ) لہ حدیث

لہ عنہا \* (پ) لہ علیہ السلام \* (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

آتَانِي جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِي قَلْبُكَ مُشَارِقٌ  
الْأَرْضِينَ وَمَغَارِبُهَا فَلَمْ أَتَّ رَجُلًا أَفْضَلَ مِنِّي مُحَمَّدٍ  
وَلَمْ أَتَّ بَنِيَّ أَبٍ أَفْضَلَ مِنِّي هَاشِمِيٍّ -

” روایت کردہ انداز حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ فرمودہ آمد نزد من جبرئیل علیہ السلام پس گفت  
برائے من کہ گردانیدم مشارق زمین و مغارب آن پس ندیدم مردے فاضل تر  
از محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ندیدم فرزند آن بیچک پدر سے فاضل تر۔“  
وازر روایت ابن عباسؓ و سب است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
گفت کہ خدائے تعالیٰ گفت اے محمد از من بخواہ گفتم چه بخواہم اے پروردگار  
کہ خلیل گرفتنی ابراہیم را و سخن گفتنی باموسے بے واسطہ و برگزیدی نوح را و داوی  
سلیمان را ملکہ کہ سزاوار نیست برائے کسی از پس او، پس فرمود خدائے تعالیٰ  
آنچه ترا دادیم از جمله آل بہتر است، دادم ترا حوض کوثر و گردانیدم نام تو با نام خود کہ  
ندا کردہ می شود بال در میان آسمان و گردانیدم زمین مر ترا و مرا مت ترا اظہور  
پاک تر و آمرزش کردم برائے تو آنچه پیش شد از گناہ و آنچه پس باشد، پس می روی  
در میان مردمان در حال کہ ہستی آمرزش کردہ شد برائے تو و نکردم آل اعزاز و  
اکرام برائے کسی پیش از تو و گردانیدم دلہائے امت ترا مصاحب ایشان کہ ایشان

لہ فی (پ) ملکہ اسم از جملہ (پ) و لم ارفی (ذ) ملکہ کردہ اند (پ) ملکہ اند (پ) ملکہ  
علیہ السلام (پ) ملکہ معارف (پ) ملکہ محمد رسول اللہ (پ) ملکہ فرزندان (ذ) ملکہ ابن  
(پ) ملکہ خلیل اللہ (ذ) ملکہ را (ذ) ملکہ نزد (پ) ملکہ گناہ تو (پ) ملکہ از پیش  
(پ) ملکہ انت (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قرآن یادمی گیرند و پوشیدہ نگاہ داشتہ برائے تو شفاعت تو پوشیدہ نہ داشتہ آل ابرائے  
پچھک پیغامبر سے جز تو۔

و در حدیث طویل آمدہ از قول فرشتگان بانحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مَا أَكْرَمَكَ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ مَعَكَ وَمَلَائِكَتُهُ

”چہ بزرگ گردانید ترا بر خدائے تعالیٰ بدستی خدا با تست و فرشتگان او“

در کتاب سفار از ابو محمد مکی و ابواللیث سمرقندی وغیرہما آورده کہ آدم علیہ

السلام نزدیک معصیت خود گفت اے پروردگار! بحق محمد پیامز گناہ مرا، پس خدائے

تعالیٰ مرا آدم را فرمود از گناہ شناختی محمد را؛ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آدم علیہ السلام

گفت قدیم ہر جائے از بہشت نوشتہ :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

و روایتے مُحَمَّدٌ عَبْدِي وَرَسُولِي، پس داشتہ کہ بدستی بزرگ تیری

خلق تو برتست، پس خدائے تعالیٰ آدم را توبہ بخشید و گناہ او را بپام زید و ہمین است

نزد قائل این کلام، تاویل قول او سجدتہ :

فَتَلَقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ

”یعنی گرفت آدم از پروردگار چند کلمہ، پس خدائے تعالیٰ توبہ او پذیرفت“

و در روایتے دیگر مذکور است پس آدم گفت برگہ مرا آفریدی برداشتہ سر خود را بسو

عرش تو، پس در آن نوشتہ است

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

لہ چہ خیر (پ) لہ و فرشتگان او x (پ) لہ در کتاب (تا) وغیرہما آورده x (ذ) لہ از x (پ)

ہما x (ذ) لہ است x (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پس دانستم کہ بدرستی شان این است کہ نسبت ہیچکے بزرگ تر اندازہ، نزد تو از کسی کہ گردانی نام خود را با نام او، پس وحی فرستاد خدائے تعالیٰ سوئے آدم علیہ السلام بسوگند عزت و جلال من کہ بدرستی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آئینہ آخر بیجا میران است از ذریت تو، اگر او نبود سے نمی آفریدیم ترا، گفت و بود آدم علیہ السلام کنیت کرده می شد "بابی محمد"۔

وگفته اند بروایتی کہ کنیت کرده شد "بابی البشر" یعنی بہ ابوت نام کے دیگر سوئے آنحضرت کنیت کرده نشد و مروی است از شریح بن یوسف کہ بدرستی او گفت کہ بدرستی خدائے تعالیٰ را فرشتگانے اندگشت کنندگان بزر زمین کہ کثرت زیارت ایشان مرخانہ را است کہ در اں خانہ احمد یا محمد نام است از جهت اکرام از ایشان کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راست کہ تعظیم کردند آل خانہ را کہ در اں ہمنام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است (حاشیہ نسخہ رز) و روایت کرده است ابن قانع قاضی از ابی حمزہ کہ گفت فرمود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر گاہ کہ مرا سوئے آسمان بردند ناگاہ بر عرش نوشتہ بود

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

و از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی است بر در بہشت نوشتہ است:

إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

لَا أَعَذِّبُ مَنْ قَالَهَا۔

"یعنی بدرستی من خدائیم ہیچ معبود جز من نیست، محمد رسول خدا است، عذاب

لا ہیچ کیے (پ) کہ دے (پ) کہ بر (پ) کہ کہ برائے (پ) کہ دین قانع (پ) کہ ابی حمزہ

(پ) کہ لا اعذب من قالها۔

[Click For More Books](#)

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نکتم کسے را کہ این کلمہ گوید۔

امام جعفر صادق از پدر خود محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرد کہ چون بود  
روز قیامت ندا کنند اکتندہ گو کہ برخیز و بہر کہ نامش محمد است، پس بگو کہ در آید  
بہ بہشت از بہت کرامت نام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔  
و در مشکوٰۃ شریف است از حضرت امام جعفر صادق بن محمد از پدر ایشان

مروی است :

إِنَّ سَرَجَلًا مِّنْ قُرَيْشٍ دَخَلَ عَلَىٰ أَبِي بَيْرٍ عَلِيِّ بْنِ  
الْحُسَيْنِ فَقَالَ إِلَّا أَحَدٌ ثُكَّ عَنْ سَرِّ سَوْءِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلَىٰ حَدَّثْنَا  
عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

”بدستی مروی از قریشی داخل شد بر پدر ایشان یعنی پدر حضرت  
محمد باقر، علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پس گفت حضرت علی بن  
الحسین آیا خبر دہم ترا از پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، گفت ان  
مرد آرسے خبر دہ مرا از ابی القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“  
فَقَالَ لَمَّا مَرَّ بِسَرِّ سَوْءِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ أَتَاهُ جِبْرَائِيلُ،

”گفت علی بن الحسین ہر گاہ کہ بیمار شد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم آمد نزد او جبرئیل علیہ السلام“

۱۰۰ گوید (پ) ۱۰۰ روایت کردہ انداز حضرت امام جعفر صادق بن محمد باقر علیہما السلام (پ) ۱۰۰ روایت کردہ (پ) ۱۰۰

نداکند (پ) ۱۰۰ گوید (پ) ۱۰۰ از (پ) ۱۰۰ صادق (پ) ۱۰۰ فقال (پ) ۱۰۰ حسین (ذ) ۱۰۰ حضرت (ذ) ۱۰۰ اللہ

فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ تَكْرِيمًا  
لَكَ وَتَشْرِيفًا لَكَ وَخَاصَّةً لَكَ يَسْأَلُكَ عَمَّا هُوَ أَعْلَمُ  
بِهِ مِنْكَ يَقُولُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ أَحَدُنِي يَا جِبْرِئِيلُ  
مَغْنُومًا وَ أَحَدُنِي مَكْرُومًا -

پس گفت جبرئیل علیہ السلام کہ بدرستی خدا کے تعالیٰ فرستادہ است مرا سو  
تو برائے تکریم تو و برائے تشریف تو خاصتہ برائے تو کہ می پرسد از چیز سے  
کہ او سجانہ دانائتر است باں، از تو می فرماید کہ چگونہ می یابی خود را، گفت  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می یابم خود را سے جبرئیل عم گرفته و می یابم خود  
را بیخ گرفته :

ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّانِي فَقَالَ لَهُ ذَلِكَ فَرَدَّ عَلَيْهِ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا رَدَّ أَوَّلَ يَوْمٍ ثُمَّ  
جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ يَوْمٍ رَدَّ  
عَلَيْهِ كَمَا رَدَّ عَلَيْهِ -

پس تڑ آمد جبرئیل علیہ السلام نزد آنحضرت روز دوم پس گفت با آنحضرت  
ہماں سخن پس جواب باز داد جبرئیل علیہ السلام را پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم چنانکہ جواب دادہ بود اول روز، پسترا آمد جبرئیل علیہ السلام نزد آنحضرت  
روز سوم پس گفت جبرئیل با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چنانکہ گفتہ  
بود اول روز و جواب باز داد آنحضرت بجبرئیل چنانکہ جواب دادہ بود بارہ

۱۰۰ قال (ذ) ۱۰۰ بیانی (پ) ۱۰۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) ۱۰۰ خود را سے جبرئیل (پ) ۱۰۰  
فرہ فرہ (ذ) ۱۰۰ با ایوم (ذ) ۱۰۰ بر (پ) ۱۰۰ را x (پ) ۱۰۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) ۱۰۰ چنانکہ x (ذ) -



وَجَاءَ وَمَعَهُ مَلَكٌ يُقَالُ لَهُ اسْمُعِيلٌ عَلَى مِائَةِ  
أَلْفِ مَلَكٍ وَكُلُّ مَلَكٍ عَلَى مِائَةِ أَلْفِ مَلَكٍ  
فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَسَأَلَ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ جِبْرِيلُ  
هَذَا مَلَكُ السَّمَوَاتِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ مَا اسْتَأْذَنَ  
عَلَىٰ آدَمِيٍّ قَبْلَكَ وَلَا يَسْتَأْذِنُ إِلَّا عَلَىٰ آدَمِيٍّ بَعْدَكَ فَقَالَ  
اسْأَلْنِي لَكَ فَأَذِنَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ -

” و آمد ہمراہ جبریل علیہ السلام فرشتہ کہ اور اسمعیل گویند ہر صد ہزار فرشتہ  
کہ ہر فرشتہ ہر صد ہزار فرشتہ است، پس اذن خواست برائے آمدن بر  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، پس پرسید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم جبریل برا ازاں فرشتہ پس ترا جبریل علیہ السلام گفت این ملک الموت  
است کہ اذن در خواست دارد از تو، اذن خواسته بود از پیچک آدمی پیش  
تو و نہ استیذان خواهد کرد از کسے بعد تو، پس گفت جبریل اذن بہ فرمائی  
برائے او، پس اذن داد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برائے او،  
پس سلام کرد اں فرشتہ بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،“

ثُمَّ قَالَ يَا حَمْدُ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ سَلْبِي إِلَيْكَ  
فَإِنْ أَمَرْتَنِي أَنْ أَقْبِضَ سَوْحَكَ قَبِضْتُ وَإِنْ أَمَرْتَنِي  
أَنْ أَشْرُكَهُ شَرَكْتُهُ، فَقَالَ وَتَفَعَّلُ يَا مَلَكُ السَّمَوَاتِ

سَلْبُ مَلَكٌ x (ذ) مَلَكٌ نَاسِتَاوَنُ (پ) مَلَكٌ قَالَهُ (پ) مَلَكٌ قَالَ مَلَكُ الْمَوْتِ (پ) مَلَكٌ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ x (پ) مَلَكٌ يَسْأَلُ x (ذ) مَلَكٌ وَوَالَهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ x (پ) مَلَكٌ كَمَا أَذِنَ اسْمُعِيلُ كَوَيْدُ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قَالَ نَعَمْ بِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأُمِرْتُ أَنْ أُطِيعَكَ.

”پس گفت ملک الموت اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدرستی خدا سے فرستادہ است مرا سوئے تو پس اگر فرمان دہی ہاں کہ قبض کنم روح، تو قبض کنم و اگر فرمان دہی کہ بگذارم آں رہا بگذارم آزا، پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود خواہی کرد (اے مامور مرا) اے ملک الموت؟ گفت آری من فرمان دادہ شدم بانکہ فرمان تو برم۔“

قَالَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَبْرِئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ جَبْرِئِيلُ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَشْتَقَ إِلَى لِقَائِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ مَلَكَ الْمَوْتِ إِمْرًا لِمَا أُمِرْتُ بِهِ.

”راوی گوید پس نگرست پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسوئے جبرئیل

علیہ السلام، پس گفت جبرئیل علیہ السلام اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ بدرستی خدا سے تقاے مشتاق شدہ سوئے تقاے تو پس گفت پیغمبر صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملک الموت بجا آرا آنچه فرمان دادہ شدی ہاں، پس قبض کردہ روح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔“

ازیں حدیث کرامت و جلالت و محبوبیت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم تو اں دریافت و از زیارت حضرت جبرئیل علیہ السلام مر آنحضرت

راتا سہ بار، فرستادہ جناب او سبحانہ پر ہم عبادت و بیار پرسی و استیذان

---

۱۰ گفت آنحضرت ملک الموت (پ) کہ بدرستی خدا سے تقاے مشتاق شدہ سوئے تقاے تو پس گفت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعالیٰ علیہ وسلم (پ) اے مامور مرا (پ) اے ہاں (پ) اے بیکہ (پ) اے قبض (پ) اے استیذان (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حضرت ملک الموت در باب ادراک شرف زیارت و در قبض روح پُر فتوح و مامور بودن ایشان از پیش گاہ حضرت رب العزت بہ فرمانبرداری آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و عرض حضرت جبرئیل علیہ السلام اشتیاق جناب الہی، سوئے تقائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمنزلت و مکانت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در اں بارگاہ پیے تو اں برو۔

و در حدیث اسرار مروی است کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ از حال ملاقات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با انبیاء علیہم السلام روایت آورده و کلام ایشان و کلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکر کرده، پس گفت:

إِنَّمَا أَحْسَنُ عَلَىٰ رَبِّي

” بدرستی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثنا بہ پروردگار خویش آورد“

فَقَالَ كَلَّمْتُكُمْ أَنِّي عَلَىٰ رَبِّي وَأَنَا أَنِّي عَلَىٰ رَبِّي

”پس فرمود بہ ہمہ شما ثنا کرد بہ پروردگار خویش، من شما کی کم بہ پروردگار

خویش“

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَسْرَسَلَنِي سَرَحَةً لِلْعُلَمَاءِ  
وَكَافَّةً لِلنَّاسِ أَجْمَعِينَ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔

”حمد مر خداے تعالیٰ را آنکہ فرستاد مرا از بہت رحمت برائے تمام

جهانیاں و فرستاد مرا فرستاد فی عام برائے جمیع مردماں در اں حالے کہ مرثوہ

رسانندہ ام و ترسانندہ ام“

وَأَنْزَلَ عَلَيَّ الْفُرْقَانَ فِيهِ تَبْيَانٌ كُلِّ شَيْءٍ

”و فرود آورد بر من فرقان را کہ در اں بیان ہر چیزے است“

وَجَعَلَ أُمَّتِي أُمَّةً وَسَطًا

”وگردانیدہ امت مرا بہترین و گردانیدہ امت مرا میانہ و ستودہ“  
وَجَعَلَ أُمَّتِي هُدًى لِّلْأَوَّلِينَ وَهُمْ الْآخِرُونَ  
”وگردانیدہ امت مرا کہ ایشان اولانند در دخول جہاں و آخرانند  
در وجود در آخر زمان“

وَشَرَحَ لِي صَدْرِي وَوَضَعَ عَنِّي وَنَسِيحِي  
”یعنی و دل مرا کشادہ برائے علم و حکم و بار رسالت از من فرو برد  
و توفیق تبلیغ آل داد“

وَسَرَّ فَعَّ ذِكْرِي وَجَعَلَنِي فَاتِحًا وَخَاتِمًا  
”و بالائتزاز داشت ذکر من و گردانید مرا فاتح و اول ہمرا اولین و  
آخرین و آخر و خاتم انبیاء و مرسلین“

فَقَالَ اِبْرَاهِيمُ بِهَذَا اَفْضَلَكُمْ مُحَمَّدٌ  
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

”پس گفت ابراہیم باین فاضل شد بر شما اسے انبیاء و مرسلین  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

و نیز در احادیث اسرار مروی است :

فَقَالَ لَكَ رَبُّهُ تَعَالٰى قَدْ اخَذَتْكَ حَبِيبًا  
فَهُوَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ مُحَمَّدٌ حَبِيبُ الرَّحْمٰنِ -

۱۔ خیرامہ (پ) ۲۔ آخرین (ذ-پ) ۳۔ علم حکم (ذ) ۴۔ و بالابتداء داشت (پ) ۵۔  
اسرار x (ذ) ۶۔ حبیبا x (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

” پس فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را پروردگارا و تبارک و تعالیٰ بدرستی حبیب گرفتارم ترا، پس آن مکتوب است در توراہ کہ محمد است حبیب الرحمن“

وَأَسْأَلُكَ إِلَى الثَّانِي كَافَّةً وَجَعَلْتُ أُمَّتَكَ هُمَا الْأَوْلَى وَهُمَا الْآخِرُونَ -

” و فرستادیم ترا فرستادنی عام سوئے جمیع مردمان و گردانیدم امت ترا کہ ایشان اند پیشرواں در سعود و پس آیندگان در وجود“

وَجَعَلْتُ أُمَّتَكَ لَا يَجُوزُ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتَّى يَشْهَدُوا بِأَنَّكَ عَبْدِي وَرَسُولِي -

” و گردانیدم امت ترا کہ روان بود برائے ایشان خطبہ تا کہ گواہی ندهند، تو بنده منی و فرستاده منی“

وَجَعَلْتُكَ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ خَلْقًا وَآخِرَهُمْ بَعَثًا

” و گردانیدم ترا اول پیغمبریاں در خلقت و آخر ایشان در بعثت“

وَإِعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ

” و دادم ترا هفت از مثانی یعنی فاتحہ قرآن کہ هفت آیت است در اول یا هفت سوره طوال کہ در قرآن است“

وَلَمَّا أُعْطِيَهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ

” و ندادم آن را پیش از تو“

له پر (ذ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) فرستادم (پ) کہ مستود (ذ) ہست ترا  
x (ذ) کہ دران است (پ) کہ و نداده ام (ذ) -

وَاعْطَيْتُكَ خَوَاتِمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ  
تَحْتَ عَرْشِي لَمَّا عَطَيْتُهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ -

” وداویم ترا آخر آیتها کہ بدان سورہ بقرہ تمام گشت از گنج زیر عرش من  
و ندادم آل پہچ پیغمبر سے را پیش از تو “

وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَخَاتِمًا

” وگردانیدم ترا اول ہمہ پیغمبروں و آخر آیتوں “

و در حدیث آمدہ :

أَنَا سَيِّدٌ وُلِدَ آدَمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبِيَدِي  
لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ شَيْءٍ يَوْمَئِذٍ آدَمُ  
فَمَنْ دُونَهُ إِلَّا تَحَتَّ لِوَائِي وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنَشَقُّ  
عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ -

” یعنی من سرور و فرزندان آدم ہستم بروز قیامت و در دست من نشان  
حمد است و فخر نمی کنم و نیست هیچکس پیغمبر سے در آن بروز آدم و کسیکہ  
جنہ اوست مگر زیر لوای منست و من ہستم اول کسی کہ تنگافہ شود از او  
زمین و فخر نمی آرم “

و نیز مروی است :

أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَكُونَ إِبْرَاهِيمُ وَعِيسَى فِيكُمْ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنْهَا فِي أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

لہ آخرا (ذ) لہ آن را (پ) لہ و (ذ) لہ سواہ (پ) لہ کنم (پ) لہ  
و (ذ) لہ کنم (ذ) -

” آیا خوشنودنی شوید بدان کہ باشند ابراہیم و عیسیٰ در شمار روز قیامت

بدرستی کہ آل ہر دو در امت من ہستند بروز قیامت “

بالجملہ آیات قرآنی و احادیث نبوی دریں باب چنداں بے شمار اند کہ اگر

احصاء و استقصائے آن باید ساخت، دفتر یا باید پرداخت و اگر کے سوتے حضور

صنبت آل رسوے آرد و خود را تمام عمر عزیز دریں شغل بشرعیہ مصروف دارد و ہنوز اند

ہزار ایکے و از بسیار، اند کہ منجملہ مواہب الہی و مناقب نامتناہی کہ در ذات ستودہ

صفات آل سید ممکنات و سریر کائنات، برگزیدہ مخلوقات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بودہ اند بہ حیثہ بیان ناورودہ باشد۔

چوں بالاجمال بعض مراتب عز و جلال آل برگزیدہ حضرت ایزد متعال

بادراک و اطلاع و جملہ از فضائل جمیدہ و مناقب جلیلہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم را بہ حضرت اولیٰ تعالیٰ باسماع در آورده شد، حالانکہ گوش دل و توجہ کامل

باید شنید کہ چوں معلوم شد کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را در بارگاہ کبریا و جلالت

و کرامت و رتبہ محبوبیت و منزلت مقبولیت آنچنان است کہ کسی را از اولین و آخرین

واحدے را از انبیا و مرسلین در آل حضرت مشارکت و مسابقت نیست و سابق

معلوم شدہ کہ مرتبت و جاہت و کرامت و رتبہ محبوبیت، سبب قبول شفاعت پذیرائی

سفارش است، الحال تظنن باید کرد کہ شفاعت کبریٰ مقبولہ، خاصہ منصب آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شفاعت آنحضرت بلاشبہ مقبول و مستجاب و آنحضرت صلی اللہ

۱۰ شونند آنکہ (پ) ۱۰ اگر × (ذ) ۱۰ در (خود را × ذ) ۱۰ از (ذ) ۱۰ کہ برگزیدہ (پ)

۱۰ حضرت × (ذ) ۱۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) ۱۰ مقبولیت (تا) کے × (پ) ۱۰

در اصل نسخہ بسبب۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تعالیٰ علیہ وسلم رحمتِ سب عالمیاں و ملجا و پناہ اجتناب و ملائکہ و آدمیان و بہ برکت وجود فالض  
الوجود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشرکین مکہ از عذاب الہی یا تشریف آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکہ مشرفہ در امان ماندند،  
وذلك قوله :

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ  
وہر گاہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از مکہ شریفہ بہ طیبہ منیفہ تشریف  
ارزانی داشتند، خداے تعالیٰ مشرکین مکہ را بعباب در گرفت و مومنان را  
برایشان متسلط و غالب و تیغہاے مسلمانان را در آہنا حاکم گردانید و زمین و دیار  
و اموال ایشان غنیمت و نصیب اہل اسلام فرمود،  
وذلك قوله تعالیٰ :

وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ  
” یعنی چسپت برائے ایشان کہ عذاب نکند ایشان را خداے تعالیٰ  
چون آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از آنجا تشریف فرمائے  
مدینہ مقدسہ شدند “

و مقبول بودن شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در عفو  
جرائم گناہگاراں و رفع درجات نیکوکاراں از روئے کتاب و سنت ثابت است  
اما الكتاب فسنه قوله تعالیٰ :  
وَاسْتَغْفِرْ لِدُنُوبِكُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

لہ جن (ذ) ۱۰۰ فانزل الجود (ذ) ۱۰۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس کے بعد  
مقدس (پ) ۱۰۰ شریفین (ذ) ۱۰۰ تعالیٰ (ذ) ۱۰۰

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



ظاہر است کہ آمرزش خواستن برائے مؤمنین و مؤمنات، شفاعت برائے  
 ایشان است و اوجہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را امر فرمود برائے ایشان  
 شفاعت کند و آمرزش خواهد، پس از دو حال خالی نیست، یا این شفاعت مقبول شود  
 یا نہ، و ثانی باطل است زیرا کہ بریں تقدیر لازم می آید کہ امر عبث و بے سود بلکه از قبیل  
 سخریہ نامحرم یا اخلاف موعود باشد العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک فتعین الاول و هو المقصود  
 و منہ قولہ تعالیٰ :

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ  
 فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ  
 لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

یعنی اگر آن منافقان وقتیکہ ظلم کردند بر خود با باز تکاب نفاق،  
 می آوردند بر تو برائے اعتذار پس آمرزش می خواستند از خدا سئے  
 تعلقے بتوبہ از نفاق و اختیار اخلاص سئے و آمرزش می خواست رسول سئے  
 ایشان از جرائم کبیرہ ایشان بر آئینہ می یافتند خدا را توبہ پذیر و  
 رحیم فرما

ازیں آیه کریمہ معلوم شد، توبہ پذیرفتن و رحم آوردن او سبب معلق است  
 بر استغفار ایشان از نفاق و شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برائے ایشان  
 از کبار ذنوب و اگر العیاذ باللہ شفاعت آنحضرت را هیچگونه بسببیت نبود سئے کلمہ

سئے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) سئے فرموده (پ) سئے خدا سئے تعالیٰ x (پ) سئے  
 اخلاص x (پ) سئے پذیرفتن x (ذ) سئے متعلق (پ) سئے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x  
 سئے کلمہ (پ) سئے نیست (ذ)

وَاسْتَغْفِرَ لَهُمُ الرَّسُولُ فَاذْنَبَتْ -

و در مدارک آورده که اعرابی بر قبر مقدس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسید  
خود را بر قبر مقدس انداخت و خاک قبر میون بر سر خود کشیدہ گفت اسے رسولِ خدا!  
بر خود ظلم کردہ ام و توبہ و استغفار آورده ام، تو بپاسے من آمرزش بخواہ، از ہمالیوں قبر  
ندار آمد کہ آمرزیدہ شدی از گناہ، آسے افادت شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متیابرا بر  
یکیاں دو جاہت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ہر حال در بارگاہ ایزد متعال و  
محبوبیت آل کمال و جمیل الکمال در حضرت ذی الجلال کہ در ہر دو صفت سبب  
قبول شفاعت است در حیات و بعد وفات یکیان است۔

وسنہ قولہ تعالیٰ :

وَلِذَٰلِكُمْ خَيْرٌ مِّنَ الْاُولٰٓئِیْ وَ لَسَوْفَ

يُعْطِيْكَ سَرَّتْكَ فَرَّضِيْ -

” بر آئینہ آخرت بہتر است برائے تو از اولیٰ یعنی در آخرت منزلت

تو خواہد افزود و تو مرجع و جائے جمع خلایق روز قیامت خواہی بود، آئینہ

سرا انجام خواہد داد مر ترا پروردگار تو پس خوشنود خواہی شد،

و جہ استدلال اولاً این است کہ خداے تعالیٰ فرمان داد آنحضرت را

بآمرزش خواستن برائے مؤمنین و مومنات <sup>۳</sup> و در تبا و تپہ ظاہر است کہ کسے چیزے

از کسے می خواہد خوشنود نمی شود باین کہ درخواست اورد کردہ شود، خود سند نمی گردد

۱۔ وہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) کہ کن (ذ) کہ آفریدہ شدہ (ذ) آمرزیدی شدی (پ)

۲۔ آنحضرت (ذ) کہ کمال (ذ) کہ بسبب (ذ) کہ مات (پ) کہ بریکیاں (پ)

۳۔ ذالآخرة (پ) اللہ فرضی (پ) اللہ در اصل نسخہ ترا و اللہ مومنات (پ)۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مگر یا جاہتِ آن و خدا سے تعالیٰ وعدہ ہو کہ فرمود یا میں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ خواہد داد تا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشنود و خواہد شد پس این وعدہ موثوق است برائے قبول شفاعت در حق مؤمنین و مؤمنات۔

و ثانیاً این است کہ آثار بسیار وارد اند یا میں کہ خوشنودی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در آمرزش گناہگارین است بود و آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہموارہ در چارہ سازی گناہگارین امت خود بوده اند تا ایصال از عذاب نار راستگار شون پس این وعدہ کہ بتاکید برائے خوشنود کہ دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وارد شدہ است وعدہ راستگاری امت او بسبب شفاعت و وجاہت و محبوبیت آنحضرت است و مروی است کہ چوں این آیت نازل شد آنحضرت فرمود :

إِذَا لَأَسْرَضَنِي وَوَاحِدًا مِّنْ أُمَّتِي فِي النَّارِ

ازیں روایت بہ ثبوت پیوست کہ بیچک از مومنان امت آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نخواہد بود کہ آنحضرت در حق او شفاعت نخواہد نمود۔

از حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی است کہ :

أَهْلُ الْقُرْآنِ يَقُولُونَ أَسْرَجِي آيَةَ قَوْلِهِ تَعَالَى

يُنْعِبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَيَّ أَنفُسِهِمْ وَأَمَّا

أَهْلُ الْبَيْتِ فَيَقُولُونَ أَسْرَجِي آيَةَ قَوْلِهِ تَعَالَى

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى، إِنَّهَا الشَّفَاعَةُ

كُيُطِّهَرُ فِي أَهْلِ لَأِإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ حَتَّى يَقُولَ رَضِيْتُ۔

” یعنی اہل قرآن می گویند کہ امید دہندہ ترین آیتے قول او تعالیٰ است

لہ تا آنکہ باید کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) کہ ازیں رو بہ (پ) کہ اہل القرآن (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

يُعْبَادِي الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَيَّ اَنْفُسِهِمْ، اما اہل بیت گویند کہ امید و ہندہ  
ترین آیتتے قول او تعالیٰ است و لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى  
بدستی آل عطیہ شفاعت است کہ ہر آنہ خواہد داد او سجانہ آل شفاعت را  
در اہل لآ الہ الا اللہ تا این کہ خواہد گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
خوشنود شدم

و از حضرت امام جعفر صادق روایت کرده اند :

رَضِيَ جَدِّي اَنْ لَا يَدْخُلَ النَّارَ مَوْجِدًا

”خوشنودی جد من یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم این است

کہ در نیاید در دوزخ هیچ توحید کنندہ“

در مشکوٰۃ شریف از صحیح مسلم از عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ

عند روایت کرده :

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللهِ  
تَعَالَى رَبِّ اِنَّهُمْ اَضَلُّنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ  
تَبِعَنِيْ فَاِنَّهُ مِنِّيْ وَقَالَ عَلِيٌّ اِنْ تَعَدَّ بِهِمْ  
فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَهُ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ  
اُمَّتِيْ وَبِكِيْ فَقَالَ اللهُ تَعَالَى يَا جِبْرَائِيْلُ اِذْهَبْ  
اِلَى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ فَاَسْأَلُهُ مَا يَبْكِيْهِ فَاَتَاهُ

له آیت قرآن (پ) له است x (ذ) له بدستی (ذ) له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ)

له در اصل نسخہ شوم له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) له کہ x (ذ) له انہم افضلین (پ)

له ان تعذبہم عبادک (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جِبْرِئِيلُ فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللَّهُ لِعِبْرَتَيْهِ  
إِذْ هَبَّ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ  
وَلَا نَسْؤُوكَ

”یعنی بدرستی کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواند قولِ خدائے تعالیٰ  
اسے پروردگار! بتاں گمراہ کہ وہ اند بسیار سے را از مرد ماں پس کسے کہ  
پیروی من کند از من است و این مقولہ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
است و گفت عیسیٰ اگر عذاب کنی ایشان را پس بدرستی ایشان بندگان  
تواند، پس برداشت آنحضرت ہر دو دست خود پس گفت اسے  
بارِ خدایا! امت من! امت من! او کہ سیت، پس گفت خدائے  
تعالیٰ اسے جبرئیل دوسوے محمد و حال آنکہ پروردگار تو دانانہ است  
پس پرس اورا چه چیز اورا می گردی باند، پس آمد آنحضرت را جبرئیل  
علیہ السلام پس پرسید جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم را، پس خیر واد جبرئیل را پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
پانچہ کہ گفتہ، پس گفت خدائے تعالیٰ بہ جبرئیل کہ برو سوے محمد صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم پس بگو کہ بدرستی ما عنقریب خوشنود خواہیم کہ در اورا  
تو و ناخوش نخواہیم کہ و ترا“

ازیں حدیث ثبوت مقدار شفقت و رأفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سہ انارضک (پ) کہ از آن من (ذ) کہ ایشان (ذ) کہ علیہ السلام (پ) کہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم (پ) کہ خواہم (ذ) کہ خواہم کرد (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

برحال امت خود و رافت و محبتِ خدائے تعالیٰ با آنحضرت و رضا خواستن او سبب آنکه برائے  
ایشان و پذیرا کردن او تعالیٰ شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در بارہ امت  
اوتان آنکه آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی شوند تو ان دریافت و ازین حدیث معنی  
قول او سبب و لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ تُوَانِ فَهَمِيد-

و منها قوله تعالى

عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

” نزدیک است کہ بفرستد ترا پروردگاری تو در مقامِ محمود “

از ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرده اند کہ می گفت بدرستی مردمان در  
روزِ قیامت، جماعت جماعت خوابند گشتند، ہر امتی در پی پیغامبر خود خوابند  
رفت و خوابند گفت کہ اے فلاں! شفاعت کن برائے ما، اے فلاں! تا نہایت  
گیر و شفاعت بہ پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس ہماں روز نیست کہ خوابد فرستاد  
آنحضرت را خدائے تعالیٰ در مقامِ محمود۔

و از ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی است کہ پرسیدند از میں آیت  
رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود کہ اے شفاعت  
است و کعب بن مالک از آنحضرت روایت کرده کہ حشر کرده خوابند شد مردمان در روز  
قیامت پس من و امت من در بلندی خواہیم بود و خوابد پوشانید مرا پروردگاری من حلقہ سبز  
پس خواہم گفت آنچه خواست خدائے تعالیٰ اینکہ بگویم، پس ہماں مقامِ محمود است۔  
و از ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مروی است

۱۔ کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) کہ شود (پ) کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ)

۲۔ کہ گفت ابن مالک (ذ) کہ خواہم بود (پ) کہ خواہم (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کہ بد رستی مقام محمود مقام میست از راستائی عرش کہ با ایستاد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
دراں مقام کہ نہ ایستاد دران غیر او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ہمہ غبطہ کنند با و علیہ السلام  
پیشینیاں و پسینیاں و دران مقام۔

و در روایتی آمدہ کہ فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آن مقام محمود مقام است  
کہ شفاعت کنم دران مقام برائے امت خویش۔  
واذ حدیثاً آورده اند کہ گفت :

يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ حَيْثُ  
يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيَ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرَ حَفَاةً  
عُرَاةً كَمَا خُلِقُوا سَكُوتًا لَا تَتَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِذَنْبٍ۔

”جمع گرداند خدائے تعالیٰ مردمان را در زمینے هموار، جائے کہ داعی

ایشان بشنوند و بصر بہ ہمہ ایشان رسد، درال حال کہ برہنہ یا واندام  
بود چنانکہ آفریدہ شدہ بودند و خاموش باشند، سخن نگوید هیچ نفس جز  
بہ پروا سخن پروردگار۔“

فَيُنَادِي مُحْتَدًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

”پس ندا کند خدائے تعالیٰ محمد را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ

وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ۔

”پس بگوید آنحضرت بطاعت تو ایستادیم و نیک بختی از تست و ہمہ نیکی

لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) لہ لای تکلم (پ) لہ بودند (ذ) لہ سخن x (ذ) لہ بگو

(پ) لہ شفاعت ایستادہ ام (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

از تو بود و بدی را سوئے تو نسبت کرده نشود یا گویند بدی سوئے تو  
بالا نرود“

وَالْمُهْتَدِي مَنْ هَدَيْتَ وَعَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ  
”راه یابنده کسے است کہ تو او را راه نمودی و بندہ تو پیش تو ایستادہ  
است بطاعتے کہ فرمودی“

وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِلَيْكَ لَامَلْجَأٌ وَلَا مَنْجَأُ سِوَاكَ  
إِلَّا إِلَيْكَ۔

”و مرترا است حمد و سوئے نسبت و نیت جائے پناہ و جائے نجات  
از تو مگر سوئے تو“

تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَيْتِ  
”بزرگی و برتری تھے و پاکی مرترا است از آنچه نامسزا است اسے پروردگار  
کعبہ!“

فَذَلِكَ الْمَقَامُ الْحَمْدُ الَّذِي ذَكَرَهُ اللَّهُ

”پس ہمیں مقامِ حمد است آنکہ ذکر فرمود از خدا کے تعالیٰ“

و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما گفتے :

إِذَا دَخَلَ أَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَأَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ

فَتَبْقَى الْخِرُزْمُ مَرَّةً مِنَ الْجَنَّةِ وَالْخِرُزْمُ مَرَّةً مِنَ

النَّارِ فِي النَّارِ۔

”چوں در آید اہلِ دوزخ در دوزخ و اہلِ بہشت در بہشت، پس



باقی بماند آخر گروہ از اہل بہشت و آخر گروہ اہل دوزخ در دوزخ ۱  
فَتَقُولُ نُرْمِرَةَ النَّارِ لِرُمْرَةِ الْجَنَّةِ مَا نَفَعَكُمْ  
إِيْمَانُكُمْ۔

”پس بگوئید گروہ دوزخ مرگروہ بہشت را کہ سود نکرده شمارا ایمان شما“  
فَيَدْعُونَ رَبَّهُمْ وَيَضْجُونَ فَيَسْمَعُهُمْ أَهْلُ  
الْجَنَّةِ فَيَسْتَلُونَ آدَمَ وَعَنْبِرَةَ بَعْدَهُ فِي  
الشَّفَاعَةِ لَهُمْ۔

”پس بخوانند پروردگار خود را و نالش و فریاد کنند، پس شنوند  
تا آله ایساں بر اہل بہشت، پس سوال کنند آدم و غیر او را، پس او  
در شفاعت برائے ایساں“

فَكُلٌّ يَعْتَذِرُ حَتَّى يَأْتُوا مُحَمَّدًا فَيَشْفَعُوا  
لَهُمْ فَتَذَلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ۔

”پس ہمہ پیغمبر اہل عذر نمایند تا کہ اہل بہشت در حضرت محمد صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم آیند و آنحضرت برائے ایساں شفاعت نمایند، پس  
ہماں مقام محمود است“

و مروی است کہ حضرت جابر بن عبد اللہ برائے یزید فقیر گفت آیا شنیدی مقام  
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی آن مقام کہ خواہد فرستاد آنحضرت را خدائے تعالیٰ  
در اں مقام، یزید گفت آری، جابر گفت بدرستی اں مقام محمد است کہ محمود نام دارد و  
آنکہ بیرون آرد خدائے تعالیٰ بدان مقام کسے را کہ بیرون آید اندہ دوزخ

لہ باقی x (پ) لہ خود x (پ) لہ کنند x (پ) لہ تا آنکہ، باید شہ کہ یعنی (پ)

و ذکر محمود جابر حدیث شفاعت و بر آوردن عاصیان امت از دوزخ و همچنین از انس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ گفت پس ہمیں مقام محمود است آنکہ وعدہ کرده است خدا کے تعالیٰ  
با آنحضرت، و از ثیبیان آمدہ کہ بد رستی مقام محمود و شفاعت است و راست بروز قیامت  
قتادہ گوید :

كَانَ أَهْلُ الْعِلْمِ يَرَوْنَ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ شَفَاعَةً

يَوْمَ الْقِيَامَةِ

” بودند اہل علم و دانشند مقام محمود را شفاعت آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم بروز قیامت“

وَإِنَّمَا التَّسْتُ فَمِنْهَا الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ :

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوُ بِهَا وَ اخْتَبَأْتُ

دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

” یعنی ہر پیغمبر سے را دعوت مستجاب است کہ دعا کند بدلائل و من پوشیدہ

دائتم دعوت خود را برائے شفاعت امت خود بروز قیامت“

اہل علم گفتند اندکہ معنی حدیث این است کہ ہر پیغمبر را دعوتے مستجاب آچنان

است کہ اجابت ال لازم گرفتہ شدہ و با اجابت ال وقت دعوت یقین دادہ شدہ است

و الہا برائے ہر پیغمبر سے دعوات بسیار مستجاب اند و برائے پیغمبر یا کہ دعوات

مستجابہ خارج از حصر و حساب - ازیں حدیث ثابت است کہ شفاعت و دعائے

آنحضرت با برائے ایشان بالیقین مستجاب و مقبول است -

لہ ذکر کرد جابر حدیث شفاعت (پ) لہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ذ) لہ گفت انس (پ) لہ

شفاعت و راست بروز قیامت (پ) لہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ بران (ذ) لہ را نباید

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وَمِنْهَا مَا رَوَى عَنْ أَنَسٍ :

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُشْفَعَنَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ لِأَكْثَرِ سَبَابٍ إِلَّا مِنْ حَجَرٍ وَشَجَرٍ -

”گفت انس شنیدم پیغمبر خدا را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ می فرمودند ہر آئینہ شفاعت خواہم کرد در روز قیامت برائے مردمانیکہ بیشتر انداز آنچہ در زمین است از سنگ و درخت“

وَمِنْهَا مَا رَوَى فِي الصَّحَاحِ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ :  
يَجْمَعُ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ  
فِيهِمْ تَمُونَ أَوْ قَالَ فَيُلْهَسُونَ فَيَقُولُونَ لَوْ اسْتَشْفَعْنَا  
إِلَى رَبِّنَا -

فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”جمع کند خدائے تعالیٰ اولین و آخرین را بروز قیامت پس ہمہ ممکن شوند یا گفت کہ الہام کردہ شوند بدینکہ برائے طلب شفاعت روند، پس بگویند کہ اگر کسے را شفیع خواہیم سوائے پروردگاری خود“

در بعض روایات آمدہ :

مَا جَاءَ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ

”برہم شوند مردمان، بعض ایشان در بعضے“

وازابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی شدہ :-

صلو علیہ الصلوٰۃ والسلام (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ  
مَا لَا يُطِيفُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُونَ لَا تَنْظُرُونَ  
مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ -

” یعنی پس نزدیک شود آفتاب پس رسد مردماں یا از غم آنچہ طاقت  
آں نیارند و برداشت آں ندارند پس بگویند باہم آیا نبی بینید کسے را  
کہ شفاعت کند کسے برائے شما “

فَيَا تُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ  
اللَّهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ شَرِّهِ وَأَسْكَكَ جَنَّةً  
وَاسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ  
إِشْفَعُ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا  
أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ -

” پس بیایند بر آدم علیہ السلام پس بگویند کہ تو آدم ابو البشر ہستی  
آفریدہ ترا خدا سے تعالیٰ بدست قدرت خود و دردمیدر تو از روح خود  
و بجائے داد ترا در بہشت خود و ساجد گردانید برائے تو فرشتگان خود  
را و آموخت ترا نامہائے ہر چیز، سفارش کن برائے ما نزدیک پروردگار  
خود تا کہ راحت دہد ما را ازیں جائے دشواری، آیا نبی بینی ایں دشواری  
را کہ ما دریں ہستیم “

فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ  
قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَنَهَانِي هَبْ

الشَّجَرَةَ فَعَصَيْتُ، نَفْسِي، إِذْ هَبُّوْا إِلَىٰ غَيْرِي  
إِذْ هَبُّوْا إِلَىٰ نُوحٍ -

”پس آدم علیہ السلام گوید کہ بدستی پروردگار من خشم کرده است  
امروز خشم کردنی که مانند آن پیش ازین نکرده و بعد ازین مانند آن نخواهد  
کرد و مرا از خوردن درخت منی کرده بود پس از من عصیان روئے  
نمود بر وید سوئے غیر من، بر وید سوئے نوح“

فَيَا تَوْنَنُوحًا فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَىٰ  
أَهْلِ آلِهِ رَضٍ وَسَمَّاكَ اللهُ عَبْدًا شَكُورًا أَلَا تَرَىٰ  
مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَىٰ مَا بَلَّغْنَا آلَاةَ تَشْفَعُ لَنَا  
عِنْدَ رَبِّكَ -

”پس بیایند بر نوح علیہ السلام پس بگویند که تو اول رسولان هستی  
سوئے اہل زمین و نامیدہ است ترا خدائے تعالیٰ بندہ شکر آبا  
نمی بینی آنچه رسیدہ است مارا، آیا شفاعت نمی کنی برائے ما نزد  
پروردگار خود“

فَيَقُولُ إِنَّ سَرِيَّ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ  
قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَكَ مِثْلَهُ، نَفْسِي نَفْسِي -  
”پس بگوید نوح علیہ السلام کہ بدستی پروردگار من خشم کرده است  
امروز خشم کردنی کہ خشم نکرده است قبل ازین مانند این و خشم نخواهد کرد  
بعد ازین مانند این و او علیہ السلام گوید نفسی نفسی“

و در روایت انس آمده :

وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ سُؤَالَ سَرَبَةَ  
يَغْيِرِ عَلِيًّا -

” و یاد کند نوح علیه السلام خطائے خود را کہ رسیدہ بود کہ آن

سوالِ او است مر پروردگار خود را بہ نجات پسیر خود بے علم “

و در روایت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آمدہ (در قول نوح علیہ السلام)

وَقَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي

” یعنی خواہد گفت نوح علیہ السلام بہ تحقیق بود مراد عوتے کہ

دعا کردم ہذاں مرقوم خود را “

إِذْ قَبُؤُوا إِلَىٰ غَيْرِي إِذْ هَبُوا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ

فَاتَّةٌ خَلِيلُ اللَّهِ -

” بروید سوئے غیر من ، بروید سوئے ابراہیم کہ بدرستی او خلیل اللہ

است “

فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ

وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ إِنْ شَفَعْنَا عِنْدَكَ بِتِكَ

الْأَشْرَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ -

” پس بیانید بر ابراہیم علیہ السلام پس بگویند کہ تو پیغمبر خدا و خلیل او از

اہل زمین ہستی ، سفارش کن برائے ماسوئے پروردگار خود آیا نبی بینی آنچه

ما در آن ہستیم “

فَيَقُولُ إِنَّ سَرِيَّ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا فَذَكَرَ مِثْلَهُ

وَيَذْكُرُ ثَلَاثَ كَلِمَاتٍ كَذِبُهُنَّ ، نَفْسِي نَفْسِي

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وَ لَكِن عَلَيكُمْ بِمُوسَىٰ فَاِنَّ كَلِمَةَ اللّٰهِ -

” پس بگویدا براہیم علیہ السلام مانند آنچه نوح علیہ السلام فرمود و یاد کند  
اں سہ کلمہ کہ بدو غ گفتہ بود لیکن شائبہ موسیٰ علیہ السلام بروید زیرا کہ او  
ہم سخن پروردگار است “

فَاِنَّ عِبَادَاتَا اللّٰهِ الشّٰوِرَاةُ وَ كَلِمَةُ  
وَ قَرَبَةٌ نَّجِيًّا -

” زیرا کہ بدستی او بندہ ایست کہ داد خدائے تعالیٰ اور تورات و کلام  
کرد با او و نزدیکی داد او را در حالت مناجات “

قَالَ فَيَا تُوْنِ مُوسَىٰ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَ يَذْكُرُ  
خَطِيئَتَهَا الَّتِي اَصَابَ وَ قَتَلَهَا النَّفْسَ وَ لَكِن عَلَيكُمْ  
بِعِيْسَىٰ فَاِنَّ رُوْحَ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهُ -

” پس آید بر موسیٰ علیہ السلام پس گوید موسیٰ علیہ السلام نسبت برائے  
شفاعت و یاد خواهد کرد خطائے را کہ رسید و کشتن خود جان قبطی، نفسی  
نفسی، لیکن بر شما لازم است کہ بر عیسیٰ علیہ السلام بروید زیرا کہ او روح خدا  
و کلمہ اوست “

فَيَا تُوْنِ عِيْسَىٰ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَ لَكِن عَلَيكُمْ  
بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ غَفْرِ اللّٰهِ  
لَمَّا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَاَخَّرَ -

” پس بیاید بر عیسیٰ علیہ السلام، پس بگوید برائے شفاعت نسبت لیکن بر شما

لازم است کہ بروید بر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، او بندہ البیت کہ آمرزیدہ

است خدا سے تعالیٰ مر اور از گناہان پیشین و پسین او،

فَيَا تُوتِي فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ

عَلَى رَبِّي فَيُؤْذِنُنِي فَإِذَا سَأَلْتُكَ وَقَعْتُ سَاجِدًا۔

”پس بیایند بر من، پس بگویم من خاص برائے شفاعت ہستم، پس بدگاہ

روم و اذن خواہم از پروردگار، پس اذن دادہ شود برائے من، پس ہر گاہ

اول تعالیٰ را بنیم افتم سجدہ کنناں“

و در روایتی آمدہ :

فَأَتَى تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَخِرُ سَاجِدًا

”پس بیایم زیر عرش پس بافتم سجدہ کنناں“

و در روایتی آمدہ :

فَأَقُومُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدِ

لَا أَقْدِرُ عَلَيْهَا إِلَّا أَنْ يُلْهِمَنِيهَا اللَّهُ۔

”پس ایستادہ شوم پیش پروردگار پس حمد کنم و را باں محامد کہ توانائی

برال ندارم مگر آنکہ الہام کند مرا آن را خدا سے تعالیٰ“

و در روایتی آمدہ :

فَيَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ بِمَحَامِدِ وَحُسْنِ الثَّنَائِ عَلَى

شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَيَّ أَحَدٌ قَبْلِي۔

”پس بگشاید خدا سے تعالیٰ بر من از محامد و حسن ثناء بر بنویش چیزی

کہ یا فتحم اپ) کہ پروردگار من (ذ)



کہ کثادہ است برکے پیش از من ”

فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلِّ تَعْطَةً  
وَاشْفَعْ لِنُفَعٍ -

” پس فرمان دادہ شود اے محمد! سر خود بردار بخواہ (آنچہ خواہی) تا دادہ  
شوی و شفاعت کن تا شفاعت تو قبول کردہ آید ”

فَاِرْفَعْ رَأْسِي فَاَقُولُ يَا رَبِّ اُمَّتِي يَا رَبِّ  
اُمَّتِي -

” پس سر خود بردارم پس گویم اے پروردگار! امت من امت من! ”

فَيَقُولُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَاحِسَابِ عَلَيَّ  
مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنَ الْبَوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ  
النَّاسِ فِيهَا سِوَى ذَلِكِ مِنَ الْبَوَابِ -

” پس خدا سے تعالیٰ فرماید در آرا از امت خود کسانے را کہ حساب  
نیست برآنها از در راستین از در ہائے بہشت و ایشان شریک مردمان  
دیگر اند در چیزے کہ درائے ال باب است از ابواب ”

و در روایت دیگر آمدہ است :

فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تَسْمَعُ  
لَكَ وَاشْفَعْ لِنُفَعٍ وَسَلِّ تَعْطَةً فَاَقُولُ يَا رَبِّ  
اُمَّتِي اُمَّتِي -

” پس گفتہ شود برائے من اے محمد! سر خود بردار و بگو کہ شنودہ خواہ شد

برائے تو شفاعت کہ مقبول خواہد افتاد، بخواہ کہ دادہ خواہی شد۔“

فِيَقَالَ اِنُّطَلِقُ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ  
مِّنْ بُرِّ اَوْ شَعِيرَةٍ مِّنْ اَيْسَانٍ فَاخْرِجْهُ فَاِنُّطَلِقُ  
فَاَفْعَلُ۔

” پس می فرماید که هر که در دل او هموزن یک دانه گندم یا جو از

ایمان باشد او را از آتش برود آرم پس بروم پس بکنم “

ثُمَّ اَسْرَجِعُ اِلَى سَائِي فَاَحْمَدُكَ بِتِلْكَ السَّحَابِ  
وَذَكَرَ مِثْلَ الْاَوَّلِ وَقَالَ فِيهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ  
خَرْدَلٍ قَالَ فَاَفْعَلُ۔

” پس باز بر پروردگار بروم و او را محامد کند کور بخوانم و یاد کرد حدیث مثل

حدیث اول و گفت در این حدیث همچو دانه خردل یعنی هر که چون دانه خردل

ایمان داشته باشد او را از آتش برآرد فرمود پس بیرون آرم “

ثُمَّ اَسْرَجِعُ وَذَكَرَ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ وَقَالَ فِيهِ  
مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ اَدْنَى اَدْنَى مِّنْ مِّثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ  
فَاَفْعَلُ۔

” پس باز بروم و ذکر فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانند آنچه

بالا گذشت و فرمود در این باره هر که باشد در دل او اندک تر از دانه خردل

بیرون آرم، پس بکنم یعنی بیرون آرم او را از آتش “

له برة (ذ) که بفرماید (پ) که قال \* (ذ) که برآورد (ذ) که ادنی سه باره (ذ)

که پس بکنم (تا) او را \* (ذ)

ثُمَّ أَرْجِعْ وَذَكَرْ فِي السَّمْعَةِ التَّالِيَةِ فَيُقَالُ إِرْفَعْ  
سَأْسَكَ وَقُلْ تَسْمَعُ وَاشْفَعْ تَشْفَعُ وَسَلْ تُعْطَى  
فَأَقُولُ يَا رَبِّ اسْئَلْنِي فِي مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ -

” پس باز روم و یاد فرمود کہ در بار چہارمیں، پس فرمان دادہ شود بجائے  
من کہ سر خود بردار و بگو کہ شنیدہ خواہد شد، شفاعت کن کہ مقبول خواہد افتاد  
و بخواہ کہ دادہ خواہی شد، پس حکیم اسے پروردگار! دستور سے وہ بہائے  
من در حق کسانے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ گفتہ اند“

قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ إِلَيْكَ وَالْكِتَابُ عِنْدِي وَكَبِيرِي آتِي  
وَعَظْمَتِي وَجِبْرِي آتِي لَا تُخْرِجَنَّ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ -

” فرمان شود نیست این مفوض مگر سو گند عزت و کبر یا بر عظمت و قہر  
من ہر آئندہ بیرون آرم از آتش کسانے را کہ گفتہ اند لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“  
و در روایت قنادہ از اہل حضرت آمدہ :

فَلَا أَدْرِي فِي الثَّلَاثَةِ أَوِ السَّابِعَةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ  
مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَمْحَى وَجَبَ عَلَيْهِ  
الْخُلُودُ -

” راوی گفتہ نمی دانم در بارہ سوئی یا چہارمی پس گوید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم اسے پروردگار! بخاندہ در آتش مگر کسے کہ حبس کردہ است اور  
قرآن اسے کسیکہ واجب شدہ بر اوے خلود در دوزخ“

باید دانست کہ اذین حدیث شریف کہ بطرق متعدده در کتب صحاح مروی است

چند مطالب ثابت می شوند۔

یکے آنکہ اولین و آخرین کیسے در عوصات محشر سر اسبمہ و مضطر بودہ طریقے بجز وسیلہ جستن و شفیع خواستن در حضرت مالک و اور نخواہند یافت و کہ از ایشان از پناہ بردن و وسیلہ آوردن سر بر نخواہد یافت و ہر یک از اینہا اول سوئے آدم علیہ السلام و بعد ایشان سوئے دیگر سل عظام خواہند شناخت و کہ از ایشان سوئے حضرت سید المرسلین سرور اولین و آخرین حبیب رب العالمین بار شفاعت نخواہد یافت، پس گنہگارے، نامہ بخارے از شفاعت محمدی نامید وارے کہ بے استشفاع و وسیلہ جوئی بہ تقاضائے ہرزہ سرائی و یا وہ گوئی بر زبان آرد و عقیدہ دارد کہ بکے التجار نکرده سوئے احدے روئے تو تسل تاوردہ بے سبب شفاعت محمدی مورد رحمت ایزدی خواہد شد، خیالش خام و سودالیش نا تمام است۔

دومی این کہ از ارشاد فیض بنیاد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

فَاَقُولُ اَنَا لَهَا فَاَنْطَلِقُ فَاَسْتَاذِنُ عَلٰی رَبِّيْ

ظاہر و آشکار است کہ آنحضرت سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ پیش از فرمان الہی کہ سَلُّ تَعْطَاءُ وَاَشْفَعُ تَشْفَعُ بہ شفاعت ما ذون آنحضرت را استجابت شفاعت بہ یقین مقرون بود، چہ بے اذن الہی و یقین استجابت شفاعت از بارگاہ ایزدی ارشاد این کلمہ معنی ندارد، پس اذن ہمان است کہ در قرآن مجید ارشاد شدہ است :

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

لہ و x (ذ) لہ در اصل نسخہ، خواہد لہ کہ از x (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

و یقیناً باستجابتِ شفاعتِ ازبشارتِ

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

و اذال جنت کہ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعوتِ مستجابہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بوده است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آن را براس امتِ خود پوشیده داشته باشند با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاصل بود۔

سوگنی این کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را در بارگاہِ ایزدی غایت و کمالِ محبوبیت حاصل است چه هر یک از رسلِ اولوالعزم در آن هنگام بر خود لرز و در کارِ خود حیران خواهند بود و آنحضرت در هر چه هنگام بسببِ منزلت و وجاہتِ محبوبیت و مقبولیتِ خود بر انجامِ هر سوالِ مستشفعین اقدام و برائے شفاعتِ ایشان تکفلِ سرانجام خواهد فرمود۔

چهارمی اینکه در نجاتِ کسانے که منکرِ رسالت و مقررِ توحید بودند، شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بسببیت و مداخلتِ نخواهد بود و کسانے را که توحید و رسالت دارند و سجانہ آمزش و مغفرتِ بے توسطِ سببِ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نخواهد فرمود۔

پنجم آنکه غایتِ کرامتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر حضرت رب العزت ازین حدیث مستنبطی شود کہ اجابت و قبول و اسعافِ مامل از پیش گاہِ حضرت ایزدِ متعال برائے دعا و سوالِ آنحضرت استقبال خواهد فرمود، چه پیش از دعا و سوالِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمان خواهد شد سَسَلْ تُعْطَىٰ وَاسْتَفْعَمْ تُشَفَعُ ششم اینکه کمالِ شفقت و رحمتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر حالِ

ازیں حدیث معلوم می شود کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بجز فکر امت خود در روز محشر  
بیچ یک امر پیش نظر نخواهد بود چنانکه دیگر رسل را فکر ذات خود خواهد بود که نفسی نفسی خواهند  
گفت، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را فکر امت خود خواهد بود که امتی امتی خواهند فرمود۔  
ہفتم اینکہ اہل کبار از مومنین بہ فیض شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم نجات خواهند یافت، چہ البتہ مثقال ذرہ از ایمان دارند، پس بلاشبہ مشمول شفاعت  
آنحضرت خواهند بود و آنچه معتزلہ گمان می برند کہ شفاعت را در حظ کبار مدخل نیست جبل و  
نادانی آن گروہ خذلان پروردہ است۔

وَمِنْهَا مَا رَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا،

عَنْ عَلِيٍّ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ :

يُوضَعُ لِلْأَنْبِيَاءِ مَنَابِدٌ يَجْلِسُونَ عَلَيْهَا وَ  
يَبْنِي مِنْ بَرِيٍّ لَا أَجْلِسُ عَلَيْهَا قَائِمًا بَيْنَ يَدَيْ  
رَأْسِي مُنْتَصِبًا۔

”خواہند نهاد برائے پیغمبران منبرها کہ بران خواہند نشست و خالی خواہند

مانند منبر من، نخواہم نشست بران، کہ پیش پروردگار خود خواہم استاد“

فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَا تَرِيدُ أَنْ أَصْنَعَ

يَا مَتِّكَ۔

”پس بہ فرماید خدا کے تعالیٰ چہ می خواہی آنکہ بکنم با امت تو“

فَأَقُولُ يَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ

لہ بیچیک (ب) لہ اکرا (ذ) لہ برده (ذ) لہ خود x (ذ) لہ چہ خواہی (ذ) لہ بکنیم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

”پس بگویم اسے پروردگار! زود کن حسابِ ایشان“

فَيَدْعِي بِهِمْ فَيَحَاسِبُونَهُ

”پس ایشان خواندہ شوند، پس حساب کردہ شوند ایشان“

فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ وَمِنْهُمْ

مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِي۔

”پس بعض ایشان کسے باشد کہ در آید بہ بہشت بہ سببِ رحمتِ او

تعالیٰ و بعضے ایشان کسے باشد کہ در آید بہ بہشت بہ سببِ شفاعتِ من“

وَلَا أَزَالُ أَشْفَعُ حَتَّىٰ أُعْطَىٰ صِكَاكَ بِرِجَالٍ قَدْ

أُمِرَ بِهَيْرٍ إِلَى النَّارِ حَتَّىٰ أَنْ خَانِنًا النَّارِ يَقُولُ يَا مُحَمَّدُ

مَا شَرَكْتُ لِعِزِّكَ فِي أُمَّتِكَ مِنْ نَفْمَةٍ۔

”ومن ہمیشہ شفاعت کنم و از شفاعت باز نہ مانم تا آنکہ بدہند مرا کتابتے

مغفرت بہر دمانیکہ بدرستی فرمان شدہ بود بہ بہشت ایشان بدخولِ نار تا آنکہ خازن

دوزخ ہر آنکہ گوید اسے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نگذاشتی برائے خشم

پروردگارِ خود در امتِ خود ہیچ نغمہ“

ازیں حدیث ثابت شد کہ او سببِ وجاہت و محبتِ آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم با امتِ محمدی معاملہ با سترضائے آنحضرت خواہد فرمود با ایشان حسبِ

خواہش آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعجیلِ درجہ سببِ خواہد کرد و کسانیکہ بے گناہ

یا کثیر الخیرات خواہند بود بہ سببِ رحمتِ الہی داخلِ بہشت خواہند شد و شفاعتِ آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسبت بہ ایشان در تعجیلِ حساب است نہ در نجاتِ دادن اند

عقاب و کسانیکہ گنہگار و پسیاتِ اعمالِ خود گرفتار خواهند بود بسببِ شفاعتِ آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ بہشت خواهند درآمد، در نجاتِ آنها شفاعتِ محمدی سبب  
خواہد بود تا اینکه بہ فیضِ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسانے کہ بدخولِ نام  
مامور شدہ باشند، فرمانِ آمرزش یا بند و خاندنِ دوزخ با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
عرض کنند کہ پیچ کس را از امتِ خود برائے شتم پروردگار نگذاشتی۔

وَمِنْهَا مَا سَأَلَ عِنْدَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَا سِرِّمِ أُمَّتِي

” شفاعت من برائے اہل کبا سیر است از امت من “

وَمِنْهَا مَا رَوَى عِنْدَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

أَتَانِي آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي فَخَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ

يَدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ

فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِيَسْمُنَّ مَاتَ لَا يُشْرِكُ

بِاللَّهِ شَيْئًا۔

” آمد بر من آئندہ از نزد پروردگار من، پس مجھ پر گردانید مرا در میان اینکہ

در آید نیم امت من در بہشت و در میان شفاعت پس اختیار کردم شفاعت

را و آن شفاعت برائے کسی است کہ مرد در حالے کہ شرکائی نہی گرداند

با خدا پیچ چیز را “

باجملہ آیاتِ بسیار و آثارِ بے شمار دریں باب وارد اند و فیما ذکرنا کفایتِ الحال

کہ حقیقتِ شفاعت علی العموم مفہوم و حالِ شفاعتِ سیدنا سید الاولین و الآخرین علی الخصوص



منکشف و معلوم شد، اکنون در کلام لا طائل قائل کہ مستفتی سائل از صدق و کذب آن  
استفسار کرده تامل باید کرد و باید دانست کہ ہمہ آن کلام، از آغاز تا انجام، اوہام تا تمام،  
بلکہ سودائے پختہ و خیالی خام است بچند وجوہ بہ۔

اول اینکہ بسم اللہ غلط، این قائل امیدواری نہ اہ فراموشکاری نامیدہ، گناہگار  
بے طاقت، امیدواران شفاعت را بخلط کاری نسبت کردہ خود در غلط و تغلیط  
افتادہ، چہ باثبات رسید کہ اجابت شفاعت جناب حضرت سرور برائے اہل  
کبارہ یعنی است، پس امیدواران را غلط فہم و فراموشکار نامیدن چہ خود فراموشی و چہ  
غلط فہمی و بددینی است، ہر کہ از شفاعت نومید باشد نومید ماند!

دوئم اینکہ این قائل سفارش را سہ قسم کردہ، در ہر قسم معنی سفارش راست  
نمی آید، چہ در صورت اول و ثانی محکم و فرمان فرمائی و در صورت ثالث کہ بادشاہ خود بر مجرم  
رحم آوردہ بیاس سرشتہ آئین خود اظہار رحم خود خواست کرد، ناچار بہمانہ جستہ کسے  
را شفاعت خواہ و سے نمودہ، نام عفو بزبان برد، تلبیس و غلط نمائی است، پس این  
قائل یا جاہل متعالم است کہ معنی سفارش در فہم آدمی آید یا عالم متجاہل کہ معنی سفارش  
واژگونہ می نماید۔

سوئم اینکہ این کس کہ صورت اول، شفاعت و جاہت نامیدہ است  
ظاہراً معنی و جاہت نہ فہمیدہ یا معنی سفارش بہ فہم او نہ سیدہ است، چہ در صورت مذکورہ  
عفو جرمیہ بخوبی مضرت در حال عدم قبول شفاعت است و این معنی نہ از لفظ شفاعت  
مفہوم می شود نہ از لفظ و جاہت، معلوم نیست کہ این معنی از کجا بخاطر خطیر این تخریب خوش  
تخریبی طور و لفظ مذکور از افادت معنی رود ای از چہ وجہ برآمدہ در معنی مخترع با استعمال

لہ سرشتہ (پ) لہ متجاہل است (پ) لہ لفظ x (ذ)

درآمدہ در رسالہ عقائد مذکور، مسطور و در مشتے بازار یاں متعارف و مشہور شدہ۔

علاوہ ازیں در نص قرآنی انبیاء و رسل را بوجاہت ستودہ در حق حضرت

کلمہ صلوات اللہ و سلامہ علیہ

وَ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا

در حق حضرت مسیح علیہ السلام

وَ جِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ

فرمودہ اند، اہل تفاسیر و جاہت را در آخرت بہ شفاعت تفسیر کردہ اند، و ازیں جا

تفسیر قرآن دانی این قائل تو اں دریافت۔

اگر کسے گمان برہ کہ این قائل اصطلاح کردہ است بر اطلاق شفاعت

و جاہت بر صورت اولی، و لامشاحتہ فی الاصطلاح، و شک نیست در این قول

بحقق صورت اولی در حضرت ایزدی سجائہ و نعالی لشکر و جہل است۔

گفتہ شود کہ اصطلاح و تفسیر در معانی الفاظی کہ در کلام الہی و احادیث نبوی

مستعمل اند و قرار دادن آل الفاظ بازائے معانی فاسدہ جائز و روا نیست چہ این

چنین اصطلاح پر داختن مردماں را در غوایت و عمایت انداختن است مثلاً اگر

کسے بے دینے بگوید کہ آنحضرت علیہ السلام رسول اللہ نیستند و این کلمہ در کتابے

کہ برائے تلقین عقائد بعامة تالیف کردہ باشد مثبت گرداند، ہر گاہ کسے بر او مواخذہ

کند کہ نفی نبوت و رسالت از آل حضرت کفر و انکارہ نصوص است، گوید کہ اصطلاح

کردہ شد بریں کہ نبوت و رسالت بمعنی غلبہ و تسلط است و شک نیست کہ اثبات

غلبہ و تسلط آل حضرت بر جناب باری عزوجل شرک و کفر است، آیا این سبے دین

لہ تفسیر دانی (پ)، لہ در اصل نسخہ "تحقیق" لہ تعبیر (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

در چنین اصطلاح معذور داشتہ خواهد شد و کلمہ لامشاخہ فی الاصطلاح عند خواہ او تواند شد کلاً آن مصطلح بجز در این اصطلاح کافر می شود۔

بچنان اگر کسی گوید کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام عند اللہ وجیہ نیستند، و بہر گاہ کہ کسی بر او مواخذہ کند کہ نفی وجاہت ازاں حضرات کفر صریح است گوید کہ من اصطلاح کرده ام بر این کہ در وجاہت تسلط و قدرت بر حضرت ما خود است و شک نیست در انتقار این معنی ازاں حضرات نسبت بخدائے تعالیٰ آن بے دین بجز در این اصطلاح از دائرہ ایمان یقین بیرون گردد و کلمہ لامشاخہ فی الاصطلاح وجہ معذرت او نمی تواند شد۔

با این ہمہ این قائل دعوائے اصطلاح خود نمی کند، می گوید باین صورت را شفاعت وجاہت گویند پس او بآن شفاعت کہ مذکور شد در شاعت اختلاف و افتراء ہم گرفتار است، لغو ذی اللہ المتعال من الضلال والاضلال۔

چهارم این کہ قول او :

”اوس شہنشاہ کی یہ شان ہے“

باسباق کلام مربوط نیست بچہ معنی این کلام چنانکہ در مقام ثانی مذکور شد صحت تعلق تکوین بہ ہزار ہا انبیاء و اولیاء و جتہ و ملائکہ و بامثال جبریل امین و حضرت سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم است و این معنی را بانفی مدخلت کے در کار خانجات ملک الہی ربط بین نیست چنانکہ اگر کسی گوید کہ در کار خانہ بادشاہی کہ امیر یا وزیر داخل کثیر و تسلط کبیر است و بہر چہ او بہ بادشاہ می گوید بادشاہ را از اقتبال آن برائے حفظ رونق و سلطنت ناگزیر، در نفی این کلام نتوان گفت کہ بادشاہ اگر خواہد دیگران را بہ منصب ال

امیر رساند و رعایا را با این امیر عالی منزلت برابر گرداند زیرا کہ این معنی دلالت بر نفی مداخلتِ امیر  
در کارخانہ بادشہ ہے نمی کند۔

بلکہ چنین بلیتے گفت کہ کہے را در کارخانجاتِ الہی مداخلت ہیچگونہ نیست تا از  
رنج و ناخوشی او بے روتقی در کارخانجاتِ الہی تواند رسید، خواہ آن کس ممکن الوجود باشد یا  
مستحیل الوجود و آن کس کثیرا لا مثال باشد یا بے نظیر و بے عدیل، پس این کلام با وصف  
بطلانِ آل فی نفسہ چنانکہ در مقام ثانی می آید باسباق کلام، مربوط نمی نماید و اگر بہ تکلف  
رابطے برائے آل ہم رسانیدہ آید انجامِ امین کلام در شاعت<sup>۱</sup> می افزاید، چنانکہ انشاء اللہ  
تعالی عنقریب در مقام ثالث می آید۔

پنجم این کہ قول او

”اور سب لوگ اگلے اور پچھلے“ (الی آخرہ)

باسباق کلام چسپاں نیست، مناسب مقام امین بود کہ می گفت کہ ہر کس را در رونق و بہا بخشیدہ<sup>۲</sup>  
او سجانہ است، پس کہے کارخانہ مملکت اور اچہ رونق تواند رسانید و ہر یک را لطف و  
مضرت و رنج و راحت اومی رساند، ذات مقدسہ را کدام کس سود و زیان و راحت  
رنج تواند رسانید؟

این فقرہ را کہ اگر جمیع اولین و آخرین برابر جبرئیل و خاتم المرسلین شوند رونق  
سلطنتِ آل مالک الملک نمی افزاید و اگر ہمہ دجال و شیطان فتورے و قصورے  
در رونق مملکت او نمی آید باسباق انطباق نیست مگر بہ تکلف، آری سے قابل را ازین  
ہر فقرہ غرضے در خاطر مکنون و مقصودے در ضمیر مطون<sup>۳</sup> است کہ انشاء اللہ تعالیٰ در مقام

۱۔ در اصل نسخہ می نماید“ کہ اتمام (ذ) کہ شاعت (ذ) کہ نیا (ذ) کہ بخشید (پ) کہ و ہر یک (تا) رسانید

(ذ) کہ در اصل نسخہ اگر“ نیست کہ ابنین (ذ) کہ مطون (ذ)

ثالث برآں آگاہی داده خواهد شد۔

ششم این کہ صورت ثانیہ رشفاعتِ محبت نامیدہ می گوید کہ این رشفاعتِ محبت می گویند، این ہم معنی اختراعی و تفسیر اختلافی<sup>لہ</sup> این قائل است۔ سابق گذشتہ کہ رشفاعت، بسببِ محبت مستشفع الیہ باشفیج مقبول می شود و اجابتِ رشفاعت اثرے از آثارِ محبت و رضا خواستنِ حبیب مقتضایے این صفت است، اضطرار و ناچاری و اندیشہ از رنجانیدن و دل آزادی در معنی رشفاعتِ محبت داخل نیست در صورتے کہ نوبت با اضطرار و ناچاری رسد معنی رشفاعت باطل می شود، درال جامعہ حکم و فرمان فرمائی راست می آید۔

در تفسیر قولہ تعالیٰ

وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ سِرَّكَ فَتَرْضَىٰ

و دیگر ماسبق گذشتہ است کہ او تعالیٰ بسببِ محبتِ آنحضرت، رضا خواہ آنحضرت است، بلاشک و ریب شانِ محبت، رضا خواستنِ حبیب است و بیچک حبیب بدین راضی نیست کہ رشفاعت او بحضورِ محب او مردود و متوسل او از حضرت محب مطرود گردد۔

ہفتم این کہ قائل کہ نفی رشفاعتِ محبت در بارہ گاہ کبر یا راندہ آنحضرت یا حضرات دیگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء می کند از دو حال خالی نیست، یا اعتقاد دارد کہ او سبحانه را آنحضرت یا حضرات دیگر انبیاء و اولیاء محبت نیست تا رشفاعتِ محبت متحقق شود و این خود کفر صریح و انکارِ نصوصِ قاطعہ و احادیث صحیحہ است، یا محبت را از اسباب قبولِ رشفاعت نمی داند و این ہم با انکارِ نصوصِ صحیحہ و احادیث

لہ در اصل نسخہ اختلافی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

صیغہ می کشد، چنانچہ در تفسیر وَالصُّحُفِ وَالکَيْلِ اِذَا سَبَّحِ وَوَدَّکِ آیات و احادیث مذکور شد۔

و اگر گوید کہ اصطلاح کرده شد بریں کہ اضطرار و ناچارى و اندیشہ رنج و دل آزاری در شفاعت محبت ما خود است، جوابش یہاں است کہ در وجہ سویم گذشت۔

ہستم این کہ قول او

”مالک اپنے بندوں کو“

باسباق کلام مناسبت و التیام ندارد و چہ حاصل آں این است کہ ہمہ عباد مقررین از ملائکہ و آدمین بندہ اونہی تو اند کہ بجز راہ بندگی یک قدم بیرون پویند، ازین لازم نمی آید کہ کسی از ملائکہ و انبیاء، محبوب حضرت کبریا نباشد و شفاعت کسی بسبب محبوبیت مقبول و پذیرا نہ گردد مگر در سوق کلام قائل را غرض پوشیدہ است کہ در مقام ثانی بر آں تنبیہ خواہد رفت۔

ہتم اینکہ ایں قائل صورت ثالثہ را شفاعت بالاذن نامیدہ است حال آنکہ معنی شفاعت بالاذن چنانکہ سابق معلوم شد این است کہ شفاعت خواہ بعرض شفاعت در حق مستشفع لہ بجز مستشفع الیہ ماذون باشد، در اں شرط نیست کہ مستشفع الیہ پیش از شفاعت بر آں مجرم کہ مستشفع لہ باشد رحم آورده بپاس حفظ آئین خود از گناہش در گذر کند نتواند، اگر پیش از شفاعت رحم آورده، باز شفاعت، سبب رحم و آمرزش او نیست بکہ دریں صورت، شفاعت لغو و بیکار است و اگر شفاعت نافع است برائے مستشفع الیہ نافع است نہ برائے مستشفع لہ، چہ در صورت مذکورہ بدولت شفاعت مستشفع الیہ پاسداری آئین سلطنت خود توانست کرد و بہانہ آں رحمے کہ منظور

لہ سبب (ذ) لہ ایں قائل (ذ) لہ بغرض (ذ) لہ سبب (پ)

کر دیکھو تو انست آورد و اللہ بے چارہ برائے حفظ قوانین امین خود دریں صورت  
درگذر کر دن طریقی نمی یافت اما شفیع <sup>رحم</sup> امرزگاری سے و نجات او از پاداش کردار  
ناہنجار بکار است و آن خود پیش از شفاعت حاصل پس شفیع را بر حالش کدام منت و  
شفاعت را در باره نجاتش چه مدخل، قائل دریں جا بر سر انصاف است کہ خود اعتراف  
دارد باین کہ در حقیقت دریں صورت شفاعت متحقق نیست، بلکه بادشاہ برائے افزائش  
عزت آن امیر و زود لہائے مردمان در ظاہر بنام نہاد شفاعت آن امیر، جرم مجرم عفو می کند  
فی الواقع این خود سفارش نیست کہ این را در رحم و آمرزش کردن در حق مجرم مدخل نیست  
مثلاً اگر کدام خدمتگار بارتکاب نافرمانی گرفتار و مخدوم در ظاہر بزار و در  
باطن جو بیائے بہانہ آمرزش آن کردار ناہنجار است بنا بر آن بکے تلقین کرد کہ از ما  
استغفائے جرمیہ فلا نے خدمتگار کنی و برائے کردار او آمرزش خواہی کہ ما آمرزش  
او منظور داریم، مگر بیاس اینکہ نافرمانی در نظر خدمتکاراں آسان نماید و در دل او در  
تعظیم و اجلال فرمان کمی نیاید، بے بہانہ و بے حجابانہ از و درگذر نہ تو انیم کرد و آمرزش خود  
با ظہار نمی تو انیم آورد، آن کس مرضی مخدوم دریافت برائے جرمیہ خدمتگار استغفار و  
استغفار کرد و مخدوم کہ جو بیائے بہانہ بود استغفائے او مغتنم دانستہ ازاں خدمتگار  
درگذر کرد نتوان گفت کہ این در حقیقت شفاعت است، چه این شفاعت در عفو  
رحم مخدوم نسبت بجال این خدمتگار بے دخل و بے کار است و اگر این شفاعت نافع  
است برائے مخدوم نافع است کہ طفیل این شفاعت برائے او بہانہ درگذر <sup>رحم</sup>  
بہم رسید نہ برائے خدمتگار کہ سبب نجات او در رحم مخدوم اوست کہ پیش از شفاعت  
بودہ است۔

۱۔ در اصل نسخہ "در صورت" ۲۔ در اصل نسخہ "آمرزگاری نجات" ۳۔ در اصل نسخہ "خدمتگاریاں" ۴۔ درگذر ۵۔ ب

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

و بچہ شفیع بر جانِ خدمتگارانِ ہاں زماں منت تو اند نہاد کہ خدمتگارِ حقیقتِ  
حال انکشاف نیافتہ باشد و اگر خدمتگارِ حقیقت در یاد تو اند گفت کہ تو بر ما چه منت  
می نہی؟ تو چه کردی؟ آقائے ما خود رحم آورد و آمرزش کرد و نیز افزائشِ عزتِ آن شفیع  
در حضرتِ مخدوم درد لہائے مردمان تا ہاں زماں است کہ ایساں دانشد کہ مخدوم  
یہ سفارشِ او از گناہِ فلائے مجرمِ خدمتگار در گزشت و اگر دانشد کہ مخدوم از خود در گزشت  
و شفاعتِ شفیع بہانہ بیش نبود، عزتِ او درد لہائے ایساں چه خواهد افزود۔  
پس ظاہر شد کہ در صورتِ مذکورہ فی المعنی و در حقیقت شفاعت نیست و  
در ظاہر و بنام شفاعت است، این معنی اختراعی این قائل است و آنچه در حقیقت شفاعت  
بالاذن است قسیم و مقابل شفاعتِ محبت نیست بلکہ این ہر دو قسم شفاعت بالاذن  
است زیرا کہ شفاعتِ کدام مقرب در حضرتِ مالک از جهتِ آمرزشِ سیئات یا  
برائے رفعِ درجاتِ برائے کسے بدیں طور کہ آن مقرب <sup>بہ</sup> آبار سخن بجنور آں مالک  
در حق بچو کس حاصل باشد چنانکہ حضراتِ انبیاء و اولیاء را بروز قیامت اذن و  
پردانگی عرض و سوال بہت اہل ایمان گوئی کہ کیا تر باشند در حضرتِ او سجانہ حاصل  
است و این معنی از آنچه کہ سابق از آیات و احادیث مذکور شد بہ ثبوت و وضوح <sup>بہ</sup> پیوستہ  
بدو قسم است :

یکے آں شفاعت کہ سببِ قبولِ آں، وجاہتِ شفیع باشد، دومی آں شفاعت  
کہ سببِ استجابتِ آں، محبتِ آں شفیع باشد، و این معنی فیما سبق از روئے کتاب و سنت  
باثبات رسید۔

لہ سفارش (ذ) لہ و بنام (پ) لہ قسیم (تا) بالاذن است (ذ) لہ یا (ذ)  
لہ چنانکہ (ذ) لہ و وضوح (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



دہم این کہ قول اولیٰ

” مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کرنا اوس نے کچھ اپنا پیشہ

نہیں ٹھہرایا“ (الیٰ آخرہ)

دلالت دار دبریں کہ اگر گنہگار بتکرار مرتکب کردارِ ناسزاوار نشود و بر کرده خود پشیمان و شرمندہ باشد در حق او شفاعت بالاذن تواند شد حال آنکہ اگر گنہگار بتکرار مرتکب گناہ شود و بر کرده خود پشیمان و شرمندہ نباشد و دزدی را پیشہ و ہماں کار ہمیشہ اختیار کند تا ہم از روئے آیات و احادیث در حق او شفاعت تواند شد، چہ از تکرار گناہ شرک کفر کہ سبب حرمان از شفاعت است لازم نمی آید و مومن مرتکب کبار گوتوبہ شکر دہ پشیمان و نادم نشدہ باشد مستحق شفاعت است، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمودہ اند :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَايَرِ مِنْ أُمَّتِي

و نیز ارشاد کرده اند :

أَسْرَوْنَهَا لِلْمُسْتَقِينَ وَ لَكِنَّا لِلْمُذْنِبِينَ

الْخَطَّائِينَ -

” ایامی پندار بدیشہ کہ شفاعت من برائے پرہیزگاران است لیکن

بدستی شفاعت من برائے گناہکاران و بسیار خطا کنندگان است“

و اگر گنہگار بر کیوہ خود پشیمان و شرمندہ بودہ بتکرار مرتکب گناہ نشدہ آن خود

نائب است کہ توبہ عبارت است از نہ امت بر گناہ اما مع عزم عدم العود الیہ چنان

له در اصل نسخہ ”اد“ x له و x (اصل نسخہ) له باشد (تا) و شرمندہ x (د) له بود

هه اما مع العزم علی ترک (پ)

بعضے گفتے اند یا بدونِ این شرط چنانکہ رائے دیگران است  
وَالثَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ

پس اں گنہگارہ استگار است اور ابشاعت چہ علاقہ وچہ کار۔

یا زدم آنکہ قول او

” اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر اور وزیر کی پناہ

منہیں ڈھونڈتا “

عجب کلمہ ابلہ فریب است کہ ایں قائل نفی تو تسل و استشفاع کہ نزد جمیع اہل ایمان  
بمنص صریح ثابت است منظور داشتہ آنرا بہ پیرایہ نادان فریب بیان نموده است حالا  
برائے توضیح ایں تلبیس تفسیح ایں تلبیس باید شنید کہ اگر مقصود ایں قائل ایں است  
کہ مجرم پیش کد ام وزیر و امیر بدیں و پناہ نمی جوید کہ کد ام امیر و وزیر را مقابل و ہمسر دانند  
و اعتقاد کنند کہ اگر بادشاہ را ایذا رساننی یمن قطعاً منظور خواهد بود کسے اند وزیر و امراء  
مدافعت و مزاحمت اں تواند نمود، نفی التجا باین معنی صحیح است لیکن اذہ فی نفی تو تسل و  
استشفاع کہ منظور قائل افتادہ است ثابت نمی شود۔

و قول وے :

” اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھیے گلے میرے حق میں کیہ

حکم فرمادے “

راست نمی آید چہ منطوق ایں قول نفی تو تسل و استشفاع می کند۔

” و پیش کسے پناہ نمی برد “ ایں کلام باطل و مخالف نص است چہ سابق در احادیث

شفاعت مذکور شد کہ مومنین بلکہ اولین و آخرین جمعین در عرصہ محشر ہر اسید و مضطر شدہ

لہ ابلہ x (پ) لہ ایں x (ذ) لہ یا امراء (پ) لہ دیکھے (ذ)

شفیع خواہند و وسیلہ جویند و اول نزد حضرت آدم علیہ السلام و بازہ نزد دیگر رسل عظام  
برائے استشفاع انام، بہت آمرزش ذنوب و انام روند و آخر کار بحضرت سیدالابرار  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پناہ برند و التجا نمایند و آنحضرت تکفل شفاعت ایشان فرمایند۔  
و این قائل را غرض دیگر بخاطر مکرورہ و دریں کلام مرموز است و آن نفی  
استحقاق شفاعت از کسانیکہ بتوسل و استشفاع قائل و معتقد بہ غلبت شفاعت و وسایط  
اند، پس بچو کلمات جاہل فریب عوام و سوقیہ را بدام خود می کشد و گمراہ می نماید و الغایہ  
توسط و شفاعت آنحضرت سرور کائنات و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰات و السلام و اولیاء  
را در نظر ایشان می آید۔

دوازدهم قول او :

”مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کر الخ“

چہ کلہ گران است در بچو مقام از زبانش بر می آید، سبحان اللہ! شان او سبحانہ اجل  
برتر است کہ پیاس حفظ سررشتہ آئین، با وجود رحم آوردن بہ مجرم، از دور گذر کرد  
تواند، سبحان اللہ رب العرش عما یصفون لایسل عما یفعل و ہم لیسکون۔

و کتاب مبین و احادیث سید المرسلین کہ اصول آئین بشرح متین اند، اعتقا

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا

”ملقین و فیضانِ رحم و آمرزش بیکرانہ از بارگاہ ایزد بیگانہ، بے حیلہ و بہانہ تبیین می فرماید  
باید دید کہ این علامہ زمان چہ سال بیے باکانہ، پیرایہ کورہ کورانہ می رود، نہ خود تامل  
می کند و نہ کسے ازہو آخواہان او بریں پزیرا بر وئے آگاہ می شود۔

سیزدهم قول او :

سلہ انام x (د) سلہ بیگانہ (د)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

” اوس امیر نے اوس چور کی الخ ”

کلام مزخرف برائے فریب جاہلان است، بسامی شود کہ کدام امیر، ذی قدر خطیر  
کہ در بارگاہ بادشاہ منزلت و جاہ دارد و او را از بارگاہ خسروی و پیش گاہ سلطانی  
بسیب تقرب و وجاہت و محبوبیت و نباہت، اذن سرکردن سخن در امر نشن خواستن و  
سخن اورا بار و اعتبار و درخواست اورا در جہ خود با جاہت و پذیرفتن می باشد بر اہل  
جرم کہ بادشاہ جزائے آل بعقاب لازم نگرفتہ باشد، رحم کردہ و لطف آوردہ  
بسبب توسل و نسبت بخود یا نظر بر ناچاری و حال اضطراری اور برائے او شفاعت  
خواہ بحضور بادشاہ می شود و شفاعت او بذروہ اجابت و مسؤل بہ پایہ قبول می رسد و  
ازیں لازم نمی آید کہ آل امیر بکشد اہل جرائم و از فرمان بادشاہ سرکش و آل را مدافع و  
مزاحم و با بادشاہ مسامح و مقاوم باشد و نیز لازم نیست کہ آل امیر عالی مقدار از سفارش  
آں گنہگار تہانگی دزدان بد کردار قرار دادہ شود۔

آرے اگر این چنین باشد کہ کسے دزدی را جرم نہ پندارد و دزد را مجرم نہ  
انگار د و برائے سہیلہ کشتی دزد، شور و شر بر دارد و بہ عصیان بادشاہ ہمت برگمارد، آل  
کس خود مجرم و گنہگار و تہانگی دزدان بد کردار است اما اورا شفیع متواں گفت مگر  
بر اصطلاح این قائل کہ در باب عقائد دین اصطلاح آفرین است و ہجو اصطلاح  
آفرینے امیدوار ہزاراں آفرین۔

چہار دہم قول او

” سوائے اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے ” (تا آخر)

قول باطل بالیقین و مخالف اصول دین از کتاب متین و احادیث سید المرسلین و اجماع

مسلمین و مخالف عقل رزین، صواب گزین است۔

أما الكتاب فقولہ تعالیٰ :

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ

الرَّحْمَنُ وَرَاضِيَ لَهُ قَوْلًا -

ازیں آیت کریمہ ثابت است کہ شفاعت نافع است برائے کسے کہ او سبحانہ

برائے شفاعت اے کس اذن دادہ و اجازت بخشیدہ و ازو گفتارے یعنی کلمہ شہادت

پسندیدہ است و بر قول و اعتقاد این قائل شفاعت را در نجات کسے دخل و سبب نیست

بلکہ شفاعت نزد او بعد رحم آوردن او سبحانہ محقق می شود و او سبحانہ بہ محض رحمت خود

بلا مداخلت شفاعت، ہمہ گناہ می آمرزد، پس شفاعت بدانست این قائل بے نفع

لا طائل است، پس شفاعت بیچک شافع سودمند و نافع نیست، نفع شفاعت در صورت

متصور می شود کہ شفاعت سبب رحم آوردن و آمرزش کردن او سبحانہ باشد۔

وقولہ تعالیٰ :

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ

چہ از روئے این آیت کریمہ نیز نافع بودن شفاعت کسے کہ رتبہ عرض سخن بخصوا

جناب ایزدی دارد برائے کسے کہ از آمرزش خواستن برائے و سے نبی وارد نشدہ ثابت

شده است علی رُغْمِ أَنْفِ الثَّقَلِينِ -

وقولہ تعالیٰ :

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا

اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا

لہ نسبت (ذ) لہ سبب (اصل نسخ) لہ من (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترجیماً۔

اوسبجانہ توبہ پذیرفتن و رحم آوردن را بر آمرزش خواستن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرتبہ و معلق فرمودہ و اگر آمرزش خواستن و شفاعت کردن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبب رحم فرمائی اوسبجانہ نباشد این تعلق و ترتیب بیچک معنی ندارد، والعیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

وقولہ سبحنہ :

سَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ است :

إِنَّمَا وَقَعَتْ سَلَامَةٌ لِمَنْ أَجَلَ كَرَامَةِ مُحَمَّدٍ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یعنی نیست سلامتی ایشان مگر از جهت کرامت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کہ رحمت است برائے تمام جهانیان

و اما الاحادیث فقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَا شَرِيذَاتُ

أَصْنَعُ بِأُمَّتِكَ۔

از روئے این حدیث ثابت است کہ خدائے تبارک و تعالیٰ از ضار

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواسته خواهد فرمود چه خواهی آنکہ بکنم یا مت تو، پس

آنچه آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شفاعت ایشان عرض خواهد کرد، پذیرد خواهد فرمود

له مرتب (تا) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (ذ) له بسبب (اصل نسخ) معناه باشد (پ) معناه تطبیق

(ذ) معناه مگر بسبب توبہ رستی واقع نشود سلامتی ایشان مگر از جهت (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پس شفاعت آنحضرت، سبب نجات گنہگاروں و رستگاری گرفتاروں خواهد شد۔

وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم :

فِيْنَهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ  
وَ مِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لِشَفَاعَتِيْ-

این نص صریح است بریں کہ بعض کساں محض برحمت الہی و بعض کساں بسبب

شفاعت آنحضرت، داخل بہشت شوند، پس کدام مدعی اسلام تکذیب کلام آل اصدق  
الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام تواند کرد؟

وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم في حديث الشفاعة:

فَيَقُولُونَ اَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ اِلَى الْاٰخِرِ الْاٰخِرِ

از روئے این حدیث ثابت است کہ در عرصات محشر بجز سیدہ حبتن و شفیع

خواستن چارہ و بے التجار و پناہ آوردن بحضرت سید الشفا گزاردہ نخواہد بود پس

آنچہ این قائل از نفی ذرائع و وسائل گمان برده، انکار نص صریح و حدیث صحیح کردہ گر شاید  
او و پیروان او بدانست خویش داخل نص :

يَجْسَعُ اللّٰهُ الْاَوْلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ

خواہند بود، العباد باللہ تعالیٰ من ذلک -

ومن ذلك قوله صلى الله تعالى عليه وسلم :

لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَتِيْ عُمَانٌ سَبْعُونَ اَلْفًا كُلُّهُمْ

اِسْتَوْجَبُوا النَّارَ، الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ-

۷۰ من (ذ) ۷۰ الا ينظرون (اصل) ۷۰ عشر (ذ) ۷۰ آنچہ در (ذ) ۷۰

و (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یعنی برائے متحقیق خواہند درآمد بسبب شفاعت عثمان بیفتاد ہزار کس کہ ہمگی ایشان  
مزاوار دوزخ شدہ اند و در بہشت بے حساب۔

و دیگر آثار بسیار و احادیث بے شمار کہ تیزے ازاں سابق مذکور شدہ برائے  
ابطال این مقال کافی و برائے اسقام افہام ضعفہ الاسلام ثانی است۔

اما اجماع مسلمین پس باید شنید کہ ہمہ اہل اسلام قائل اند باین کہ شفاعت لغو و  
بیکار نیست، اختلاف این است کہ اہل سنت و جماعت و دیگر فرق اسلامیہ سوائے

معتزلہ و من شجذ و حذو ہم شفاعت را سبب نجات از جزائے سیئات ہم می دانند و  
معتزلہ و پیروان ایشان شفاعت سبب رفع درجات می پندارند و از بودن آل سبب

حفظ سیئات انکار دارند، این قائل بر خلاف ہمہ اہل اسلام شفاعت را بے دخل و  
بے کاری دانند و حرف بودن آل بعد رحم و عفو الہی در ظاہر و بنام بر زبان می رانند و

اعتقاد دارند کہ در حقیقت شفاعت متحقق نیست چنانکہ سابق مذکور شد، مع ہذا کلمہ  
سابق گذشتہ است کہ شفاعت کسے برائے کسے و دعائے کسے برائے کسے در حقیقت

واحد است، پس شفاعت را بے دخل و بیکار دانستن دعائے کسے را برائے کسے  
بے دخل و بیکار انگاشتن است و این خود خلاف کتاب و سنت و اجماع است۔

اما عقل رزین صواب گزین پس سابق گذشت کہ شفاعت ہمان است کہ  
انہ سے داشته باشد و آنچه این قائل گمان بردہ غلط نمائی و تلبیس و حیلہ جوئی و تدلیس

است، پس بر حال پراختلال<sup>۱</sup> این مغوی جہال، مضمون ہدایت مقرون :

وَ كَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَجِيٍّ عَدُوًّا شَاطِئِينَ الْإِنْسِ  
وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ مِّنْ خُوفِ الْقَوْلِ خُورًا۔

۱۔ منظور (ذ) کہ را (ذ) کہ جط (ذ) کہ اہل (ذ) کہ کلمہ (اصل) کہ پرضلال و اضلال (ذ)



راست می آید و آنچه او سبحانه در رسول مقبول در خیر کلام و حدیث صدق نظام با آن  
اختیار فرموده اند از کلمن غیب به شهادت ظهور جلوه می نماید :

أَعَاذَنَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ بِحَوْلِهِ وَأَيْدِيهِ مِنَ الشَّيْطَانِ  
وَكَيْدِهِ وَأَنْقَذَنَا مِنْ حَبَائِكُلِهِمْ وَقَيْدِهِ بِحُزْمَتِ  
حَبِيبِ الْوَجِيهِ السُّبَيْنِ وَسَأْئُولِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ  
الشَّفِيعِ لِلْمُذْنِبِينَ وَالْإِلَهِ الْخَيْرِ الْمَيَّامِينِ وَأَصْحَابِ  
السَّابِقِينَ الْأَوْلِيَيْنِ وَأَصْحَابِ الْيَسِينِ، آمِينَ  
يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ

---

له بخشید (د)      له الغیر الیابین (اصل)

## المقام الشَّانِي

در بیان بطلان کلمہ لاطائل کہ از زبانِ این قائل در شانِ حضرت  
سیدالآخرین والاولی برآمد ،

یعنی قولِ او :

” اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے

تو کروڑوں نبی و ولی و جن و فرشتے، جبرئیل اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے برابر پیدا کر ڈالے۔“

یعنی شانِ آلِ شہنشاہِ این است کہ در یک آن از یک حرفِ کن چو خواہد کھڑوڑا

نبی و ولی و جن و فرشتہ برابر حضرت جبرئیل و حضرت سید الانام علیہما الصلوٰۃ والسلام پیدا

کر دہ بوقوع آرد۔

باید دانست کہ این کلامِ ناتمام کاذب و دروغ و گزافِ بے فروغ است

اول باید دانست کہ مرادِ این قائل از برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریک آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در حقیقت انسانی فقط نیست چه در ہر زمان صد با انسان بقدرت

کاملہ و مشیتِ شاملہ حضرت باری جل شانہ بوجہی آئند و برابر با ایشان امر و زبرد سے

زمین موجود اند، این معنی کہ شان او این است چو خواهد کہ صد ہا انسان در یک آن یک  
صفت کن پیدا کردہ یوقوع آمد، از بیان و ابراز مستغنی و بے نیاز است و با سابق و سابق  
مناسب و انطباق ندارد بلکہ مراد این قائل ازاں فردیست کہ مشارک آنجناب باشد  
و جمع اسما و اوصاف کمال کہ در ذات قدسی صفات آن سرور کائنات  
مفید بہ مناسبت علیہ ازکی الصلوات موجود بودہ اند۔

حالا باید شنید کہ کلام این قائل کاذب و باطل است بوجہین :

الوجہ الاول : پوشیدہ نیست برکسے کہ زبان رنجیتہ اردو می فہمید کہ در میان گفتہ کسے  
کہ گوید " فلاں کس فلاں کار چاہے تو کر سکے " و گفتہ کسے کہ گوید فلاں شخص فلاں کار چاہے  
تو کر ڈالے " فرقے است چہ مدلول کلام اول صحت تعلق توان و قدرت آن شخص است  
بآن کار و مدلول ثانی صحت تعلق تکوین آن شخص بآن کار است زیرا کہ معنی " کہ ڈالنا ایقاع  
فعل و بوجہ آوردن است نہ قدرت و توان بر آن چہ ترجمہ قدرت و توان بر فعل  
در زبان اردو " کر سکنا " است نہ " کہ ڈالنا "۔

و چنانچہ در میان گفتہ کسے کہ گوید " فلاں شخص فلاں کار " چاہتا تو کر ڈالنا  
و گفتہ کسے کہ گوید فلاں شخص فلاں کار " چاہے تو کر سکے " یا " چاہے تو کر ڈالے "۔  
فرق بسیار است چہ مدلول گفتہ اول این است کہ فلاں کس اگر بندہ امری خواست  
فلاں کاری توانست کرد یا بوقوع می آورد و حالاً بسبب کدام مانع آن را بوقوع نمی  
تواند آورد، و مدلول گفتہ ثانی این است کہ فلاں کس اگر خواهد کنوں فی الحال فلاں کار  
می تواند کرد یا بوقوع آید۔

کہ گفت (ذ) کہ است (ذ) کہ تعلق (ذ) کہ و (ذ) کہ بردن (پ) کہ و چہین (پ)  
کہ کدام مانع آن (پ) کہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مثلاً اگر کد ام اٹی گوید کہ "چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جز کتاب کا لکھ ڈالوں" سامع کہ زبان اردو می فہم نہ کذیب او خواهد کرد زیرا کہ مدلول این کلام صحت تعلق تکوین بکتابت فی الحال است و مداریاں بر قوت قریبہ وجود کتابت او است و در اٹی قوت قریبہ وجود کتابت بالفعل نیست و اگر اٹی گوید کہ "چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جز کتاب کا لکھ سکوں" سامع زبان دان تکذیب او نمی تواند کرد زیرا کہ آل اٹی اگر خواهد کتابت بیاموزد و جز کتاب در ساعت بنویسد و مداریاں بر امکان کتابت است گو قیوت بعیدہ باشد و اگر کد ام اٹی کہ در حق او کد ام مانع دائمی از آموختن کتابت موجود است گوید کہ "چاہوں تو کتاب لکھ ڈالوں" یا "لکھ سکوں" سامع زبان فہم تکذیبش خواهد کرد چہ با وجود مانع دائمی از آموختن کتابت بوقوع آوردن کتابت بالفعل در تحت اختیار اٹی نیست و اگر گوید کہ "چاہتا تو کتاب لکھ ڈالتا یا لکھ سکتا" سامع زبان آشنا او را تکذیب نمی تواند کرد چہ معنی کلامش این است اگر کد بدو حال پیش از حدوث مانع دائمی می خواہم کتابت آموختم و کتاب می نوشتم یا می توانستم آن را نوشت این معنی است است و وجود مانع دائمی این کلام را از راستی مانع نیست۔

واضح باد کہ این امثلہ برائے تقسیم معانی و مدلولات این کلمات آورده شدند تا کہے گمان نبرد کہ دریں جا ذکر قدرت و تکوین حضرت رب العالمین است و اولیاً از نظر احوال برتر است و متعال زیرا کہ مقصود تمظیر نیست مقصود تبیین مدلولات این کلمات است۔

بالتجملہ اگر مدلول کلام صحت تعلق قدرت یا تکوین بکدام کار در بدو امر باشد

لہ آدی (پ) لہ اردو x (ذ) لہ بکتاب (پ) لہ کتاب (پ) لہ زبان اردو (ذ) لہ نمی نویسد  
(پ) لہ اختیار x (پ) لہ و خود (پ) لہ نظیر (پ) لہ باشد (تا) بدوام x (پ)

امکان آن کار در بدو امر ضرور است و اگر مدلول کلام صحت تعلق قدرت یا تکوین بکار فی الحال باشد امکان آن کار فی الحال ضرور است و مراد از امکان، امکان وقوعی بحسب نفس الامر است چه در متفاهم عرف عام ہمیں متبادری شود مثلاً اگر کسی گوید فلاں گدا فلاں بادشاہ را بزنداں تو اند فرستاد معنی متبادر آن امکان وقوعی فرستادن آن گدا مر بادشاہ را در زنداں در متفاهم عرف خواهد بود و برائے ہمیں اہل عرف آن قائل را یا وہ سرا و سپودہ گو خواہند دانست و اگر قائل تاویل خواهد کرد باین کہ مراد من امکان ذاتی بالنظر الی نفس الذات است و حصول تسلط و استیلا بر مر بادشاہ مر گدا را بالنظر نفس حقیقت انسانی ممکن است کہیں تاویل نخواہد پذیرفت چه امکان ذاتی در متفاهم عرف ہرگز متبادری نمی شود و تفہیم کہیں نمی آید و معنی متبادر کار خود می کند و تاویل آن برائے تلافی آن کافی نمی باشد۔

بعد ایں تمہید باید شنید کہ مدلول کلام ایں قائل، صحت تعلق تکوین است بجزوہ ہا کساں کہ برابر حضرت سیدالکائنات در جمیع کمالات باشند و ہر کہ بہرہ از زبان ریختہ اردو دارد و لعبت بے جا را بر کنار گزارد در تبادر ایں معنی اذال عبارت شک نمی آرد حال آنکہ صحت تعلق تکوین بوجوہ یکس ہم کہ با ذات ستودہ صفات آن سرور کائنات در جمیع اوصاف و کمالات برابری و مساوات داشتہ باشد باطل است زیرا کہ وجود یکس ہم کہ چنین باشد مستلزم کذب نص قرآنی است و کذب او سبحانه مستحیل بالذات است و آنچه مستلزم مستحیل بالذات باشد تعلق تکوین بآں صحیح نیست۔  
و نظم قیاس ایں است کہ وجود برابر آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات مستلزم محال بالذات است و ہر چه مستلزم محال بالذات است تعلق تکوین بآں صحیح

لہ و اگر (تا) ضرور است (ذ) لہ انکار (پ) لہ تبادر (ذ) لہ و (ذ) لہ لغت  
(پ) لہ بیک (پ)

نیست یا گفته شود و اگر صحیح بود تعلق تکوین بوجود برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات کذب او سبجہ صحیح بودے لیکن تالی باطل است ہچیاں مقدم۔  
اما بیانِ این کہ وجود کے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باشد مستلزم کذب او سبحانہ است این است کہ برابر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحمیہ سوائے نبیؐ تو نہ شد و وجود نبی بعد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحمیہ مستلزم کذب نص قرآنی کہ بودن آنحضرت خاتم جمیع انبیاء بہ نص قرآنی ثابت است،

قال اللہ سبحانہ :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ تَرَجَالِكُمْ وَالَكِنِّ

رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔

پس اگر برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحت صحت تکوین داخل باشد کذبِ این نص صریح صحیح گردد و العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

و اما بیانِ اینکه کذب او سبحانہ مستحیل بالذات است، این است کہ کذب صفت نقص و عیب است و انصاف او سبحانہ بصفات نقص و عیب محال بالذات است۔

و آنچه این قائل در بعض رسائل نوشته کہ کذب او سبحانہ و انصاف او باین تقصیہ

محال بالذات نیست چہ عقد قضیہ غیر مطابقتہ للواقع و القائلے آن بر ملائکہ و انبیاء خارج

از قدرت الہیہ نیست و الا لازم آید قدرت انسانی زیادہ از قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ

غیر مطابقتہ للواقع و القائلے آن بر معنی طبین در قدرت اکثر افراد انسان است، آرسے کذب

مذکور منافی حکمت است پس ممتنع بالفیر است و لہذا عدم کذب را از کمالات حضرت حق

می شمارند و او را اجل شانہ بآن مدح می کنند بخلاف اعرس و جماد کہ ایشان رسے بعدیم کذب

علہ نبی (دپ)

لہ نص این (اہل) لہ او (ذ) لہ مستحیل (تا) او سبحانہ (ذ) لہ از صفات (ذ) لہ است (دپ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مدح نمی کند و پُر ظاہر است که صفت کمال بعین است که شخصی که قدرت تکلم بکلام کاذب می داد  
بنا بر اعانتِ مصلحت و مقتضای حکمت و تنزه از ثلوث بکذب، کلام کذب نمی نماید؛ همان شخص  
مدوح می گردد بسبب عدم عیب کذب و اتصاف بجمال صدق۔

بخلاف کسی که لسان او ماؤف شده باشد که عقد قضیہ بر غیر مطابقت نمی تواند کرد یا شخصی

که هر گاه که کلام صادق می گوید کلام از و صادر می گردد و هر گاه که اراده تکلم بکلام کاذب می نماید  
آواز او بند می گردد یا زبان او ماؤف می شود یا کسی درین اورا بند می نماید یا حلقوم او را  
خفه می کند و یا کسیکه چیزیں قضایای صادق را یاد گرفته است و اصلاً بر ترکیب قضایای  
دیگر قدرت ندارد و بناً علیہ کلام کاذب از و صادر نمی گردد، این اشخاص مذکورین نزد  
عقلا قابل مدح نیستند، بالجله عدم تکلم بکلام کاذب ترفعاً عن عیب الکذب و تنزهاً عن  
الثلوث به، از صفات مدح است و بنا بر عجز از تکلم بکلام کاذب هیچگونه از صفات مدح  
نیست یا مدح یاں بسیار آوردن است از مدح بادل، انتہی کلامہ۔

سبحان اللہ و تعالی عما یقولہ الظالمون علواً کبیراً این چه عقیدت است کہ اند  
زبان این قائل تراوش کرد و این چه کلام ضلالت التیام است کہ بے باکانہ از توکب خاموش  
ریخت، چه این قائل اعتراف دارد باین کہ کذب نقص و عیب است و باین اعتراف  
قائل می شود باین کہ اتصاف او سبحانہ بکذب ممکن است، پس این صریح اعتراف است  
بامکان ناقص و معیوب بودن او سبحانہ و تعالی عما یصفون، حالاً شکایت از کلمات اشخاف  
و از راکر کہ از و نسبت بحضرت سید الوری و دیگر حضرات ملائکہ و انبیاء و اولیاء بمقتضای

له صفات (اصل) له که x (ذ) له بکلام (تا) بکذب x (ذ) له بکلام (ذ) له عدم x (اصل) له  
نمی (ذ) له آن (پ) له نمی (پ) له نمایند (ذ) له یاں بسیار (ذ) له اللہ (ذ) له

تجسیرت برزودشه باقی نیست چه اعتقاد او نسبت به جناب خالق البرایچنین است تا بحال  
برایاچیرسد -

واستدلال او باین که عقده قضیه غیر مطابقته للواقع والقلائے آل بر ملائکه و انبیاء خارج  
از قدرت الهی نیست ، در عجب می افکند چه کذب عبارت از عقده قضیه غیر مطابقته للواقع و  
القلائے آل بر مخاطب علی الاطلاق نیست - او سبحانه و تعالی در اکثر مقام از کلام معجز نظام حکایت  
عن الانام قضایا کاذبه مذکور فرموده بلکه معنی کذب قائل اخبارش بقضیه غیر مطابقته للواقع است  
و آل خود صفت عیب و نقض است و قول بامکان اتصاف او سبحانه بعیب و نقصان از  
شان اهل ایمان بر کراں و تلفظ باین چنین کلام بر آسنه و سماعت آل بر مسامع اهل اسلام  
به غایت گران است ، آرسه اینها بکسے توان گفت که با یماں بر سر کار سے دانسته باشد -

وقول او

“والا لازم آید که قدرت انسانی زیاده تر از قدرت ربانی باشد“

تعجب بر تعجب می افزاید و دقیقه رسی و قوت حدسی قائل را در انظار نظار جلوه گر می نماید  
سبحان اللہ و تعالی عما یصفون - ظاہر است که از تکاب فواحش فظیحه و قبائح شنیعه که  
اتصاف او تعالی عقللا و سمعا و ضروره و شرعا از تمنعات ذاتیه و مستحیلات عقلیه است  
تحت قدرت انسانی داخل است و تحت قدرت ربانی داخل نیست فعلا زعمه لازم آید که  
قدرت انسانی از قدرت ربانی زائد باشد ، العیاذ باللہ تعالی -

و حل شبر این است که قدرت بر اتصاف بعیوب و نقائص و ارتکاب قبائح و  
فواحش خود عیب و نقض است و او سبحانه از جمیع نقائص و معائب و قبائح و فواحش منزّه و  
متعالی است و قدرت کامله که از اوصاف او سبحانه است آل قدرت بر ایجاد جمیع

له قضیه x (ذ) له بعیب x (ذ) له بچین (ذ) له فظیحه x (ذ) له معائب x (ذ) له است x (ذ)



ممکنات است۔

گویا قدرت مطلق دو قسم است :

یکے قدرت کاملہ کہ از اوصاف مختصہ حضرت باری جل شانہ است ،

دوئی قدرت ناقصہ کہ از اوصاف مخلوقات است ،

وقدرت ثانیه نسبت بہ قدرت اولیٰ بمراتب غیر متناسبہ ناقص است پس از وجہ

قدرت ثانیه در انسان و عدم امکان آن در ذات ایزدی عزوجل زیادت قدرت انسا

بقدرت ربانی لازم نمی آید۔ شاید معنی لفظ زیادت بحیال شریف نگذشت ، زیادت ش

برشے آن را گویند کہ شے اول مشتمل باشد برشے ثانی و جز آن ، نخست می بایست کہ شت

قدرت انسانی بر قدرت ربانی باثبات می رسانید ، بعد از آن بیان می کرد کہ قدر

انسانی مشتمل است بر چیزے کہ علاوه قدرت ربانی است آن گاه می توانست گفت

زیادت قدرت انسانی بر قدرت ربانی لازم می آید ، سبحان اللہ ! باین مبلغ علم و باین مقدار

دخل در معقولات چه ضرور است ، ازین جا است کہ گفته اند

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِالْحِكْمَةِ فَلْيُحَدِّثْ لِنَفْسِهِ

فِطْرَةً آخِرَى -

دانشچه گمان برده کہ عدم کذب را برائے ہمیں در مدارح الہی می شمارند کہ او سبح

با وجود قدرت بر کذب ، تکلم بکلام کاذب نمی فرماید و آن را بعبارت مطمئنه کثیرة الالفاظ قلید

المعنی برائے فریقین مشتے عوام کالانعام بہ بیان آورده از تمویہ پیش نیست چه سائر تقدیسات

تتمیز بہات حضرت الہیہ از عیوب و نقائص و قبائح و فواحش در محامد و مدارح الہیہ محدود

در خصوص در معرض ثنا موجود اند حالانکہ اتصاف او سبحانہ بآن نقائص و فواحش از حمد

بله است. x (ذ) بله به x (ذ) سکه تقدیسات x (پ) سکه معروض (ذ)

ممتنعات عقلیہ و استحیلات ذاتیہ است و غایت مدح شان الہی ملین است کہ انصاف او  
سبحانہ بہ بیچک عیب و نقیصہ در تجویز عقلی ممکن نیست، ہمیں کمال تنزیہ و تقدیس است و  
تقدیس و تنزیہ او سبحانہ را از انصاف بکذب بسبب عدم امکان انصاف او بیویوب و  
نقائص عجز نتوان گفت چه عجز عبارت است از عدم القدرۃ علی ما من شانہ ان یکن مقدوراً  
و چون انصاف او تعالیٰ بکذب ممتنع بالذات است مقدور نہیست پس عدم قدرت  
بر انصاف بآن عجز نمی تواند بود، حال در قول قائل و بنا بر عجز از تکلم بکلام کاذب، بیچگونہ از صفات  
مدح نیست باطل باید کرد کہ معنی عجز بخیاں شریف نیامدہ است و اللہ مولیٰ  
الحکمتہ و مولیٰ العصمتہ۔

باید دانست کہ این بیان برائے اثبات عدم صحت تعلق تکوین بہ کسے کہ برابر  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صفات کمال فرض کردہ شود مسوق شدہ است  
و این بیان برائے ابطال کلام این قائل کہ مدلول آن صحت تعلق تکوین بہ بیچوکس است  
کافی و از عبارہ و کدورت صافی است، اما اجرائے این بیان برائے نفی صحت تعلق قدرت  
الہیہ بہ بیچوکس خالی از اختلاف نیست، چه لازم از این بیان این است کہ برابر آنحضرت صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات ممتنع یا غیر است و لازم نیست کہ ممتنع یا غیر تحت قدرت الہی داخل نباشد تا لازم آید کہ  
بیچوکس داخل تحت قدرت الہی نباشد و ہنوز باید دانست کہ این گفتگو کہ از ما واقع شد  
بر سبیل تنزیل و ماشاۃ مع القائل است و الاصل مذہب ہمان است کہ وجہ ثانی مذکور می شود۔

**الوجہ الثانی :** باید دانست کہ چون از زبان این قائل این کلمہ برآمدہ بر عقیدت  
دلی او در شان حضرت سید الاولین و آخرین صلوات اللہ و سلامہ علیہ آگاہی دادہ

لہ یہ (ذ) کہ تقدیس (ذ) کہ است (پ) کہ این (ذ) کہ عدم اثبات (اصل) کہ بہ (ذ)

(اصل) کہ اب (ذ) کہ بہ (ذ) کہ اصل (اصل) کہ شعور (پ) کہ بے ادبی (ذ)

[Click For More Books](#)

دلہاتے مؤمنین مخلصین درایمان این قائل اشتباہ افتادہ، این قائل از مدلول کلام خود انصاف  
و چشم پوشی کرده برائے آل معنی اختراع آورده خواست کہ آنرا بر عموم قدرت الہی محمول و امرکار  
ذاتی برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برابر آئے ان مفاد و مدلول قرار دہتا از شاعت  
کہ در ان افتادہ است و از مدوازیں و سابق طریق فرار ادبیں مسدود و این خیال و این  
احتیال را از اذہان اولی الافہام دور و نا بود نمودیم، مگر نمی خواہیم کہ علی سبیل التمزیل و جبر  
بطلان کلامش در آریم و ہوس تاویل این ابا طیل در دلش باقی نگذاریم۔  
حالا باید شنید کہ سابق گذشت کہ مراد این قائل از برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فردے است کہ مشارک آنحضرت باشد در ماہیت و مساوی ایشان در اوصاف  
کمال باشد یعنی ہر کما لے کہ در آنحضرت یافتہ شود مثل آن در ان فرد ہم موجود باشد کہ مشارک  
با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ماہیت و مساوی ایشان در اوصاف کمال باشد یعنی  
ہر کما لے کہ در آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یافتہ شود مثل آن در ان فرد ہم موجود باشد  
و اگر فردے مشارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ماہیت باشد الا مستجمع اوصاف و  
کمالات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نباشد بلکہ بعض کمالات در آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم یافتہ شوند کہ در ان فرد موجود نباشد یا چنین باشد العیاذ باللہ کہ ان فرد مستجمع  
کمالات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باشد و در ان بعض کمالات یافتہ شوند کہ در ان  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یافتہ نشوند ان فرد برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیست بلکہ  
کمتر است یا العیاذ باللہ! قرول تہ۔

لہ مؤمنین x (ذ) نلہ ویرائے (پ) نلہ و x (ذ) نلہ و ازین x (ذ) نلہ سابق (ذ) لہ یعنی  
رہ کماں باشد، نباید اثر نہ کہ در x (پ) نلہ آل در ان (ذ) نلہ ہاں

عنا دَعُوْفِ مِی کَنیم کَشَخَصَه کِه بِرَابِرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات باشد  
ممتنع بالذات است و بر چه ممتنع بالذات است تحت قدرت الهی داخل نیست پس ثابت  
شد کہ شخصه کِه بِرَابِرِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات باشد تحت قدرت الهی  
داخل نیست۔

بیان کبریٰ این است کہ اگر بیچک ممتنع بالذات تحت قدرت الهی داخل باشد  
ممکن ذاتی باشد انقلاب من الامتناع الذاتي الى الامکان الذاتي مستحيل بالذات، پس آنچه ممتنع  
بالذات است تحت قدرت الهی داخل نمی تواند شد و آنچه در خواطر عامیه و افهام سوقيه می گذرد  
و در غده می کن کہ نفی قدرت او سبحانه بر ممتنعات عقلیه و مستحیلات ذاتیه مستلزم قول بعجز  
او سبحانه است، العیاذ باللہ من ذلک جهالتی بیش نیست، چه عجز عبارت است از  
عدم القدرۃ عما من شأنه ان یکون مقدوراً و ممتنع ذاتی مقدور نیست پس عدم قدرت  
بر آن مستلزم عجز او سبحانه نمی تواند بود۔

مثلاً اگر کسی گوید کہ او سبحانه بر خلق نظیر و شریک خود یا بر خلق اجتماع نقیضین  
یا ارتفاع نقیضین قادر نیست، نتوان گفت کہ این قول بعجز او سبحانه است و آیات  
دالہ بر عموم قدرت او سبحانه نحو قوله تعالیٰ :

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

و قوله سبحانه

وَ كَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا

الی غیر ذلک، تناول ممتنعات عقلیه بر نیست چه ممتنع عقلی شے نیست تا در عموم کل شے

له شخص (ذ) له که x (ذ) له انقلاب (پ) له عامه (پ) له پیش (ذ)

له است x (پ) له وادته (ذ) له عقلی (پ) له نیست x (ذ)

داخل باشد و اگر کسی از نفی قدرت او سجنه بر متنعات عقلیه و مستحیلات ذاتیه تماشائی کند و ایراد  
از باب اسارت ادب نسبت بحضرت کبریا سے ایزدی عمل ثناء و عز مجده انگار و ایمان  
توحید را بر کنار گزارد و به امکان شریک او تعالی و عدم او سبحانه و امکان اتصاف او سبحانه  
به نقائص و قبائح و تجسیم و تمکن و تجزیه و غیر ذلک اعتقاد آرد و چه این ہم متنعات ذاتیه اند، اگر  
مقدور باشد بلا شبه ممکن باشد، تعالی اللہ عما یصفون۔

پس حق این است کہ او سجنه بر ہر ممکن ذاتی قادر است و ہر چه ممکن ذاتی است  
بسیب عدم صلوح وجود، صالح مقدوریت نیست، عدم شمول قدرت الہی متنعات  
عقلیہ را از جهت قصور آنها از صلوح وجود است نہ از جهت عجز او سبحانہ العیاذ باللہ  
تعالی من ذلک۔ آری اگر کہ ایمان بے دین نقی قدرت الہی از ممکن ذاتی روا دارد کہ  
منکر قدرت او سبحانہ باشد، نحو ذلک من ذلک۔

### آبایان الصغریٰ قلوبہم

اول اینکه قضیہ سالبہ کلیہ دائمہ کہ لا شئی کین من مبین ذاتی بیست  
لسیدنا محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی الکمالات ذاتیہ  
صادق است، پس ضرور است کہ عکس آن نیز صادق باشد و ہر قولنا لا شئی  
مساو لسیدنا محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی الممکنات بیست ذاتیہ  
آبایان صدق اصل دین است کہ اگر قولنا لا شئی من ممکن ذاتی مساو لسیدنا محمد  
تعالی علیہ وسلم فی الکمالات دائمہ، صادق نباشد نقیض آن صادق شہنشاہ است  
اسانقاع النقیضین و نقیض آن موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ است و آل قول قائل  
بعض الممکن الذاتی مساو لسیدنا محمد صلی اللہ تعالی  
علیہ وسلم فی الکمالات بالفعل ای فی احد الانتمنتہ التثلاث

لہ وارد (ذ) لہ مقدوریت مقدور (ذ) لہ آری (تا) من ذلک x (ذ)

و این قضیہ موجب جزئیہ مطلقہ عامہ کاذب است نزد ہر مسلمان، و ہر گاہ اصل صادق باشد عکس آل یقیناً صادق باشد، پس ثابت شد کہ مساوی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات حکم ذاتی نیست، پس از دو حال خالی نیست یا واجب بالذات باشد العیاذ باللہ تعالیٰ یا ممنوع بالذات، اول باطل است بالضرورة، پس متعین شد کہ ممنوع بالذات است و ہو المطلوب۔

و جہت ثانی این است کہ قول بامکان شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد قول بامکان اجتماع نقیضین است و ہو باطل، اما بطلان آل ظاہر است، و اما آنکہ قول بامکان شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد قول بامکان اجتماع نقیضین است، پس بیان این این است کہ اگر فرض کردہ شود کہ شخصے برابر آنحضرت در جمیع کمالات باشد از دو حال خالی نیست، یا آن شخص خاتم الانبیاء باشد یا آن شخص خاتم الانبیاء نباشد و علی التقاریرین برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نشد، چہ اگر آن شخص خاتم الانبیاء باشد بریں تقدیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نباشد، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

پس در آن شخص کما لے باشد کہ در آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نباشد و ذلک اکمال ختم الانبیاء، پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برابر آن شخص نباشد و اگر آن شخص خاتم الانبیاء نباشد و آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاشبہ خاتم الانبیاء ہستند پس در آنحضرت کما لے یافتہ شد کہ در آن شخص بریں تقدیر نیست و ہو ختم الانبیاء، پس آن شخص برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نباشد فعلى التقديرين يلزم عدم التساوي على تقدير تحققه۔

پس تحقیق پیوست کہ وجود شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع

لہ ایک (پ) لے قول (تا) کمالات باشد x (ذ) لے تحقیق (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کمالات باشد مستلزم این است کہ آن شخص برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات  
نباشد و بیثبوت رسیدہ کہ قول بامکان شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع  
کمالات باشد قول بامکان اجتماع لفتیضین است و آن مجال بالذات است پس وجود  
شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد مجال بالذات است  
یا گفته شود کہ وجود شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد  
مستلزم عدم آن شخص است و ہرچہ وجود آن مستلزم عدم آن باشد مجال بالذات  
است، پس وجود شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات  
مجال بالذات است و ہوا المدعی۔

و برائے اثبات استیلاہ بذاتی وجود شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم در جمیع کمالات باشد، دیگر حجث قاطع و دلیل ساطع است کہ بنا بر آن برسکہ وحدت  
وجود کہ مختار حضرات ائمہ کشف و شہود است، بودہ است و اصل مبنی علیہ یعنی توحید  
وجودی بہ برہان عقلی و دلائل نقلی ثابت است الا چون آن مسکک دشوار گزار و فہم آن برہان  
بہ غایت دشوار است، ذکر آن دریں جا مناسب مقام و ملائم مذاق افہام نہ نمود و  
چون قائل را کہ رائے زرین و فہم سلامت قرین یعنی نظر ظاہر بین و عقل خطا انگین او متوجہ  
دقیقہ رسی و بار یک مبنی بکہ مجوزہ حق جوئی و صواب گزینی نیست، چند وساوس در گرفتہ  
اند و در شخص فہم تارک و پے فرورفتہ اند، مداوا و علاج و اصلاح مزاج او  
ضرورت افتاد۔

پس باید دانست کہ این قائل بہ وسوسہ موسومہ بہ سہہ و دلائل برائے امکان

سہہ پس (تا) مجال بالذات است x (پ) سہہ حجتہ (اصل) سہہ است x (ذ) سہہ شے  
(پ) سہہ زرین (ذ) سہہ عقلی (اصل) سہہ دقیق رسی (ذ) سہہ تجویز (ذ) سہہ وودہ (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

شأن شکر بر آبرو حضرت صلی الله تعالی علیه و سلم در کمالات باشد در بعضی رسائل آورده است  
 که یک از آنها عقلی و دیگری نقلی است باید که هر یک را ذکر کنیم و آن شباهت با انزات کنیم  
 اما دلیل عقلی این است که بر آبرو حضرت صلی الله تعالی علیه و سلم عبارت است  
 از فرد انسانی که مشارک آنجناب باشد در مابیت و اوصاف کمال پس اقسام بالذات  
 یا بسبب امتناع مشارکت در مابیت خواهد بود یا بسبب تنوع اوصاف باوصاف  
 مذکوره بالنظر الی نفس الذات است و بر ظاهر است که مابیت آنجناب انسان است  
 و اشتراک مابیت انسان در الوف الوف افراد متمتع نیست و اوصاف باوصاف مذکور  
 نظر بنفس مابیت متمتع نه و الا اوصاف آنجناب هم باوصاف مذکور متمتع می باشد  
 فَإِنَّ حُكْمَ الْمِثْلَيْنِ وَاحِدٌ فِيمَا يَثْبُتُ وَيُسَلَبُ بِالنَّظَرِ إِلَى  
 نَفْسِ الْمَاهِيَةِ وَإِلَّا لَزِمَ عَدَمُ اشْتِرَاكِ الْمَاهِيَةِ بَيْنَهُمَا  
 فَيَلْزِمُ عَدَمَ الْمَسَائِلَةِ، هَذَا خُلْفٌ، پس وجود مثل مذکور متمتع بالذات  
 نباشد، انتهى بلفظه -

این دلیل که بنام شبه درخور است و بی بیش نیست چه عدم امتناع بسبب  
 عدم امتناع مشارکت در مابیت است لیکن عدم امتناع بنظر عدم تنوع اوصاف  
 باوصاف مذکوره بالنظر الی نفس الذات نیز مسلم زیرا که آنچه مابیت آن در ضمن یک است  
 متصف یا ممکن الا اوصاف باشد لازم نیست که اوصاف مابیت آن در ضمن فرد دیگری  
 ممکن باشد -

مثلاً اوصاف مابیت انسانی به شخص زیدی باشد الی ذواتها ممکن است لیکن

له شخص (ذ) که دور (ذ) که است x (ذ) که هم (ذ) که ای سند اپ (ذ)

ثبت (اصل) که بسبب (ذ) که امتناع (ذ) که کفر (ذ)

[Click For More Books](#)



در ضمن زید اما اتصاف مابیت انسانی به تشخص زیدی بالنظر الی نفس ذاتها در ضمن تشخص و بجز تشخص  
عمر و ممکن نیست و الا تشخص زیدی، تشخص نباشد بلکه قابل اشتراک بین کثیرین باشد، پس  
اتصاف مابیت انسانی به تشخص زیدی در ضمن عمر و متمنع بالذات و در ضمن زید ممکن بالذات  
است و ازین عدم اشتراک زید و عمر و در مابیت انسانی لازم نمی آید، و قاعده حکمه  
المِثْلَيْنِ وَاحِدٌ فِيمَا يَشْتَبُهٗنَّ وَ يَسْتَلْبُ بِمَا يَنْظُرُ لِي نَفْسِ الْمَاهِيَةِ  
علی اطلاقها ممنوع و لزومی هم اشتراک مابیت و عدم نمائت نیز ممنوع است  
کما صورنا۔

اگر در خاطر و بجه بگذرد که امکان اتصاف مابیت انسانی به تشخص زیدی بنظر  
نفس مابیت نیست بلکه بنظر خصوصیت است دفع کرده شود باینکه موصوف به تشخص  
زیدی و مصداق یا نفس مابیت انسانی بذاتها است یا مابیت انسانی مع کدام عارض  
زائد، ثانی باطل است چه این عارض زائد یا پیش از تشخص عارض شده یا بعد از آن، اگر بعد  
آن عارض شده است، مصداق تشخص و متصف با آن نفس مابیت شد و هو المطلوب  
و اگر پیش از تشخص عارض شده است از دو حال خالی نیست یا مابیت بعروض آن  
عارض پیش از تشخص مشخص شده است یا نه، اول باطل است و الا تشخص مابیت  
پیش از تشخص لازم می آید، و در صورت ثانی مابیت با وصف عروض آن عارض کلی قابل  
الاشتراک است پس این کلی قابل الاشتراک بنفسه ممکن الا اتصاف به تشخص زیدی شد  
و هو المطلوب، علاوه ازین عروض بیچک عارض پیش از وجود که مساوق تشخص است  
معقول نیست و این مسأله که متعلق فلسفه است به تفصیل و تحقیق تمام بجای خود مذکور است  
و حقیقت حال این است که تشخص بنفس ذاتها اشتراک و لو بین اشخاص

له خاطر (پ) که و (ذ) که است x (ذ)

ابار می کند و بچپان بعض کلمات مختصه جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
از اشتراک بین شمنین آبی است، چنانکه ختم نبوت است که اگر در رد و شخص مشرک فرض کرده  
شود، اتصاف یک شخص بآن مستلزم انتفاء اتصاف شخص دومی بآن است چنانکه مذکور  
شد، قائل از حال وصف چشم پوشی کرده، امکان اتصاف نفس با مهیت بآن دست  
آورند امکان اشتراک آبی گداند، و این معنی ما که یک وصف در دو شخص مشترک نمی تواند  
شد. بلاط طاق بسیار می گزارد.

اما نقلی پس در وجود کمال که او سبحانه می فرماید :

أَوْسَىٰ زَلَّيْلًا خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
يَقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ سَبَلِي وَهُوَ الْخَلَّافُ  
الْعَلِيمُ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ  
لَهُ كُنْ فَيَكُونُ -

پس ضمیر جمع مذکور راجع است بسوئے جمیع بنی آدم، زیرا که کریمه مذکوره در مقام  
بیان معاد واقع گردیده، پس هر که در معاد زنده خواهد شد، آن داخل است تحت کریمه  
مذکوره و ظاهراً است که هر فرد از افراد انسانی در معاد زنده شدنی است پس مثل او  
بمقتضای کریمه مذکوره داخل تحت قدرت الهی باشد پس گویا ترکیب دلیل مذکور بدین  
وجه باشد که آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در معاد زنده خواهد شد و آن از ضروریات  
دین است و هر که در معاد زنده خواهد شد پس وجود مثل او داخل است تحت قدرت الهی  
بمقتضای کریمه پس مثل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل باشد تحت قدرت الهیه  
و هو المطلوب -

له از دو (پ) له خواهد بود (پ)

این عجب استنباطی است که رونق شکن استنباطاتِ آخرین است و ادواتِ هر چند  
این تفسیر آیت قرآنی نیست مگر آیت تفسیر دانی این قائل است۔

قاضی بیضاوی در تفسیر می فرماید :

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
مَعِ كِبْرٍ جَرَمِهَا وَعَظْمٍ شَانِهَا يَقَادِرُ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ  
مِثْلَهُمْ فِي الصِّغْرِ وَالْحِقَارَةِ بِالْإِضَافَةِ إِلَيْهِمَا  
أَوْ مِثْلَهُمْ فِي أُصُولِ الذَّاتِ وَصِفَاتِهَا وَهُوَ  
الْمَعَادُ الْآخِرِيُّ۔

باید دانست که کفار منکران معاد جسمانی می گفتند که

مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ سَاءٌ مَيْمٌ؟

یعنی کدام کس زنده خواهد کرد استخوانها را و حال آنکه بوسیده اند۔ این آیت که می برآید  
رفع استبعادِ آل منکران معاد، مسوق شده و معنی آل این است آیا نیست کسی که آفریده  
است آسمانها و زمین را که اجرام کلاں و اجسام عظیم الشان اند توانا بریں که بیا فرسند مانند  
ایشان در کوتاهی و حقارت نیامند ایشاں در اصول ذات و صفات آل؛ بلی او بریں توانا  
است و آل خداست آفریدگار دانا است، نیست شان او و وقتے که اراده کند چیزی را  
جز این که گوید بر آنے آل بشو، پس می شود آل چیز۔

پس بدلولِ این آیت <sup>بکے نصیح</sup> قدرت بر اعاده ابدان و رفع استبعاد منکران است  
و مراد از مثل در اینجا مثل است در اجزائے بدنی و صفائے که بدان تعلق دارد یا مثل در کوتاهی  
و حقارت است <sup>بکے</sup> در جمیع کمالات، چه ذکر مثل در جمیع کمالات از بیان حشر جسمانی

له استیناطی (ذ) له قرآنی (ذ) ذاتی (پ) له آن × (ذ) له اند (پ) له مقدار  
(پ) له در × (ذ) له مثل × (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

واعادۃ ابدان بوجہ قفلن و مناسبت ندارد، پس مدلولِ این آیت این است کہ مثلِ  
بر فرد انسانی در اجزائے بدنی و ما يتعلق بہا یا در حجم و مقدار، تحت قدرت الہی داخل است  
و ہم مساوی فی جمیع الکمالات از لفظِ مثل در مثلِ این مقامِ بعد از امثالِ امثال، پس این  
تفسیر آیتِ قرآنی، دلیلِ تفسیر دانیِ این یگانہ عالم بیان و معانی است نہ دلیلِ امکانِ مساوی  
حضرت سید افراد انسانی است در جمیع کمالاتِ فاضلہ نفسانی، مقامِ استعجابِ این است  
کہ این مثلِ بے مثل از لفظِ مثل دریں آیت، مساوی فی جمیع الکمالاتِ فہمیدہ تکلفِ دلیل  
خاطر خواہ خود ہم رسانید آسان تر این بود کہ بقولِ اوسبحانہ

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

استدلال می فرمود کہ این آیت دلالت بر امکانِ چہ بلکہ بر وقوعِ امثالِ آنحضرت صلی اللہ  
تعالی علیہ وسلم دلالت دارد و لفظِ مثل دریں آیت نیز واقع است و معنی متبادر از لفظِ مثل  
در ذہن قائل ہمان است کہ در پیئے اثباتِ امکانِ آن افتادہ است العیاذ باللہ  
من سور الفہم و سور الاعتقاد و سور التوفیق للسداد والرشاد۔  
وجہ دومی این است کہ حق تعالی و علل در کلامِ پاک خود در مقاماتِ عدیدہ از وجودِ  
مخلوقات بر احاطہ قدرت خود بر امثالِ آنها استدلال فرمودہ، چنانچہ از احیائے ارض و  
انزالِ مطر بر احیائے موتی در آیاتِ کثیرہ استدلال فرمودہ،  
منہا قولہ عزوجل :

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْشَرْنَا

بِهِ بَلْدَةً مَيِّتًا وَكَذَلِكَ نُخْرِجُكَونَ۔

لہ بوجہ (تا) در اجزائے (پ) لہ سید (ذ) لہ خود (ذ) لہ آن آسان (پ) لہ کہ  
(ذ) لہ آیت (پ) لہ والذالموفق (پ) لہ کذکون (ذ)

وانذا یجاد آدم علیہ السلام بے پدر بر امکان ایجا و عیسیٰ علیہ السلام بے پدر استدلال  
فرموده :

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ  
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ-

و بالجمله استدلال بوجہ مذکور در قرآن مجید شائع و متعارف است، پس برین تقدیر  
وجود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود دلیل باشد بر امکان مثل ایشان بر قدرت الہی پس گویا  
ت ترکیب دلیل برین تقدیر باین وجه خواهد بود، ہر گاہ کہ وجود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل  
است تحت قدرت الہیہ پس وجود مثل آنجناب داخل باشد تحت قدرت الہیہ لیکن  
وجود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل است تحت قدرت الہیہ پس وجود مثل آنجناب  
داخل باشد تحت قدرت مذکورہ لکن حکم السائلین و احد فی الدخول  
تحت القدماة و عدمہ بمنطوق القرآن و هو المطلوب۔

این شبہ ہم و ہم ہمیش نیست زیرا کہ اوصاف بر دو گونه است :

یکے آنکہ ممکن الاشتراک بین اشیا باشد و ابارا اشتراک نداشته باشد چنانکہ  
وجود بے پدر کہ اشتراک بین اشخاصین آبی نیست، اتصاف آدم علیہ السلام باین وصف  
منافی اتصاف عیسیٰ علیہ السلام باین وصف نیست چه اتصاف کے وجود بے پدر  
مستلزم انتفائے اتصاف کے دیگر باین وصف نمی شود یا قبول حیات کہ اتصاف  
ارض بآن مستلزم انتفائے اتصاف موفی بآن نیست۔

و دومی آنکہ ممکن الاشتراک بین اشیا نباشد چنانکہ خاتمیت سائر انبیاء کہ

لہ باشد (پ) لہ پس (پ) لہ مذکورہ (پ) لہ لکن (ذ) لہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ

ہم (ذ) لہ مستلزم (ذ) لہ و دیگر (ذ) لہ بآن آئیے (ذ) لہ چنانچہ (پ)

اتصاف یک شخص باین صفت مستلزم انتقال تصاف دیگرے باین صفت است۔  
پس اگر کدام چیز بیک وصف متصف باشد و آن وصف از قسم اول باشد وجود  
آن چیز بر امکان مثل او دلیل تواند بود و همین منطوق قرآن مجید است و اگر آن وصف از  
قسم ثانی باشد وجود کے کہ ہاں وصف موصوف باشد دلیل امکان مثل او دریاں وصف  
نمی تواند بود چہ تصاف آنکس بدان وصف دلالت دارد بر اینکه شریک او دریاں  
وصف ممنوع الوجود است و الا وصف ممکن الاشتراک باشد و المفروض خلافہ۔

پس استدلال این قائل بر امکان شخصی کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد با وجود  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صورتی قابل سماعت تواند بود کہ این قائل اول باثبات رساند کہ جمیع اوصاف  
کہ در ذات ستوده صفات آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحمیۃ موجود بوده اند از قسم اول یعنی  
ممكن الاشتراک اند و ہواول المسئله فجااء الحق و نزهت الباطل انت  
الباطل کان نزهوقا۔

باقی ماند درین مقام امرے واجب الاعلام کہ این قائل عوام کا لانعام را ازال  
غافل یافته آن بیچارگان را بحیلہ خود رام و بر قریب خود در دام می کند و آل این است کہ  
از افتناع ذاتی مساوی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات، وجوب ذاتی  
آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحمیۃ لازم می آید و این مفسطہ بیش نیست از افتناع ذاتی مساوی  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجوب ذاتی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لازم نمی آید  
آرے از افتناع ذاتی نقیض شے، وجوب ذاتی آل شے لازم می آید، الا مساوی شے فی کمالات

لہ مثل (پ) لہ ہاں (پ) لہ اد (ذ) لہ اشتراک (ذ) لہ در جمیع (تا) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ذ) لہ وجود  
یا خود (پ) لہ نمی (پ) لہ و این (تا) نمی آید (پ) لہ آرے از افتناع ذاتی شے وجوب نقیض آل لازم می آید  
حالا کہ افتناع ذاتی مساوی شے کہ وجوب نقیض شے کہ (تا) لہ آنحضرت شے (پ)

کجا و نقیض شے کجا؟

و نیز گمانہ و بے نظیر بودن در کمالات خاصہ و جوہ ذاتی نیست، خاصہ و جوہ ذاتی این است کہ مشارکت فی الحقیقہ متصور نباشد چه مصداق و جوہ ذاتی حقیقت احدیہ بسیطہ متشخصہ بذاتہا است کہ آن خود بذاتہا قابل اشتراک نیست پس آنچه از کلام این قائل در بعض رسائل مفہوم می شود کہ قول باقتناع ذاتی مساوی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی کمالات از شان موحدین او سجانہ نیست و بہ سماعت آل موحدین را موسے بر تن می خیزد، اگر جہالت نیست باز چیست؟

و نیز آنچه این قائل در بعض رسائل گفته کہ این کلام یعنی آل کلمہ لاطائل اظہار عبودیت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید الاخرین والاوائل است، کلام بے معنی و خیال باطل است، چه قول باقتناع ذاتی مساوی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات منافی مخلوقیت و عبودیت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسبت بخالق امکانات نیست مگر احتیال برائے فریب جہال بہر حال بکار، لہذا در حلیہ نگین متن و برائے صدق و اخلاص نہ بخشن مضطرب و ناچار است، واللہ یقول الحق و ہو بہدی السبیل۔

لہ آں « (ذ) لکھ الی السبیل (ذ)

## المقام الثالث

در بیان دلالت و اشتغالِ این مقالِ پُرخلال و اصلال بر استغفاف و انتقاص

شانِ مفروضِ الاجلال، سرِ مقررانِ بارگاہِ ذی الجلال

باید دانست که اشتغالِ کدام کلامِ مستغفاف و انتقاصِ شانِ کسے بصدق و کذب  
آلِ منوطِ نیست، بسا کلامِ صادقِ مشتمل بر تحقیر و کلامِ کاذبِ متضمنِ اجلال و توقیری باشد و نیز  
دلالتِ آلِ برآزرا و استغفافِ کسے بدان منوطِ نیست که از کلامِ دلالتی بر وقوعِ مضمونِ  
آلِ یا انتقاصی آلِ تصریحاً یا تلویحاً مفہوم باشد بلکہ کلامِ واحد بحسبِ سوقِ بر مقتضائے حال  
گاہی دلالت بر اجلال و تجلیل و گاہی دلالت بر تحقیر و تذلیل می کند، مثلاً چون گفته شود  
که "فلاں یک انسان است" اگر سیاق و سباقِ مقالِ یا مقتضائے حال مناسبِ تعظیم  
و اجلال خواهد بود این کلام بر کمالِ تعظیم و اجلال دلالت خواهد نمود و افاقتِ این معنی خواهد کرد  
که فلاں در نوعِ انسان، یگانہ زمان و اوقدا قرآن است و اگر قرینہ بحالی یا مقالی مقتضیِ ہانت  
مکانتِ آلِ شخص خواهد بود برآزرائے شانِ او دلالت خواهد کرد و انان کلامِ مستفاد خواهد  
شد کہ فلاں شخص احد من الناس لایعبأ به است۔

و فی امثل اگر گفته شود اگر فلاں خنزیر بود سے فاذورات خورد سے، ایں

لے انتقاص x (د) لے ذی الجلال فقط (پ) لے آل x (پ) لے ازرائے (اصل) لے متضمن

(د) لے بود (پ) لے است (پ) لے فلاں (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



کلام بے شبہ برآورد و تحقیر آل شخص دلالت دارد، گو این جمله شرطیه است و وقوع شرط  
 آن ضروری نیست و اگر گفته شود که اگر فلاں فرشته بودے در زمرہ ملائکہ مقربین  
 انسلاک یافته، این کلام بر اجلال شانش دلالت کند گو مقدم این شرطیه غیر ممکن  
 الوقوع است۔

و چنانکہ کلام بحسب مقتضائے مقام در دلالت بر ابانت و اگر اہم مختلف میشود  
 ہچنان بحسب اختلاف حال قابل دریں دلالت اختلاف می پذیرد مثلاً اگر کلام سردار  
 عالی مقدار گوید کہ من مردم ناچیز ہستم، این کلام از زبان او دلالت بر استخفاف ندارد،  
 بلکہ این کلام از بر غایت تواضع کہ از صفات ستودہ و ملکات محمودہ است دلالت  
 می کند و اگر زبیدی در حق این چنین سردار گوید کہ مردم ناچیز است این کلمہ ثقیل از زبان آن  
 ردیل نسبت بدال امیر جلیل غایت تحقیر و تذلیل است۔

و ہچنان اگر بادشاہ بہ وزیر اعظم کہ در بار گاہ او بر غایت مقرب و مکرم باشد  
 برائے اظهار قدرت و سلطنت خود گوید کہ اگر خواہم وزارت از تو بستانم و کمترین رعایا  
 را بمنصب تو رسانم و ترا بہ ندان در آرم یا ترا بردارم دریں کلام از زبان بادشاہ  
 استخفاف شان وزیر نیست و اگر کلام پیادہ در حوض مذلت افتادہ بہ وزیر اعظم گوید کہ  
 اگر بادشاہ خواہد وزارت از تو بستاند و کمترین رعایا را بمنصب تو رساند و ترا بہ ندان  
 فرسید یا بردار کشد دریں کلام کمال اذلال و ذریہ واجب الاجلال است و متکبر آل  
 در صواب دیدارے مغذلت پیرائے بادشاہ بہ پاداش تحقیر و ذریہ سزاوار اشد تعزیر است  
 چہ منصب آن پیادہ ہیچ چیز نیست کہ بچو کلام در شان واجب الاعظام وزیر عالی مقام

لہ از دربار (ذ) لہ است x (پ) لہ بای (ذ) لہ عظیم (پ) لہ است (پ)

لہ کمال x (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پر زبان راند بیکہ اور اپاہیہ نیست کہ بنام وزیر سے ختم کلمات تو قیر لب جنبانہ اوریں باب  
برائے تفہیم اولی الالباب حاجت مزید اظہار نیست۔

مثلاً قول او سبحانہ

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

متضمن استخفافِ شانِ معظمِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیست و قول کفارِ ضعیفین  
در جواب دعواتِ حضرت سید المرسلین علیہم الصلوٰت والسلام  
مَا آتٰكُمْ اِلَّا بِشَرٍّ مِّثْلُنَا

بلا ریب متضمن استخفافِ شانِ آنحضرت علیہم الصلوٰت والسلام است پس آیات  
قرآنی کہ ترجمانِ کلامِ نفسی ربانی است اگر مشتمل بر بیانِ اشغالِ قدرتِ الہیہ مر بعض امور را  
کہ عدم وقوعِ آن نظر بر اسبابِ خارجی و یقینی است در شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و  
سلم نازل شدہ کقولہ تعالیٰ :

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبِطَنَّ عَمَلُكَ

او کقولہ عزمِ قائل :

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

و کقولہ سبحانہ :

وَلَوْلَا أَنْ تَبَشَّرْتَ لَقَدْ كُنْتَ تَرْكُنُ إِلَيْهِمْ

شَيْئًا قَلِيلًا إِذْ ذُقْنَاكَ صِغْفَرَ الْحَيَاةِ وَصِغْفَرَ

الْمَمَاتِ -

دلالت بر استخفاف و انتقاصِ قدرِ آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ندارد مگر منصب

لہ ماہیت (پ) لکہ اشغال \* (ذ) لکہ بر (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کسے از امت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسبت کہ از خود کلماتی کہ مؤدائے آل کربیات  
ادا کنند در حق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گوید چه آل کلمات از زبان مخلوق متضمن از رائے  
به شان آل حبیب الرحمن است۔

و چون معلوم شد کہ حال کلام مورد دلالت بر استخفاف و عدم آل باختلاف متکلم مختلف  
می شود، کسے گمان نبرد کہ اگر تکلم همچو کلمات در شان حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام  
متضمن استخفاف و استقصا باشد، تلاوت آیات قرآنی کہ بر امثال آل کلمات مشتمل اند و  
تفسیر آل شرعاً و انباشد، آری جمع همچو آیات برائے اشعار و اعلام اینکہ چنین کلمات در  
شان آل سید الکلمات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام در قرآن مجید واقع اند تا جملہ و عوام  
آل را دست آویز جوانه اطلاق امثال آل کلمات در حق آل سرور موجودات علیہ  
ان کی تسلیحات دریافت و بان تمسک کرده در استخفاف شان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم بے باک و بیاد اسارت، مستحق تباہی و سزاوار ملامت شوند، متضمن غایت  
استخفاف به شان آل اشرف الاشراف و اشاعت شاعت بر السنہ عوام و اجلاف  
است، العیاذ باللہ تعالیٰ لمن ذلک۔

و نیز باید دانست کہ اگر کدام کلام در تحمید و ثنائے الہی متضمن گونہ استخفاف بشان  
اوسجانہ یا بشان کسے از انبیاء و مرسلین یا اولیاء یا ملائکہ باشد تفوہ بان ناجائز و نادر و  
است خواه آل کلام صادق باشد یا کاذب، مثلاً اگر کسے گوید کہ اوسجانہ چنین بے نیات است  
کہ ملائکہ و شیاطین نسبت بشان اوسجانہ برابرند یا کسے گوید کہ ہمہ اولین و آخرین نسبت  
بشان ایند می از چهار ذیل تراند، قائل این کلام مرکب استخفاف ملائکہ و اولین و آخرین

لہ متکلم (پ) لہ جمیع (اصل) لہ مجید x (ذ) لہ بشان (ذ) لہ تاجار (ذ)

لہ چنین (تا) بشان x (ذ) لہ اوسجانہ (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فدو این خود نارواست و اشمال آن بر تجمید و تناسل الہی آن را از تضمن استخفاف کہ ممنوع و نامشروع است بیرون نمی آرد۔

وازیں جا است کہ فقہاء فرمودہ اند کہ لفظ خالق القردۃ و الخنازیر، در حمد الہی آوردن نشاید حال آنکہ قطعاً معلوم است کہ کسے جز او ہیچ چیز را نمی تواند آفرید بلکہ ذکر اشیا خسیرہ در جنب اشیاے نفیسیہ گو در ضمن نفی باشد متضمن استخفاف قدریہ است۔ اشیاے نفیسیہ است، مثلاً اگر کسے در مدح با دشاہ گوید کہ با دشاہ در پوزہ گرفت یا گوید کہ با دشاہ از چارال بہتر است این کلام ہم مشتمل بر استخفاف نشان با دشاہ است۔ و چنانکہ دلالت کلام بر استخفاف از سوق آن برائے نفی منقصود می باشد ہمچنان استخفاف از آثار کسے کہ بر مضمون آن مترتب شوند گو در بادی الہی منقصود نباشد لازم و در آن کلام مضمومی باشد، مثلاً اگر کسے از نوکران با دشاہ گوید کہ سخن فلاں وزیر بھنور با دشاہ در حق کسے سبب نفع یا ضرر نمی تواند شد، این کلام بدو وجه متضمن تحقیر نشان وزیر است۔

یکے آنکہ او را بھنور با دشاہ منزلت نیست لہذا سخن او بہ بیچ نمی آرد۔ دومی آنکہ اجلال و توقیر وزیر ضرور نیست چہ او نہ کسے نفع تواند بخشید و نہ بہ کسے مضرت تواند رسانید پر و اسے او چہر با بد کرد و او را بہ کسے ہیچ منت از ایصال نعمت یا دفع مضرت نیست پس شکر او چہا بجا باید آرد۔

و نیز شعور باید داشت کہ استخفاف بہ نشان کسے بر چند گوناگون است :  
یکے استخفاف بشان او قصداً و عمدتاً،

لہ آن (پ) لہ چنانچہ (پ) لہ من (پ) لہ آن x (ذ)  
سبب (پ) لہ اتصال (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>





مثلاً گفته شود کہ نشانِ الہی این است کہ چوں خواهد در یک آن بیک حرف  
گن کردہ با انبیار و اولیاء و فرشتگان برابر جبرئیل و محمد پیدا کند و بوقوع آرد و اگر  
ہمہ اولین و آخرین از بشر و ملائکہ و جنہ کہ این عموم ہمہ کفار و مشرکین و اثنقیار و شیاطین  
را شامل است مانند جبرئیل و پیغمبر شوند و نقشہ در کار خانجات ملکش نخواہد افزود و اگر  
ہر ہمہ کہ این عموم جمیع انبیار و مرسلین و سید الاولین و الاخرین و ہمہ ملائکہ و مقربین و شہداء  
و صدیقین و عباد صالحین را متناول است مانند شیطان و دجال شوند کمی در رونق سلطنتش  
رو نخواہد نمود۔

پس غرض مسوق کہ الکلام استخفافِ شان و انتقاصِ قدرِ آنحضرت سید الانبیار  
و المرسلین خیر الانام، قدر شکنی و بے اعتنائی بشان دیگر انبیار و رسل عظام علی نبینا و علیہم السلام  
و عدم اعتقاد و عدم مبالغات بشان ملائکہ مقربین و اولیائے کرام است و اگر این معنی درین  
کلام مضمون و در خاطر قائل مرکوز و مکنون نباشد این کلام بے سود و مقصود و ابر باد و در حال  
ابکشاف یافت کہ براجمام این کلام در اثنا کے نفی شفاعت و جاہت کہ بے ذکر این کلام  
صرف بذکر دخل نبودن کسے در کار خانجات سلطنت ایزدی تمام بود ہمیں باعث شد و الا  
سابق گذشت کہ این کلام با مقصود و مرام ربط بین و حسن النیام ندارد۔

و جہ سوم اینکہ سیاق این کلام در متفہم عرف عام دلالت واضحہ متبادرہ بر استخفاف  
و انتقاص قدر عالی مقام حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام دارد و مثلاً اگر جماعتی بوزیر  
کدام سلطان ذمی اقتدار چنین اعتقاد داشته باشد کہ او در بارہ گاہ سلطانی بزمید و جاہت  
و نباہت بہ سبب مہربانی خسرانی از سائر اہل اعزاز و یگانگی و امتیاز دارد و کیسے خواہد کہ اعتقاد  
آن جماعت در حق آل و ذریرہ ہم نہ ند پس گوید کہ نشان بادشاہ این است کہ چوں خواهد کہ فرما

لہ مرد (د) لہ و (د اصل) لہ آنکہ (پ) لہ خسروانی x (پ) لہ اقرار (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کساں را در یک آن باں وزیر ہمسرو برابر گرداند بلاشبہ این کلام براستخفاف آن وزیر عالی  
مقام دلالت دارد۔

وہجپاں اگر قوسے اعتقاد کنند کہ فلاں عالم در اکناف عالم بے نظیر و یگانہ مسخر  
است، کمتر کے بے علم و فضل بوجہ و اید و پیداشدن ہم رنیدہ او مستبعد می نماید، کسے بزبان  
اردو گوید :

” خدا چاہے تو ایک آن میں کہ و رول عالم اس کے برابر پیدا

کر ڈالے ”

پس بلاشبہ سیاق کلام بے قدرہ شکنی آن عالم دلالت دارد، گواہی سخن راست است  
راستی کلام منافی دلالت براستخفاف نیست، کسے کہ دلالت این کلام را براستخفاف  
انکار کند از سہ حال خالی نیست یا زبان نمی فہم و تباہ در از سیاق کلام نمی داند یا بے چارہ  
معنی استخفاف نمی داند یا متعذد است کہ باتکار ضروریات باکے ندارد۔

وجہ چہارم اینکہ بر مضمون کلام و حاصل مراد اثر سے مترتب می شود کہ باستخفاف  
و بے اعتنائی نشان حضرت سرور اصغیاء و حضرات دیگر انبیاء و صالحین و اولیاء می کشد  
و آن این است کہ ہر گاہ کہ در ذہن کے متمکن شد کہ کسے ازال حضرات برائے من منفعت  
نمی تواند بخشید و مضرت نمی تواند رسانید، خواہند اندیشید کہ محبت ایشان چہ آباہدشت  
و توقیر و تعظیم ایشان چہ آباہد کرد و مراعات داب آداب نسبت با ایشان چہ ضرور و احترام آثار  
ایشان چہ لازم و ایشان را برگردن من کدام حق کہ بہ تکمیل ایشان ادائے آن کنم و ایشان  
را بر جان من کدام منت کہ بہ تجلیل ایشان شکر آن بجا آرم و از ایشان چہ توقع و کدام چشم است کہ

لہ آدن (ذ) لہ ہر تہ (ذ) لہ ہر ایک (پ) لہ کہ (ذ) لہ ازیں (پ) لہ خواند (ذ) لہ چہ

(تا) نسبت با ایشان \* (ذ) لہ چہ لازم و ایشان \* (پ) لہ داشت (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



بایشان محبت دارم۔

پس اختلاف و بفاواید این کلام نا تمام روادار بے باکی با و بے اعتنائی با و موجب جہالت  
بر اختیار خسارت و مجوزہ از کتاب بے ادبی با و بے اعتنائی با است۔

پہنچم اینکہ کلمہ :

” اوس شہنشاہ کی تو یہ نشان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن

نے پایا ہے تو کہ رول نبی و ولی و جن و فرشتہ جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے برابر پیدا کر ڈالے۔“

متضمن استخفاف است بدیں وجہ کہ در مقام ثانی مذکور شد کہ مدلول این کلام صحت تعلق  
تکوین بہ کرورہا امثال برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است چہ متعلق بحکم کن بہا  
است کہ باں تعلق تکوین صحیح باشد و درین معنی انتقاص قدر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کہ فضل الخلق و امکانات اجمعین واجلہ بالصیح بہ تعلق التکوین اند ظاہر و آشکار است  
و منافاة صحیح تعلق التکوین بہ برابر آن معدوم المماثل و القریں با افضلیت آنحضرت بر جمیع  
باصح تعلق التکوین مستغنی از اظہار۔

ششم اینکہ لفظ صد ہا و ہزار ہا و لکھ ہا و کروہ ہا و آنچہ بدلاں مانند اگر برائے  
تعداد نظیر کلام شے آوردہ شود بر تحقیر آن شے علی حسب تفاوت مراتب کثرت نظیر آن  
شے دلالت دارد، و جہاں این است کہ امتناع یا عدم یا ندرت نظیر شے در خوبی، مستلزم  
و ملازم جلالت قدر و عظمت شان آن است و امکان یا وجود یا کثرت نظیر آن بالقوہ یا  
بالفعل مستلزم و ملازم ابتذال و بے قدری آنست و مراتب ابتذال و بے قدری بتفاوت  
مراتب کثرت نظیر بتفاوت می شود، پس کلامے کہ دلالت کند بر امتناع یا عدم یا ندرت

تفسیر شے دلالت دارد و اعزاز و توقیر آں علی حسب تفاوت المراتب یعنی کلام دال بر امتناع نظیر  
دال است بر اعلائے مراتب توقیر، آں بعد کلام دال بر عدم آں و آں پس کلام دال بر  
مدرست آں -

و کلامی که دلالت کند بر صحت وجود یا وجود یا کثرت نظیر شے، دلالت دارد بر  
استخفاف و ابتذال آں شے و مراتب ابتذال آں بتفاوت مراتب کثرت نظیرش تفاوت  
می پذیرد مثلاً اگر گفته شود که دو سیت کس نظیر زید تواند شد ابتذالے که ازین کلام مفهوم  
می شود که از ابتذالے که از جمله صد ها کس نظیر او تواند شد مفهوم می شود و ابتذالے که مدلول  
لفظ صد ها است کمتر است از ابتذالے که مدلول لفظ هزار ها است و ابتذالے که مدلول  
لفظ هزار ها است به فهم می آید کمتر است از ابتذالے که بر آں لفظ لکھ یا دلالت نماید و آنچه  
از لفظ لکھ یا فهمیده می شود آں است از آنچه از لفظ لکھ و رها به فهم می گذرد - این متاثر  
بمقتضای سرریت خود لفظ لکھ و رها که اشمل اعداد مستعمله زبان اردو است اختیار کرد  
تا زیاده تر بر استخفاف شان سید البشر الشفیع المشفیع فی المحشر صلوات اللہ و تسلیماته علیہ  
دلالت سازد و زیاده تر جمله را در کفر و ضلالت اندازد -

معتبر آنکه نام مفروض الاعظام حضرت سید الانام علیہ السلام کی صلوة والسلام  
بکمال بے باکی یاد کرد که آنرا بکلمه اجلال و اکرام و صلوة و سلام قرین نہ آورد، آں سے مناسب  
غرض مسوق لہ الکلام ہمیں بود و این بے باکی را بر کمال حضرت فضل الصدیقین الاصفیاء  
خیر البشر بعد الانبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ بعد  
وفات آنحضرت سرور کائنات، خطبه فرمود و گفت :

سَلَامٌ اِنَّمَا ذَا (ذ) کَلِمَةٌ وَ تَوْقِيرٌ رَاسِلٌ کَلِمَةٌ اِنْ خ (ذ) کَلِمَةٌ بِفَهْمٍ اَبَدٍ (اصل) نَبَايِدُ هَهُ دُونَ (پ) لَه

اِنْ خ (ذ) کَلِمَةٌ کُنْدُ (ذ) هَهُ مَشْتَقِلٌ (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدَمَاتٌ  
وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَتَّى لَا يَمُوتُ.

قیاس نتوان کرد زیرا که حضرت صدیق اکبر از قرآن اقتباس فرموده بود و هو قوله  
تعالی :-

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ  
الرُّسُلُ أَفَإَنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ  
وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَئِن يَبْصُرْنَا اللَّهُ شَيْئًا.

و اگر نام مقدس بکلمه اکرام یا بصلوة و سلام مقرون می آورد اقتباس فوت می شد  
و غرض مسوق له الکلام که تسلیه اصحاب آنحضرت صلی الله تعالی علیه وسلم که بنایت نغمین و  
اندوه گین بودند و بعض از ایشان از موت آنحضرت صلی الله تعالی علیه وسلم تخاصی و انکار  
می نمودند. بود از دست می رفت، چه صغیر کلمات اجلال و اکرام و اضافه صلوة و سلام بنام  
سید الانام در این چنین مقام و در همچو ماتم عام این کلام را آیات ندبیه می گردانید و اهل اسلام را  
زیاده ترمی گریانید و در خاک و خون می غلطانید پس مناسب بهمین بود که از آیت قرآنی اقتباس  
فرموده برآل هیچ دافزود، هر سخن وقت و بر نکته مکانی دارد.

آرے این قائل تواند گفت که مناسب غرض مقصود دریں جاها حال بود که از زیاننش  
تراوش نمود و اگر او کلمه اعظام یا صلوة و سلام می افزود با مراد اولی و مقصود اصلی و نیز با سیاق و  
سیاق مناسب و چسپان نمی بود، حال اجلال اسم مبارک آنحضرت صلی الله تعالی علیه وسلم  
انشار الله تعالی در مقام رابع مذکور می شود، فانتظر.

له سوق الکلام (ذ) له ختم (ذ) له و اکرام x (ذ) له آنکه (ذ) له یا (ذ) تا (پ) له و x (ذ)

که چنان (پ) له می نمود (ذ)

Click For More Books

ہشتم آنکہ لفظ ”کر ڈالے“ در زبانِ اردو براہانت و استخفاف دلالت دارد  
مثلاً اگر کسی گوید ”چاہوں تو فلاں کام کر ڈالوں“ اس کلام پر استخفافِ آل کلمہ دلالت  
دارد و اگر گوید کہ ”چاہوں تو فلاں کام کروں“ دریں کلام آل دلالت نیست و اس  
معنی بر زبانِ دانانِ اردو مخفی نخواہد بود، و جبراً اس است کہ لفظ ”ڈالنا“ در زبانِ  
اردو بمعنی انداختن است و ازین جهت طرح و حیطہ ترتیب ازین لفظ مفہوم می شود۔

خاطر این قائل خوشنود نشد باین کہ می گفت ”چاہے تو پیدا کرے“ چ  
اس عبارت با مقصودِ می او چنداں چسپاں نبود و دلالت بر غایتِ استخفاف نمی نمود  
بے ع

از کونہ ہماں تراود کہ دروست

ولنحر ما قبل ہ

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَإِنَّمَا  
جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيلًا

اگر گفته شود کہ لفظ ”کر ڈالنا“ در زبانِ اردو بجائے مستعمل می شود  
کہ دلالت بر سرعت و تعجیل در کردنِ آل کار مقصود باشد و دریں جا ہم ہمیں دلالت  
مقصودِ قائل است۔

چو ابش گفته آید کہ لفظ ”ایک آن میں ایک حکم کن سے“ برائے دلالت  
بر سرعت و تعجیل پس بوده است، اگر مقصودِ قائل از لفظ ”کر ڈالنا“ استخفاف نبود  
چرا اس لفظ افزود، و مع مذاق قائل در تاویل کلام خود می گوید کہ مقصود ازین تکیہ نیست

لہ اس کلام ہ (ذ) لہ آل ہ (ذ) لہ کام (صل) کار باید لہ و ہ (ذ) لہ دانایاں (ذ) لہ اس (ذ)

کہ با مقصود ہ (ذ) لہ ہونی برول تراود (ذ) لہ جا ہ (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

باز سرت و تعجیل در کردن کار و تکوین آل ازین عبارت استنباط کردن توجیه القول بما لا یرضی  
به قائل است بلے خود کرده را در ماں نیست۔

نہم این کہ کلمہ :

” اور سب لوگ اگلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر

جبرئیل اور پیغمبر سے ہو جاویں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں

اون کے سب سے کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی۔“

عجب کلمہ ایست کہ بر زبان محمدیوں بہ ہزارہ جبرئیل ثقیل علی السبیل لنقل کہ نقل کفر کفر

نہا شد، می گذرد و الاہر سلمان از شنیدن این چنین کلمہ بہ خود می لرزد و العیاذ باللہ من ذلک

چہ حرف گردیدن اولین و آخرین یکسر مانند جبرئیل و پیغمبر گوید موضع خود مذکور شود کہ مقدم

قضیہ شرطیہ گردانیدہ آید بہ غایت تحقیر شان حضرت جبرئیل و استخفاف شان جلیل حضرت

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است چہ در اولین و آخرین، شیاطین و مشرکین و جبارہ و ملائین

و ہمہ اشقیاء بے دین داخل اند، حرف برابری و مماثلت این ہمہ باں ہر دو حضرت علیہما الصلوٰۃ

و السلام گوید در ضمن قضیہ شرطیہ باشد چنان بر زبان آل کساں کہ دعوائے اسلام گوینام با

می کنند، تواند گذشت۔

درین کلام این قائل بہ چند وجہ رعایت بلاغت کرده است نخستین اینکه

با وجود تعمیم اولین و آخرین تعمیم آدمی و جن نیز مذکور کرد حال آنکہ تعمیم اول نیز ادائے مقصود او

توانست کرد، نکتہ در آل این است کہ تعمیم اول صراحتاً بلا تکلف شیطان را شامل نمود،

ناچار لفظ جن تصریحاً افزود تا آن ریس اہل بلبیس یعنی ابلیس بلا حاجت بتکرار درین تعمیم

لہ دلی (پ) لہ میگذرد (ذ) لہ کہ گو (باید) لہ چنان (ذ) لہ می کند (ذ) لہ دروں

(ذ) لہ بلا حاجت (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

داخل باشد، چہ یک بار دخول او در تمیم اولین و بار دیگر در تمیم پسین و از جن مفہوم شد کہ کان  
مِنَ الْحَجَّتِ ایں نکتہ را از آثار تفسیر دانی ایں قائل تو اں شمار دو همچو رعایت در همچو مقام  
مناسب متفقنائے حال بودہ است۔

دوئی آنکہ ذکر فرشتگان در ایں مقام نہ آورده چنانکہ ملائکہ را در کلام سابق مذکورہ  
کردہ نکتہ در اں ایں است کہ مساوات و ہمسری فرشتگان با حضرت روح الامین و حضرت  
سید المرسلین علیہما السلام چنداں مفید استخفاف نبودہ پسین فرض ایش و مزید دلالت نداشت۔  
سوئی کلمہ صدر قول او "جبرئیل اور پیغمبری سے جو جاویں" در ایں جا  
چہرہ مراد او، غازہ رنگ تازہ می دیدہ، آہ سے خواستہ خاطر را بچہنیں باید آراستہ۔

دہم آنکہ قول او :

"اور سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے جو جاویں تو

اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں"

گفتار سیت کہ بقصوہ سماعت آں، اہل ایمان را فتحریرہ در می گیرد و رنگ سامع  
آں، گورنگِ اخلاص نداشتہ باشد، بجز دشمنی نش شکست می پذیرد، ہر گاہ کہ از ذکر شیطان و  
دجال با ذکر مقربان بارگاہ حضرت ذی الجلال گو بطریق نفی مساوات باشد، موسے بر تن می خیزد  
و آبروئے اخلاص می ریزد پس واسے بر حال کسے کہ حرف گردیدین ہر گاہ کہ ایں موم بکھتر  
سید البرایا شامل و سائر انبیاء و مرسلین و ملائکہ و مقربین و اولیاء و صدیقین و شہداء و صالحین  
را تناول است همچو شیطان و دجال کہ سرگروہ اہل ضلال و اضلال اندر بنہ بان راندہ گوانزا

طہ باز (ذ) کہ از (ذ) کہ ازین (پ) کہ تادرو (ذ) کہ او (ذ) کہ داشت

(ذ) کہ کشریرہ (ذ) کشریرہ (پ) کہ ہر گاہ (پ) کہ بر (ذ) کہ

ایں ہمہ (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بطریقِ تلبیسِ قضیہ شرطیہ خواند، ہیچک اہلِ ایمانِ این چنین کلمہ نہانی و آشکارا جائز و گوارا  
نمی دارد و بر زبانِ بچه تصور <sup>لہ</sup> ہم نمی آرد۔

سبحان اللہ از ہے ایمان کسے کہ خود را مرشدِ اہلِ اسلام داند و مخالفانِ  
خود را کافر و مشرک خواند و بلا ضرورتِ داعیہ <sup>لہ</sup> و بے حاجتِ طبعہ <sup>لہ</sup> ہیچ کلمہ <sup>لہ</sup> ثقیل کہ سرِ اہلِ  
استخفافِ مقررانِ حضرتِ ایزدِ جلیل است، بے باکانہ بر زبانِ راند و برائے تعلیمِ عوام  
و سوقیہ آں را در کتابِ خود ثبت کرده اند و آں را در کوچہ و بازارِ اشتهار دہد و بہ تلقینِ آں  
بہ حلقہ بگوشانِ خود آہنہا را طوقِ لعنتِ برگردنِ ہند لیکن ناظمِ بر آں قائل کہ دریں کلام ہم داد  
بلاغت داده است کہ کلمہ <sup>لہ</sup> حصر در قولِ خود "شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں"

دریں قرینہ ہم نہادہ و در برد و قرینہ رعایتِ طباق در میانِ حیرتِ دل و پیچیدہ در مسیان  
شیطان و دجال نمود، گویا ایمان از دست رفت، آں سرِ شستہ <sup>لہ</sup> بلاغت از دست نمی  
بایست داد۔ آں مقصودِ دلی را بہ <sup>لہ</sup> ہمیں اعتبار باظہار باید آورد و در تعبیر این چنین  
مقصودِ اہم <sup>لہ</sup> ہمیں رعایتِ بلاغت باید کرد۔

امانفی شغلے سے کہ برائے اثباتِ انتفائے آں، این چنین کلماتِ گوناگون  
و عباراتِ دقائقِ مضمون، استعمال فرمودہ اند، بایں عبارتِ نمی شد کہ در کارِ خاناتِ  
الہی ہیچک کس را مدخل نیست تا از خوشی و دل نہاد و اور و نوقِ سلطنت افزاید یا از ناخوشی  
و بے دلی او، شکستِ رونقِ دریاں پدید آید این عبارتِ آرا <sup>لہ</sup> ہا و این <sup>لہ</sup> ہا بیودہ سر <sup>لہ</sup> ہا  
برائے <sup>لہ</sup> ہا ہے لیکن این قائل از عادتِ خود مجبور است کہ اکثر در گفتارِ خود ذکرِ انبیاء  
و ائمہ و اولیاء و شہیدانِ با ذکرِ شیاطین و اشقیاء و خبیثان و عنیدان برابر می آرد و در عایت

لہ متصور (پ) لہ اللہ x (ذ) لہ مراعیہ (پ) لہ خود x (ذ) لہ برای حال (پ) لہ

پ x (ذ) لہ اعتبار (ذ) لہ ہمیں x (ذ) لہ بلاغت x (ذ) لہ شیطان (ذ)

تزییع و طباق بدیع نمی گزارد و پاس ادب، این ادیب را از صرف مایه بلاغت باز نمی دارد تا سرشته بلاغت از دست نزود گویان بر باد شود، اگر بر عبارتش مواخذة علمی کرده شود قائل در جواب دبی بجا آید و مبلغ علم را جلوه و ظهور نماید و بجز بیوده گوئی و یاوه سرسپا هیچ نه افزاید۔

حالا بایستنیید کہ قول او "اوس شهنشاه کی تو یہ شان ہے کہ چاہے تو ایک آن میں ایک حکم کن سے (الی آخره)" اگر قضیہ حملیہ است باطل است بدو وچہ :  
اول اینکه دریں قضیہ حکم حملی نیست تا قضیہ حملیہ باشد۔

دوئی اینکه بر تقدیر فرض بودنش حملیہ، از قضایا بقیہ نیست چه مصداق آن گاہے در نفس الامر واقع نیست، پس از قضایا بقیہ و قضایا بقیہ غیر بقیہ مساوی شرطیات است پس بطلان آن در شق ثانی مذکور می شود و اگر قضیہ شرطیہ است معنی آن این چنین باشد کہ اگر او سبحانہ خواهد کہ کرور با انبیار و اولیاء و جتہ و ملائکہ برابر حضرت جبرئیل و آنحضرت علیہم السلام پیدا کند و بوقوع آرد۔

پس از دو حال خالی نیست، یا مقدم این شرطیہ واقعی است یا غیر واقعی و فرضی، اگر واقعی است واجب آمد وجود کرور با کس برابر هر دو حضرت مدوح در نفس الامر ضرورہ وقوع التالی عند وقوع المقدم و قول بوقوع تالی کفر صریح است و اگر غیر واقعی است، پس ممتنع بالذات است یا ممتنع بالغیر و علی التقذیر بین استلزام مقدم مذکور کہ ممتنع بالذات باشد یا ممتنع بالغیر برائے تالی مجزوم بہ نیست۔

له در x (ذ) له روتیت (ذ) له اد (پ) له و x (پ) له تصدیق (پ)  
له گاہے x (ذ) له غیر x (ذ) له مساوق (پ) له لازم (پ) له و x (ذ)  
له غیر واقع (پ) له مقدر (پ)



واگرہ این قائل اعتقاد دارد کہ تعلق مشیت بہ کرد و رہا امثال، برابر آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممکن ذاتی است و ممکن ذاتی گو ممتنع بالغیر باشد مستلزم محال  
بالذات نمی باشد و عدم وقوع آنچه مشیت ایزدی بدان متعلق می شود محال بالذات  
است کارہ بر و تنگ خواهد شد، چه در مقام ثانی گذشت کہ وجود برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم مستلزم کذب او سبحانہ است و کذب او سبحانہ محال بالذات است، پس  
بنابرین اعتقاد لازم خواهد آمد کہ وجود برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محال بالذات  
باشد برین تقدیر بی چارہ بزودی ملزم خواهد شد۔

و علی ہذا القیاس آن دو قضیہ شرطیہ یعنی اول قول او :

” اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (تا قول او) رونق گھٹنے کی نہیں“

یا از قضایای فرضیہ تقدیر یہ باشند یا از قضایای واقعیہ نفس الامریہ یعنی  
گفتہ شود کہ مقدم این ہر دو شرطیہ غیر واقعی است یا گفتہ شود کہ مقدم ہر دو  
شرطیہ واقعی است، ثانی باطل است، چہ بودن ہمہ پیشینیاں و پسیناں با جبرئیل و پیغمبر  
ہمسرا یا شیطان و دجال برابر فی نفسہا اجتماع نقضین است زیرا کہ بودن ہر کس پیغمبر مستلزم  
این است کہ بعض کساں پیغمبر نباشند بلکہ مرسل الیہ و امت باشند کہ پیغمبر بی امت معنی  
ندارد و بودن ہر کس شیطان بی آنکہ بعض کساں جنس باشند کہ کسب ضلالت از  
دیگرے کنند متصور نمی شود، پس آل بعض شیطان نمی تواند شد بلکہ مستفیدان خدمت  
او، پس مقدم ہر دو شرطیہ کہ مشتمل بر جمع نقضین است محال است و استلزام مقدم محال  
برائے تالی مجزوم بہ نیست لِذَلِكَ الْمَقْدَمُ الْمَحَالُّ بِجُودِ أَنْ يَسْتَلْزِمَ  
نَقِضَ التَّالِي -

و نیز معلوم نیست کہ مراد قائل بہ سلطنت جناب الہی و رونق آن حسیت اگر مراد

لے مستلزم (تا) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محال بالذات x (د) لے قدر (د)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

از سلطنتِ اوسجانہ تصرفِ اوسجانہ در سبب ملک و ملکوت بروفق مشیتِ اوسجانہ است  
وروقِ آن، عبارتِ اجر بیانِ آن بروفقِ حکم و مصالح است چنانکہ سببِ عالمِ پیشیتِ شاملہ  
و حکمتِ کاملہ اوسجانہ برابغِ نظام واقع است، پس بقائے ہمیں نظامِ ابغ کہ در آن بعض  
گمراہ و بعض مقربِ بارگاہ و بعض راندہ و بعض مقبولِ حضرتِ باری و بعض ناجی و بعض بیاداش  
بد کرداری معاقب و ناری و بعض فائز در جہات و بعض در اسفل در کات و بعض شقی و بعض  
سعید و بعض مفید و بعض مستغید اند منافی تقدیر مذکور است کہ بریں تقدیر ہمہ کمال یکسان  
و ہر ہمہ بریک شان خواہند بود و اگر چیزے دیگر مراد داشته باشد بلیتے بیان کرد  
تا معنی کلام اور انکشاف یافتے۔

باید دید کہ این قائل این چنین کلام لاطائل کہ معنی صحیح ندارد و کلام مقام برائے  
اثبات کلام مراد برائے چه قسم افہام و در مخاطبت چه قسم عوام با استعمال آورد بے مناسب  
شان ہدایت و تلقین ایمان و تبیین و صف بقائدین بدانست او بہین است۔  
باید دانست کہ بعض نامصفان خود پرست کہ با وصف خبر داری و ہوشیاری  
بہ نشوتِ نخوت سر سرستند، چوں می بینند کہ زبان دانان اردو اندیز کلمات بے جا و از  
ہجو گفتگوئے بے سرو پا انتقاضِ قدر و استحقاق بشان سنیالانام و سایر انبیاء علیہم  
السلام و ملائکہ و اولیاء کرام و شیوخ اعلام می نمند و ہشندیدن آن بر خویشتن لردان و  
ایمان خود خائف و ترساں بودہ اندیز کلمات بے ہودہ بہ ہزاراں زبان تبری می کنند  
می خواہند کہ اینبار فریبے باید داد و حیلہ برائے دفع وحشت اینہا در میان باید نہاد، پس

لہ آن × (ذ) لہ برفق (ذ) بروفق (پ) لہ د × (ذ) لہ واقعی (ذ) لہ در ×  
(ذ) لہ افہام و در مخاطبت چه قسم × (ذ) لہ یقین (پ) لہ تشوت (پ) لہ شرت  
اند (ذ) لہ خویش (پ) لہ تیزی (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

گاہے می گویند کہ دریں کلمات اجلالِ شانِ ایزدی است ازین تخاصی نباید کرد و نفرتے  
 بخاطر نباید آورد و **وَاللّٰهُ سَوَّعَ** اعتقاد بشان ایزدی می شود و ایمان و توحید بریاد می رود  
 و جوابش این است کہ کلمہ ” اوس شهنشاه کی تو یہ شان ہے الخ “ دلالت  
 بر جوازِ کذبِ اوس جانہ و تعالیٰ علیٰ یقولون علو اکبراً می کند چنانکہ در وجہ اول از مقامِ ثانی  
 مذکور شد و فہمیدیں اجلال از کلمہ کہ بر جوازِ کذبِ محال بر حضرت ایزد متعال دلالت داشته  
 باشد بجز کج فہمی نیست و کلمہ ثانی یعنی قول او ” اور سب لوگ اگلے اور پچھلے الخ “ خود معنی  
 صحیح ندارد، اول معنی اُل درست باید کرد و بعد ازالِ حرف دلالت بر جلالتِ شانِ ایزدی  
 باید آورد۔

و اگر مقصود ازالِ بیانِ غنی بودنِ او سجنہ از خیراتِ ابرار و سیئاتِ اشرار  
 بوده است، اما ترجمہ کریمہ :

مَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ  
 فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ  
 یا تفسیر کریمہ :

إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ  
 اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ۔

افادتِ این مقصود نمی کرد کہ این قائل در پیے عبارت آریہا بیجا افتاد و اگر این ہر دو جملہ  
 پر اے بیانِ نفیِ مداخلتِ کسے در کارِ خاناتِ الہی آوردند، اما بیانِ اُل باین عبارات مؤدبی  
 نمی شود کہ او سجنہ نیاز کارکن و کار ساز ندارد و ہر چیز را بقدرتِ شاملہ و حکمتِ کاملہ بخود

لہ ایزدی پست نشود و ایمان (ذ) لہ است (تا) می شود (ذ) لہ نہ رود (ذ) لہ می کند (ذ) لہ لہ و (ذ) لہ  
 افتادہ (ذ) لہ حید (ذ) لہ نفی (ذ) لہ اما (ذ) لہ نفی شد (پ) لہ بار

بوجود می آرد -

راست چنان گفته شود که مقصود او استخفافِ شانِ حضراتِ انبیاء و اولیاء و نفعی و جانیست  
این حضرات در حضرت ایزدی بود و برائے بیان آن کلامی عبارت دیگر چیست و چسپان  
نمی نمود و در فاتحه این مقام گذشت که کلامی که در تحمید و ثنائے الهی باشد اگر بر استخفاف  
و امانتِ حضراتِ انبیاء و ملائکه اشغال داشته باشد بسبب تضمن ثنائے الهی از شاعت  
دلالت بر اذرا بر انبیاء و ملائکه بیرون نمی شود، اشغال این هر دو کلمه بر اجلالِ شانِ الهی  
بر تقدیر فرض آن، گو بر خلافِ بر واقع است، مصحح اباحتِ استخفافِ بشانِ حضرات  
انبیاء و اولیاء نمی تواند شد -

و گاهی می گویند که مفهوم از این کلمات تنقیصِ شان و قدر حضرت سرور  
کائنات یا دیگر انبیاء و ملائکه علیهم الصلوٰة والسلام نسبت بشانِ ایزدی است و  
در تنقیصِ بیچک شاعت نیست -

معلوم نیست که ایل توجیه چه معنی دارد، آیا مراد این است که مدلول این کلمات  
تنقیصِ شانِ حضراتِ مدوحین از شانِ او سبحانه است، این خود غلط فہمی است که ما  
خود بیان کردیم و با ثبات آوردیم که از این کلمات استخفاف و انتقاصِ قدرِ آنحضرات  
نسبت به مناصب ایشان که خدائے عزوجل بر ایشان کرامت فرموده است لازم می آید  
و شاعت آن بر بیچک اہل ایمان پوشیده نیست و انشاء اللہ تعالیٰ در مقامِ رابع  
مذکور می شود با ایل تنقیصِ شانِ حضراتِ مدوحین از شانِ او سبحانه بر سوقِ کلام که  
مقصود از آن نفی سبب بودن شفاعت برائے نجاتِ اہل سیئات و عقوبات است،

لله موجود (پ) لہ آں x (پ) لہ چیست (پ) لہ بود (د) لہ ثنائے x (د) لہ اذرا

(د) لہ میخ (پ) لہ بیچک (د) لہ آں (پ) لہ شان x (پ) لہ این (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

انطباق ندارد و چه کسی که اعتقاد دارند که شفاعت آل حضرت مسیب نجات می شود، آل حضرت  
را بندگان و اسبجانہ را خدای دانند، تنقیص شان آل حضرت از شان او سبحانہ تعالیٰ در بیان  
مدعاے این قائل دخلے ندارد۔

انصاف شرط است کہ کلام الہی و احادیث نبوی و اقوال صحابہ و تابعین و  
ائمہ و مجتہدین و علمای دین و عرفائے عابدین بہ اجلال و تعظیم شان الہی مشحون و در کثرت  
از حد حصر افزون است، در ہیچ بیانی و در ہیچ زمانے در ہیچ مکانے از ہیچ  
ذی ایمانے این چنین کلمات کہ ازین قائل سرزده و بمقتضای عقیدت قلبی بے تابانہ  
بر زبانش آمدہ صدور نیافت آیا ہمہ آل حضرت در اجلال شان الہی روادار تقصیر  
بودند کہ بر ہیچ کلمات جسارت و اقدام نہ نمودند و این چنین کلام استخفاف التیام بر زبان  
نہ آوردند، شاید این قائل این کلام را از قبیل کثرک الاول لذلک  
اندیشیدہ باشد۔

وہر یازدہم قول او -

” اور وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتر اہی نواز سے الخ “

بسوق و روش دلالت بر استخفاف دارد زیرا کہ این کلام مسوق است برائے بیان آنکہ  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرات سائر انبیاء علیہم السلام را رتبہ شفاعت  
محبت و بارگاہ الہی حاصل نیست و این معنی بے آنکہ فی المعنی لغی محبوبیت از آنحضرات  
علیہم السلام نسبت بجناب الہی نموده شود حاصل نمی آید، چہ اگر محبوبیت متحقق باشد آثار  
آن نیز متحقق باشند کہ اشئی اذا ثبتت، ثبتت یوازیمہ و آثارہ لیکن آثار محبوبیت

لہ و کسانیکہ (د) لہ لہ لہ لہ لہ (پ) لہ بندہ (پ) لہ و انصاف (د) لہ و x (د)

لہ یترک (د) لہ و لہ (د) لہ و لہ (پ) لہ و لہ (د)

Click For More Books

یعنی باریابی و پذیرائی شفاعت ایشان و نفع آل در خط سیرات با استرصالے او سجانہ و  
رضا خواہی او سجانہ برائے آل حضرات کہ این ہمدانہ آثار محبوبیت و محبت اندر علم اس قائل  
مترتب نیست والا شفاعت عبت محقق باشد، ہر گاہ کہ لوازم و آثار محبوبیت منتفی شد  
معنی محبوبیت نیز منتفی شد گو بنام و در ظاہر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باحبیب اللہ  
ملقب کردہ شود کہ عبرت بمعنی است نہ بلفظ، پس این کلام مسوق است برائے نفی آثار  
محبوبیت کہ مستلزم نفی محبوبیت است و نفی محبوبیت بدیں وجہ ابلغ است از تصریح،  
خصوصاً نسبت بمقام استخفاف تعریض لمیح است و تلویح، آیا این تلویح انتقاص  
در آنحضرت نیست؟

قدر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در بارگاہ رب العزت آن است  
کہ نیز سے ازاں سابق مذکور شد، آنحضرت محبوب ترین احبائے حضرت باری جل  
شاند است و او سجانہ رضا خواہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شفاعت پذیر ایشان  
است و سبب پذیرائی شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محبوبیت آنحضرت  
است و این معنی از روئے آیات قرآنی و احادیث صحیحہ ثابت است چنانکہ در مقام  
اول پہ تفصیل گذشت۔

و نیز ذکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ تنبیک کہ در مجموعہ افادت تحقیر میکند  
و آل قول او " اور کسی کو حبیب کا " در افادت مراد قائل بکار است۔  
و جہود و آزد ہم آنکہ آنچہ اس قائل در صورت ثالثہ بیان کردہ و آل قسم را در

سہ باز (پ) کہ محبت (پ) کہ آ (پ) کہ در آنحضرت نیست x (ذ)  
سہ بہ نسبت قدر آنحضرت در بارگاہ (ذ) کہ آل x (ذ) کہ پذیر x (پ) کہ  
سبب (ذ) کہ مفصل (ذ) کہ افادت x (ذ)

حضرت باری جل شانہ رواداشته دلالت صریحہ دارد بر آن کہ کسی از ان گنہگار  
کہ امر زیدہ خواہند شد و نجات خواہند یافت، بحضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام  
استشفاع نخواہند کرد و التجا نخواہند آورد و پناہ نخواہند برد عالی آنکہ منصب آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم این است کہ ہمہ کساں از پیشین و پسین و اولین و آخرین ناچار  
و مضطر گشته و از حضرت دیگر رسل عظام علیہم السلام مایوس و نومید برگشته در حضرت  
ملاذ خلایق و طبا انام علیہ از کی الصلوٰۃ والسلام پناہ برند و شفاعت خواہ شوند و آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجز رحمت بر حال ایشان در بارگاہ ایزدی جل شانہ شفاعت کنند  
و آن بیچارگان بغیض توجیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از احوال و صواب احوال  
نجات یابند و جمیع انبیاء و رسل زیر نشان عالی شان حضرت ایشان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
باشند و حضرت ابراہیم و حضرت عیسیٰ علیہما السلام در عداد امت حضرت ایشان در آیند  
و این معنی از روئے احادیث صحیحہ ثابت است، آیا این کلام انتقاص قدر آن سید اکرام  
نبیت؟

علمائے دین در بیان حدیث صحیح کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد  
فرمودہ اند :

أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ذکر کردہ اند کہ آنجناب سید الناس در دنیا و روز قیامت است الا تخصیص روز قیامت  
بذکر بدین بہت است کہ ستید آنکس است کہ مردمان سوئے او در حول خویش پناہ جویند  
و التجا برند، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در روز قیامت بدین صفت متفرد ہستند کہ ہمہ

سہ بریں کہ (پ) کہ آوردہ (ذ) کہ اینکہ (پ) کہ و نومید بر (ذ) کہ و این (پ) کہ  
احوال (ذ) کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) کہ عداد (ذ) کہ منفرد (پ)

اولین و آخرین چوں بہ التجا سوائے مرسلین پشتابند سوائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجاہد  
جائے پناہ نیاید، گویا اس حدیث درین حکم بایہ کریمہ :

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

ماندا چہ ملک در بر آن و بر زمانہ برائے خدائے یگانہ است، الا ظہورِ خصوصیتِ ملک بجناب  
ایزد کردگار بدیں و برہ کہ بیچک کس دعویٰ ملک بہ دروغ ہم کردن نتواند در ہمال و راست۔

وجہ سیزدہم قول او :

” اوس امیر نے اوس چور کی سفارش اس واسطے نہیں کی کہ اس کا

قربتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اوس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی

مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چور ول کا تھانگی۔“

برغایت انتفاصِ قدر و استحقاقِ شانِ حضرت سید الشفعا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دلالت دارد، بیانش این است کہ شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم این است کہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایتِ رأفت و رحمت بحالِ امتِ خود دارد چنانکہ ایزد

سبحانہ آنحضرت را بہ رأفت و رحمت در کتابِ عزیز نعت فرمودہ و ارشاد کردہ :

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ

مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ

رَحِيمٌ۔

و آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ سببِ رأفت و رحمت بحالِ امتِ خود

ہمیشہ برائے ایشان اشفاق می فرمودند و بہت آمزش ایشان دعا در حضرتِ الہی می نمودند

چنانکہ در مشکوٰۃ شریف مروی است۔



إِنَّ الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللَّهِ  
تَعَالَى فِي سُورَةِ إِبْرَاهِيمَ مَا بِإِثْمِنَ أَصْلَلَنَ كَثِيرًا  
مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَقَالَ عَيْشِي  
أَنْ نَعَدَّ بِهِمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ  
اللَّهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي وَبِكُلِّي فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
يَا جِبْرَائِيلُ إِذْ هَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ وَهَبْكَ أَعْلَمُ  
فَأَسْأَلُكَ مَا يُبْكِيهِ فَأَتَاهُ جِبْرَائِيلُ فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ  
اللَّهُ لِي جِبْرَائِيلُ إِذْ هَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا  
سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُورُكَ -

ترجمہ این حدیث در مقام اول گذشت۔

وہمچنان در احادیث دیگر وارد شدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
در روز قیامت نیز اُمتی اُمتی ارشاد خواہند فرمود۔ انہی حدیث و از احادیث دیگر  
ثابت است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت برائے امت بمقتضائے فرط  
رأفت و رحمت خواہند کرد و رضائے الہی بہ مغفرت ایشان بہ سبب شفاعت آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہد بود۔

اسی قائل این رأفت و رحمت را کہ سبب شفاعت امت است بالائے طاق  
نسیان گذارشدہ حمایت گنہگاروں را کہ بمقتضائے رأفت و رحمت است بہ تنانگ دنیاں

لہ فی سورۃ ابراہیم x (پ) لہ فاسئلہ x (ذ) لہ و ما یکبیر (ذ) لہ اللہ x (ذ) لہ  
کہ x (ذ) لہ بسبب (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تیسری کند، اگر این استخفافِ شان نیست باز پیت؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ مقرب  
حضرت کرد و کار بآمر زگار است، ہچیاں رروف و رحیم بر حالِ امت گو گنہگار و بد کردار است۔  
این کلام ضدالت التیام بدو و جبراً استخفافِ شان حضرت سید الانام و لالت

می کند :

چیکے آنکہ این قائل صفتِ رأفت و رحمت را کہ سببِ شفاعت است، قصداً بر

طاقِ نسباں گذاشت۔

دومی آنکہ شفاعتِ گنہگاراں را کہ بمقتضائے رأفت و رحمت است بہ تباہکاری

درداں نامید، آرسے شکر و سپاسِ نعمتِ رأفت و رحمتِ آنحضرت ہمیں می بایست۔

و جبراً ہم اینکہ قول او :

” اور جو چور کا حمایتی بن کر اوس کی سفارش کرتا تو آپ ہی چور

ہو جانا “

تلویح و تعریفِ شنیع است، بیانش آنکہ اول مرادِ این قائل بجایتی درد با بد فہمید، حمایتی  
درد را دو معنی متصور است۔

چیکے آنکس کہ دزدی را فعل پسندیدہ انگاشتہ دزد را بے گناہ پنداشتہ در مقابلہ

و مزاحمتِ بادشاہ بہ حمایتِ دزد بر خیزد و گوید کہ درد سزاوارِ عقاب نیست یا گوید کہ بادشاہ

یارائے اُن ندارد کہ دزد را معاقبت و معاقبت کند کہ من حامی اویم، این قسم حامی دزد

بلاشبہ خود گنہگار است و این چنین حامی بد کرداراں خود بد کردار است لیکن این چنین کس

را شفیع درد متوال گفت کہ شفاعتِ دزد بحضور بادشاہ و گیا است و بغاوت از بادشاہ

کمک باغبیاں دیگر، نفی این معنی ازین مقام علاقہ و مناسبت ندارد و چہ از نفی این معنی

بے دخل بودن شفاعت و سبب نبودن برائے نجات مجرمال ثابت نمی شود، پس ارادہ این  
معنی بامرادِ قائل مسا سے ندارد۔

دومی آنکس کہ بر حالِ دزد، بسبب ناچار می شرمسار می او بعد گرفتاری و ذلت  
و خواری و اندوه و زاری آورده دزد را امیدوار گردانید کہ برائے تو سفارش بکنو  
بادشاه می کنم و آمرزش گناه تومی خواهم و از جهت عنایتِ بادشاه و بحسبِ وعده او یقین  
دارم کہ شفاعت من قبول فرماید و گناه عفو نماید بنا بر عنایت و وعده بادشاه متکفل شفاعت  
تومی شوم، پس بکنو بادشاه رفت و شفاعت بعرض آورد، بادشاه بسبب منزلت و  
جاه و محبوبیت او در اں بارگاہ و وعده خود باں لشکر سفارش تورد نکم، پذیرا فرمود و آل دزد  
بے چارہ نجات یافت۔

قائل نفعی حمایتی دزد ہمیں معنی منظور دار و کہ بودن حمایتی به ہمیں معنی دلش را می خوار  
و حمایتی دزد در این معنی می باید تا مرادِ قائل بحصول انجامد و عامه و سوقیه فریب خوردہ از  
اثبات این چنین حمایتی سخاشتی کرده حلقه اطاعتش در گوش و غاشیہ تبلیسی او بر دوش کشند۔  
حالا اعتقاد مومنین در شان حضرت سید المرسلین صلوة اللہ علیہ و سلامہ  
اول باید شنید بعد از اں کلام این قائل را بر اں منطبق تصور کرده، باید دریافت کہ استخفاف  
بشان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کجا رسید، اعتقاد مومنین این است کہ آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برگزیده ان امت خود بمقتضائے غایت رأفت و رحمت رحمت  
آورده و این بے چارگان را ناچار و مضطر دیدہ و ایشان را پناه جو یای و طغیان بارگاہ

لے دزد (ذ) لے او (ذ) لے گرداند (ذ) لے تو (ذ) لے بینایت (ذ) لے بایں (پ) لے فرعون  
(ذ) لے نفعی (ذ) ، نفعی حمایتی (پ) لے بایں (پ) لے حمایتی دزد ہمیں می باید (ذ) حمایتی دزد  
را به ہمیں معنی دزد یا بد (پ) لے و اثبات (ذ) لے حال (ذ) لے را (ذ) لے ما (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

خود یافتہ در عرصہ محشر بہ حال ایشان شفقت و رأفت فرمودہ حامی ایشان خواہند شدہ

چہ ارشاد فرمودہ اند :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنَ أُمَّتِي

و در عرصہ محشر خواہند فرمودہ اَنَا لَهَا و چون دعوت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

سلم در حق امت ہماں دعائے مستجاب است کہ بہ مستجاب بودنش یقین حاصل دارند

دینار نص :

و لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى

افادت یقین پذیرائی شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کردہ است، آنحضرت

تکفل شفاعت ایشان خواہند کرد، پس از حضرت امیر و سجانہ امرزش ایشان خواہند

خواستہ و او سجانہ بسبب محبوبیت و منزلت و وجاہت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

و سلم مسؤل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقبول و شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم مستجاب خواہند فرمودہ و بسبب شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رحمت و مغفرت الہی آن بے چارگان را دریافتہ نجات خواہد بخشید۔

الحال تظنن باید کرد این چنین حمایتی، دزدان و گنہگار را دزد و تہائی نامیدن

اگر استخفاف و کفر صریح نیست باز عیبت؛ العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک، این چنین حمایتی

دزد دزدیکترین بارگاہ بادشاہ و برترین اہل منزلت و جاییگاہ کہ ہر آئینہ عرض او پذیرا و مسؤل

او مقبول می گردد و بادشاہ بسبب محبوبیت او خاطر شکنی او روانداشته و بمصدقہ

و لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى

لہ مستجات (ذ) لہ بود پس (پ) لہ بر (پ) لہ و (ذ) لہ دزد و گنہگار (پ) لہ و گنہگار

(پ) لہ نیست (پ) لہ شاہ (پ) لہ و بمصدقہ (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وَبِغْوَايَةِ قَبِيلٍ لَهُ :

إِنَّا سَرَّضْنَا فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسْوَعُكَ

ہر گونہ رضائے او خواستہ بخاطر داشت او ازہ مجرمال در گزرمی کند و برمتو سلان او غضب و نقت

مئی آہ در چنانکہ خازنِ ناز از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض خواہد کرد :

يَا مُحَمَّدُ! مَا تَرَكَتَ لِغَضَبِ رَيْكَ فِي أُمَّتِكَ

مِنْ نَفْسِي ،

أَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْ سُوءِ الْإِعْتِقَادِ وَعَصَمَنَا مِنْ

تَمُوجِ بَابِ التَّرَدُّقَةِ وَالْإِلْحَادِ بِحُرْمَةِ حَبِيبِ

وَالِ الْإِمَجَادِ إِنَّهُ وَلِيُّ الْعَصْمَةِ وَالسَّادَةِ

---

لے و بغوائے قبیلہ (اصل) لے در (ذ) لے اعاذا اللہ (اصل) لے فی (اصل)

## المقام الرابع

در حکم اقران استخفاف به شان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرات سائر انبیاء علیہم السلام و حال تکبر پس جرمی شنیعہ عند الفقہاء و علماء الشریعہ۔

از آنجا که احوال اشیا بمقابلہ احوال اضداد آہنا آسان تو ان دریافت کہ الّا شیاً  
تَعْرِفُ بِأَحْسَدِهَا مناسب چنان نماید کہ اول از اجلال و اکرام شان واجب الایضام  
آنحضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ منصوص کلام معجز نظام و معمول صحابہ و اہل بیت کرام  
و علماء مجتہدین و ائمہ اہل اسلام بودہ است اندکے از بسیار کے کہ مشتے از خروارے  
باشند بہ نگارش آید، بعد از ان حال مستخف و استخفاف شرعاً از روئے روایات فقہ گزارش  
یابیر تا در اذیان ادق و مستر شدہ را انفع باشد۔

باید دانست کہ ایمان عبارت از تصدیق قلبی بایں کہ پروردگار موجود و یگانه و  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنده و پیغمبر اوست و موافقت ظاہر و باطن اقرار کلمتی الشہادۃ  
است، بایں ہر دو جز ایمان تمام است و بدون آن تمام، پس ہر کہ تصدیق آورد بہ رسالت  
آنحضرت و بآنچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آورده است، مومن است و ہر کہ تصدیق  
آن در دل نہ آورد ایمان ندارد، کما قال سبحانہ :

لہ باید (پ) لہ د (ذ) لہ مرشد (پ) لہ یا (پ) لہ چیز (پ) لہ ایمان ندارد (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَأَنتَنَا لِلْكَافِرِينَ  
سَعِيْرًا -

” یعنی وکسانیکہ ایمان نہ آوروہ بہ خدا کے تعالیٰ وپیغمبر اور پس ما

ساختمہ ایم برائے کافران آتش دوزخ “

وایمان بانحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے محبت بان حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

محبین حضور

وسلم متصور نیست مومن را ضرور راست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را از جان و پیر و فرزند

خود و سایر خلق محبوب تر و دوست تر دارد کہما قال عز من قائل :

أَلَسَنِي أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ

” یعنی پیغمبر بہتر است بومنان از جانمانے ایشال “

وآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمودہ اند :

لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ

مِنْ نَفْسِهِ -

” ہرگز ایمان نیار دیکے از شما تا آن کہ باشم من محبوب تر سوئے او

از جان خویش “

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ

وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ -

” ایمانی آرد دیکے از شما تا آن کہ باشم من محبوب تر سوئے او از پیر و پسیر او و

مردمان تمام “

۱۔ بلال (ذ) ۲۔ من احدکم (ذ) ۳۔ لہ آں \* (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نذر

و برائے محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدالابرار، علامات و آثار بسیار اندک  
برائے امتحان محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکمت و معیار باندہ ازالہ جملہ کثرت ذکر آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است کہ من اَحَبَّ بَشِيئًا اَكْتَرَّ ذِكْرًا " ہر کہ چیز سے  
را دوست دارد و یادش بیشتر آرد " و از آثار آنست کہ با وصف اکثرا ذکر آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دقیقہ در اجلال و اعظام و توقیر و احترام نامرعی نگذارند و نام آن  
سیدالانام بہ کمال تعظیم و اکرام مقرون بہ صلوة و سلام بر زبان آرند و اظہار ترس و شکستگی و فروتنی  
و خضوع و تنزل و تواضع و خشوع بجز گذشتن نام مقدس مرعی دارند

قال الله سبحانه :

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ  
بَعْضًا۔

فی التفسیر الکبیر :

لَا تُنَادُوهُ كَمَا يُنَادِي بَعْضُكُمْ بَعْضًا، لَا تَقُولُوا  
يَا مُحَمَّدُ، يَا أَبَا الْقَاسِمِ وَلَكِنْ قُولُوا يَا رَسُولَ  
اللَّهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ

" یعنی نخوانید آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را چنانکہ می خوانند  
بعض شما بعض را، گوئید یا محمد! یا ابا القاسم سکن بگوئید یا رسول اللہ!  
یا نبی اللہ! "

وقال سبحانه وتعالى

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ

له بنی (ذ) لله یا نبی اللہ (ذ) لله لکن (ذ)



صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔

” یعنی کسانیکہ ایمان آوردہ ابید برندارید آواز ہائے خویش پر آوازِ پیغمبر ﷺ و بلند مکنید برائے او گفتار را چوں بلند آوازی کردن بعض شمار بعض را از جہت خوف اینکہ محبط شود اعمال شما و شما ندانید“

والحمد للہ رب العالمین

أَيُّ لَا تُسَافِقُونَ بِالْكَلَامِ وَلَا تُعْتَفُونَ بِالْخِطَابِ وَلَا تُنَادُونَ يَا سَمِيرَ بِنَدَاءِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ وَالْكَينَ عَظِيمُونَ وَقِرُونَ يَا شَرَفٍ مَا يُحِبُّ أَنْ يُنَادَى بِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ۔

” یعنی سبقت سخن مکنید با حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و درشتی مکنید برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در خطاب و ندا مکنید اور ابنا م او چوں ندا کردن بعض شمار بعض را لکن عظیم او کنید و توقیر او نمائید و ندا مکنید اور را بہ شریف ترین آنچه آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوست دارد و اینکہ بآن ندا کردہ شود و آل این است کہ یا رسول اللہ!

یا نبی اللہ گوئید“

توضیح کی بر اجنبی کفر ہے

باید دانست کہ او سجانہ اہل ایمان را از برداشتن آواز پر آواز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ندا کردن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اجلال و توقیر نہی فرمودہ و این بے ادبی را نسبت بہ آنحضرت روا داشت و بہ ترکیب این جرمیہ عظیمہ بہ وعید

حبیطِ اعمالِ تخلیفاتِ نمود، پس معلوم شد که اسارتِ ادب نسبت با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم موجب حبیطِ اعمال می شود و همه علماء ربیبی اتفاق دارند که بجز کفر بیچک گناه، موجب حبیطِ عمل نمی گردد و بر چه موجب حبیطِ اعمال است، کفر است. حالاً به قیاس باید پرداخت که اسارتِ ادب با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم موجب حبیطِ اعمال است و بر چه موجب حبیطِ اعمال است، کفر است پس اسارتِ ادب با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کفر است.

و نیز شعور باید داشت که شان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم در حیات و بعد مات در باره تعظیم و اجلال یکسان و بر یک حال است، آورده اند که ابو جعفر منصور بادشاه با حضرت امام مالک در مسجد نبوی مناظره کرد، امام مالک با و فرمود:

يَا امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فِي هَذَا  
الْمَسْجِدِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ آذَنَ قَوْمًا فَقَالَ  
لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الْآيَةَ  
وَمَدَحَ قَوْمًا فَقَالَ إِنَّ الَّذِينَ يَخْضُونَ أَصْوَاتَهُمْ  
الْآيَةَ وَذَمَّ قَوْمًا إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ  
الْحُجُرَاتِ الْآيَةَ وَإِنَّ حُرْمَتَهُ سَيِّئًا كَحُرْمَتِهِ حَيًّا  
فَأَسْتَكَانَ لَهَا أَبُو جَعْفَرٍ وَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ  
أَسْتَفِيلُ الْقَبِيلَةَ وَأَدْعُوا أَمَّا اسْتَفِيلُ رَسُولَ اللَّهِ  
فَقَالَ وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنِّي وَهُوَ وَسِيْلَتُكَ وَ  
وَسِيْلَةُ أَبِيكَ أَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَلِّ

له نسبت x (د) له نو (ر) صل (له) الى يوم القيامة (اصل)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

أَسْتَقْبِلُهُ وَأَسْتَشْفِعُ بِهٖ فَيُشْفِعُكَ اللَّهُ عَزَّ  
وَجَلَّ -

” یعنی اے امیرِ مسلمان! برنار آوازِ خود دریں مسجد زیرِ آگہ خدائے تعالیٰ  
قوے را تادیب کرد و فرمود لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ  
صَوْتِ النَّبِيِّ الْآيَةَ وَقوے راستو پس فرمود إِنَّ الَّذِينَ  
يَغْضُؤْنَ أَعْيُنَهُمْ هُمُ الَّذِينَ لَا يَرَوْنَ كُنُوزَهُمْ فَهُمْ فِي  
الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ الْآيَةَ  
و بدرستی حرمت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وفات چوں حرمت  
اوست در حیات پس فروتنی آورد، ابو جعفر بادشاہ و گفت اے اباعبداللہ  
رو بقبلہ آرم و دعا کنم یاہ و برسول اللہ آرم، پس امام مالک فرمود برائے چه  
گردانی روئے خود را اند آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیرا کہ او وسیلہ تو  
و وسیلہ پدر تو آدم علیہ السلام سوئے خدائے تعالیٰ در روز قیامت است  
بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رو آورده آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
سلم استشفاع و درخواستِ سفارش کن پس خدائے تعالیٰ شفاعت تو  
قبول خواهد فرمود“

و اسحاق نجیبی گفته کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم لودند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم را ذکر نمی کردند مگر کہ می ترسیدند و پوستِ ایشان می لرزید و ایشان را قشعر یہ  
می گرفت و ایشان می گریستند از جہتِ محبت و شوقِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بعض  
ایشان می گریستند و از جہتِ ہیبت و تعظیم آن رسول کریم علیہ از کی الصلوٰۃ و التسلیم -  
و نیز ابو ابراہیم نجیبی گفته واجب است بر ہر مومن ہر گاہ کہ ذکر کند آنحضرت صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم را یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزد او ذکر کردہ شوند کہ خضوع و خشوع و

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فروتنی کند و با وقار بود و خود را سکون دید و از جنبش باز ماند و در بیعت او گیرد و در اجلال او  
کوشد بدانچه در ادب نسبت بدان حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می گرفت اگر رو بر سینه  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود۔

حالا حال کسانی که بیشتر صحابیت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فائز بودند باید  
شنید از عمر بن العاص مروی است که گفت که نبود کسی دوست تر موسیٰ من از پیغمبر صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نه بزرگ تر در چشم من از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و طاقت نمی داشتم  
که چشم خود را بر گردنم از جمال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از جهت اجلال آنحضرت صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم و اگر از من صفت آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرسیده شود طاقت آن  
ندارم زیرا که بدستی من نبودم که بر گردنم چشم خود را از جمال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔  
و از اسامه رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرده شد که آدم بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم و در آن حال یاران او گرداوشسته بودند گویا بر سرهای ایشان پرندگان اند،  
یعنی سرهای خود نمی جنبانیدند، چه پرند بجا سینه نشیند که آن را ثابت و برقرار می بیند۔

وَقَالَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ حِينَ وَجَّهْتُهُ فُرُشًا

عَامَ الْقَضِيَّةِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَرَأَى مِنْ تَعْظِيمِ أَصْحَابِهِ لَهُ مَا رَأَى وَإِنَّهُ لَا يَتَوَصَّأُ  
إِلَّا ابْتَدَرُوا وَضُورَةً وَكَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَيْهِ وَلَا يَبْصُقُ  
بُصَاقًا وَلَا يَنْخَمُ نُخَامَةً إِلَّا تَلَقَّوْهَا بِأَكْفِهِمْ قَدْ لَكُوا  
بِهَا وَجُوهَهُمْ وَأَجْسَادَهُمْ وَلَا تَسْقُطُ مِنْهُ شَعْرَةٌ  
إِلَّا ابْتَدَرُوا وَهَاوَ إِذَا أَمَرَهُمْ بِأَمْرٍ ابْتَدَرُوا أَمْرًا

له و حال (ذ) كه از ازاں (ذ) كه بر گردانم x (ذ) كه بر (پ)

وَإِذَا تَكَلَّمْ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَلَا يُجِدُونَ  
إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ -

”گفت عروہ بن مسعود وقتیکہ اوراقریش درسال صلح حدیبیہ سے  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرستادہ بودند و از تعظیم اصحاب آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دید آنچه دید  
و دید کہ بدرستی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو نمی کرد مگر اصحاب برائے  
آب وضوئی نشافتند و قریب اقتال می شدند اگر آب وضوئی یافتند و دید کہ  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آب دهن و ریم بینی نمی انداخت مگر آن را  
بکف دست خود بامی گرفتند و بر روی سر و بر اندام خود مالیده آبروی یافتند  
و بیچ موئے از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمی افتاد مگر برآں می نشافتند  
و چون آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایشان را کار سے می فرود فی الحال  
فرمان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را می شنافتند و چون آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخن می کرد آواز خود نزد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فرود می کردند و نظر سوسے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نمی آوردند از جهت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

فَلَمَّا جَعَرَ إِلَى فُرُوسِ قَالِ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشِ  
إِنِّي جِئْتُ كِسْرَى فِي مَلِكٍ وَ قَيْصَرَ فِي مَلِكٍ وَ النَّجَاشِيَّ  
فِي مَلِكٍ وَ إِنِّي وَ اللَّهِ مَا أَيْتُ مَلِكًا فِي قَوْمٍ قَطُّ مِثْلَ  
سُحْتِي فِي أَصْحَابِي -

" پس یوں بازگشت عروہ ابن مسعود سوئے قریش، گفت اسے قوم قریش! بدستی من بر کسری و قیصر و نجاشی یعنی شاہ فارس و شاہ روم و شاہ حبشہ در ملک ایشان رسیدم و بدرستی من بہ سوگندِ خدا بیچ بادشاہ راد و بیچک قوم ہرگز ہرچ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزیز تر در یارانِ او ندیدم۔"

وفی روایۃ ،

إِنَّ سَأَيْتُ مَلَكًا قَدْ تَعَظَّمَتْ أَصْحَابُهُ مَا  
تَعَظَّمَتْ مُحَمَّدًا أَصْحَابُهُ۔

" و در روایتی چنین است کہ ندیدم بیچ بادشاہے را ہرگز کہ تعظیم او کنند یارانِ او آن قدر کہ تعظیم می کنند آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم را یارانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔"

وَقَدْ سَأَيْتُ قَوْمًا لَا يُسَلِّمُونَ أَبَدًا

" و تحقیق دیدم قومی را کہ گاہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را نگذارند و ہمیشہ تعظیم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجای آرند۔"

ومروی است :

لَمَّا أَذِنَتْ قُرَيْشٌ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ  
فِي الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ حِينَ وَجَّهَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ أَبِي وَقَالَ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ  
حَتَّى يَطُوفَ بِرَأْسِ سُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

” ہر گاہ قریش برائے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ در طوافِ کعبہ  
شرفیہ اذن دادند وقتے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عثمان  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ را در صلح حدیبیہ سوئے قریش فرستادہ بود، عثمان رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ ابار آورد و گفت نہ ام من کہ طواف کنم من تا آنکہ طواف  
کند بکعبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم “

وَقَالَ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ  
لَقَدْ كُنْتُ أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْأَمْرِ فَأُخِّرُ سَنَتَيْنِ مِنْ هَيْبَتِهِ -  
” حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفتہ کہ ہر آئندہ بودم من کہ  
سوالِ کار سے از رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می خواستم پس آل  
سوال تا دو سال می گذاشتم از جہت ہیبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم “

وَبَلَغَ مُعَاوِيَةَ أَنَّ كَالِيسَ بْنَ سَابِئَةَ شَبِيهٌ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ  
عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الدَّارِ قَامَ عَنْ سَرِيرَةٍ وَتَلَقَّاهُ  
وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَأَقْطَعَهُ الْمِرْغَبَ لَشَبَاهِهِ  
صُورَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

” در سیدہ بود معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ را کہ بدستی کالیس بن ربیعہ مشابہ  
است بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس ہر گاہ در آمد کالیس بہ معاویہ

لہ من x (پ) بکہ کان شبیہ (پ) بکہ بین x (ذ) بکہ المرات (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

از دروازہ سرسے معاویہ از تخت خود ایستاد و او را تلقی کرد و میان دو چشم  
او بوسہ داد و سپرد با و اقطاع مرغیب از جهت شبیر و بصورت رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

و اگر برائے استیعاب آثار اکبار کیا را صحاب و اکتار ایشان در اجلال شان  
آنجناب تطاب و مراعات داب آداب در سہ باب استقصار و در سخن و کتاب بہ اطناب  
منجز شود و سہ اصحاب خطاب بہ آنجناب بہ اشرف القاب کمال استکانت و غایت  
محافظة بر منزلت و مکانت می کردند و در فاتحہ کلام بعد صلوة و سلام قد یتلک  
یا حی و اٰحیی یعنی پدر و مادرم فدائے تو باد یا بکلہ بنفسی انت یا رسول  
اللہ یعنی جان من فدائے تو باد اے پیغمبر خدا! می آوردند و با وجود و فور فیض صحبت  
بمقتضائے محبت در اجلال و توقیر مصدر کوتاہی و تقصیر نبودند بلکه علی الدوام در اجلال و  
اکرام آل سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام می افزودند و همچنان قرن ثانی و ثالث بہ آثار  
صحابہ اقتدار و بہ الوار ایشان ابتداری نمودند ۔

مصعب بن عبد اللہ گوید کہ بود امام مالک وقتے کہ ذکر آنحضرت صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نزد او می کردند فام او متغیری نشد و می خمید پشت او تا آن کہ این برہنشان  
او دشواری شد پس روز سے امام مالک را از حال او پرسیدند فرمود آنچه من می دیدم  
اگر شامی دیدید ہر آئینہ بر من انکار نمی ورزیدید بکستی بودم من می دیدم محمد بن منکدر  
را و او ہتر قاریاں بود کہ ہمیشہ او را از پیچ حدیثے نمی پرسیدم مگر او می کہسیت تا آن کہ  
براورحم می کردیم و ہر آئینہ بودم من کہ می دیدم جعفر صادق را و او کثیر المزاح و بسیار متبسّم بود

لہ مرغاب (پ) لہ سخن اسباب (پ) لہ اشرف (ذ) لہ در جلال (ذ) لہ و توقیر محبت مصدر

کوتاہی در اجلال و توقیر (ذ) لہ ابتداء (امل)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



پس چوں ذکر حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزد اومی رفت، رنگ او زرد می نمودندیم  
اور اکه سخن می گفت از پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چیز بر طهارت۔

وہر آئینہ پیش او تا زمانے آمد و شد می نمود پس نبودم کہ می دیدم اورا مگر  
بہرہ خصال یا آنکہ نماز می کرد یا خاموش می ماند یا قرآن می خواند و سخن نمی کرد و در آنچه  
سوہ نمی داشت و او را زان علماء عباد بود کہ ترس خدای کردند۔

ہر آئینہ بدستی بود عبدالرحمن بن قاسم کہ ذکر می کرد پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم پس سوئے رنگ اومی دیدند گو یا بدستی کشیدہ شد از خون و بدستی خشک  
می شد زبان او در دہن از جہت ہیبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ہر آئینہ  
بدستی بودم من کہ نزد عامر بن عبداللہ می رسیدم و او را بدیں حال می دیدم کہ چوں نزد او  
کے ذکر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می کرد او گریہ می آورد تا آنکہ نمی ماند در چشم او  
ہیچک اشک۔ و ہر آئینہ بدستی زہری را دیدم و او آسان و نرم ترین و نزدیک ترین  
مردماں بود چوں نزد او ذکر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می رفت پس بدستی چہاں  
می گشت کہ نمی شناسد او ترا و نمی شناسی تو او را۔ و ہر آئینہ می آدم بر صفوان بن سلیم و او  
از متعبدان مجتہدان بود پس چوں کہے نزد او ذکر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می کرد  
می گریست پس ہمیشہ بود کہ گریہ می نمود تا آنکہ مردماں از نزد او بر می خاستند و او را  
در گریہ می گذاشتند۔ این ترجمہ کلام حضرت امام مالک است۔

و از حمد آثار اعظام و اکبار آل سیدالابرار است اعظام و بزرگ داشتن  
وصلتہا و تعلقات قرابتی و متاعہائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام و بزرگ داشتن

لہ پیر (ذ) لہ نزد او (تا) پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ پیش او (ذ) لہ می کرد (ذ) لہ کشید  
شد (ذ) کشیدہ باشد (پ) لہ چوں (ذ) لہ حضرت \* (ذ) لہ اعظام (ذ) لہ قرابتے (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

منازل و محاور و خانہائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از مکہ مطہرہ و مدینہ منورہ و بزرگ  
داشتن منازل و مجالس و محافل او و بزرگداشتن چیزے را کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم ستود و ستایش فرمود و چیزے را کہ معرفت با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود۔  
از حضرت انس مروی است :

لَقَدْ سَأَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ، وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ  
فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ  
” بر آئند تحقیق دیدم پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را و حال  
این بود کہ حلاق، سر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می ستزد و اصحاب  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گرد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم طواف می کردند پس نمی خواستند کہ بفتد یک موئے آنحضرت صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جز در دست مردے “

وَأُتِيَ ابْنُ عُمَرَ وَأَضْعَايِدَا عَلَى مَفْعَدِهِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِثْبَرِ شَمًا  
وَصَعَهَا عَلَى وَجْهِهِ -

” دیدہ اند ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما را کہ دست بر شمشکاه رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از منبر نهاد پس دست خود بر روی خود نهاد “

در روایت کردہ اند کہ ابو مخدومہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مورہاے دراز در پیشانی

داشت کہ چو ل می نشست و آن مورہاے فرو گذاشت آن موئے بر زمین میرسید۔

ملہ جائزے (ذ) ملکہ دانستن (پ) نگہی سرد (ذ) نگہ آدی (ذ) شہ مفقده (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فَقِيلَ لَهَا لَا تَخْلِقِيهَا فَقَالَ لِمَ أَكُنُّ بِالذِّعْبِ  
أَخْلِقِيهَا وَقَدْ مَتَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْدِهِ -

”پس ابو محذورہ نے کہا کہ مخلوق نہیں سازی مومنہا را پس گفت  
نام من آن کے کہ این مومے را خلق کنم و حال این است کہ تحقیق مست  
فرموده است این مومے را رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

وَكَانَتْ شَعْرَاتُهَا مِنْ شَعْرِهَا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَلْبِ سُوْرَةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَلَمْ يَشْهَدْ  
بِهَا قِتَالَ إِلَّا سُرِيْقَ النَّصْرَةِ -

”بود مومنہا کے چند از مومے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
در کلاه خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس در پیچ قتال باں حاضر  
نمی شد مگر نصر و ظفر داده می شد“

آہ سے ہر گاہ کہ بسبب برکتِ تابوتِ سکینہ کہ دریاں بقتیہ بہ متروکہ آلِ موسیٰ  
و ہارون علیہما السلام بود فتح و ظفر نصیبِ بنی اسرائیل می شد پس اگر مومے مبارک  
حضرت سید البشر این برکت داشته بلکہ یہ ہزاراں مراتب ازاں فزول تر داشته باشد چہ جائے  
استبعاد تو اندر بود :

وَكَانَتْ فِي قَلْبِ سُوْرَةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ شَعْرَاتُهَا  
مِنْ شَعْرِهَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَسَقَطَتْ قَلْبِ سُوْرَةِ  
فِي بَعْضِ حُرُوبِهِ فَشَدَّ عَلَيْهَا شِدَّةً أَنْكَرَ عَلَيْهَا  
أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَثْرَةِ

مَنْ قُتِلَ فِيهَا فَقَالَ لَمَّا كُنَّ أَفْعَلُهَا بِسَبَبِ  
الْقَلَنْسُوتِ بَلَى مَا قَضَيْتَنِي مِنْ شَعْرَةٍ عَلَيَّ  
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِيَلَا أُسَلِّبَ بَرَكَتَهَا وَتَقَعَّ فِي  
أَيْدِي الْمُشْرِكِينَ۔

” در کلاه خالد بن الولید مو ہائے چنڈاز مو ہائے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ

والسلام بودند، پس آل کلاه در بعض جنگہائے او افتاد پس خالد رضی اللہ

تعالیٰ عنہ بہ غصہ آن کلاه حملہ سخت آورد، آنچنان حملہ سخت کہ یاران پیغمبر

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکار نمودند از جهت بسیاری کسانیکہ در آن حملہ

کشتہ شدند پس خالد گفت کہ من این حملہ از جهت کلاه نکردم بلکہ از جهت

آنچہ در کلاه گرفتہ بود از موئے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تا برکت آل

موئے از من رہ بودہ نشود و آل موئے در دست مشرکان نہ افتد۔“

ازیں جا تو اں دریافت کہ کسے کہ اجلالِ موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نمی کند و بہ تعظیم آل اعتبار ندارد و بلکہ ازیں بدل نیار و محبت آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در دلش نیست گو و دعوی محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

را نماید و در تاویل بے باکی خود لاف و گزاف افزاید و کسانے کہ ایمان و محبت

آنحضرت و ازین در جنب موئے مبارک تمام عالم را بچوئے نمی شمارند چنانکہ از صحابہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مروی است :

لَشَعْرَةٍ عَلَيَّ مِنْ أَحَبِّ إِلَيْنَا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

لہ اکن x (ذ) لہ و یقع (ذ) لہ بر (ذ) لہ بکر بر او (پ) لہ اذ ان کشتہ (ذ) لہ و x (ذ) لہ

آل x (ذ) لہ اعتبار (ذ) لہ و محبت (ذ) لہ بشعرۃ (ذ)

” ہر آئینہ یک موئے ازاں، محبوب تراست سوئے ما از دنیا و آنچه دزال است“

و لنعم ما قبیل مہ

اگر چہ دوست بر چیزے نمی خرد مارا

بعالمے نقر و شمیم موئے از سر دوست

و فِي الصَّحِيحِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُمَا أَخْرَجَتْ جُبَّةً طَيِّبًا لِسَيِّئَةٍ

وَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَلْبَسُهَا فَتَحْنُ نَخْسِلُهَا لِلْمَرَضِيِّ نَسْتَشْفِي بِهَا۔

” در حدیث صحیح از اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی

است کہ بدہستی او جبہ طیبی لسی بر آورد و گفت بود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کہ این برامی پوشند، پس ما ان را می شوئیم برائے بیماریاں کہ شفا

می جوئیم باں“

وقاضی ابوالفضل عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد خود روایت کردہ کہ ابوالقاسم

ابن المامون گفتہ کہ نزد ما کاسہ از کاسہائے پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود پس بودیم ما

کہ می کردیم آب در ان برائے بیماریاں، پس شفا می خواستیم بدان،

أَخَذَ جَجْجًا<sup>۱</sup> الْغَفَارِيَّ قَضِيْبَ السَّيِّئِ مِنْ يَدِ

عُثْمَانَ وَتَنَاوَلَهُ لِيَكْسِرَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَصَاحَ بِهِ

النَّاسُ فَأَخَذْتَهُ<sup>۲</sup> الْأَكِلَةَ فَفَطَعَهَا وَمَاتَ قَبْلَ

الْحَوْلِ۔

” وگرفت حججہ الغفاری عصالے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
از دست عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا بشکند آن را بر زانو سے خویش، پس  
بانگ کردند بر مردمان کہ مشکن این را پس اورا در زانو علتے گرفت ہم را  
حال، پس زانو را برید پس مرد پیش از انصرام سال“

و دیگر احادیث و آثار دریں باب بسیار اندازیں آثار صحیحہ و نصوص صریحہ  
ثابت شد کہ تعظیم و اجلال ہر چہ بدیاں جناب فیض مآب، تشریف انتساب دارد و التزام کرام  
و اعظام ہر آنچہ باندام و اقدام عالی مقام آن سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام شرف  
مماس یافتہ باشد بر جمیع اہل اسلام از خاص و عام واجب و مفروض است و کہے کہ  
بہ اہانت آں اشیائے شریفہ زبان خود آلاید یا اعانت بجواز اہانت آں سرایا علانیۃ و قولاً  
یا فعلاً نماید ایمان را بر باد داد و ارتداد بجائے حسن اعتقاد بہ دل خود نہاد۔

چنانچہ بعض زنادقہ و ملاعنہ بدین گویند کہ اثر قدم نبوی و نشان پائے  
مصطفوی در خور آن است کہ آن را بجائے نگاہ دارند کہ ہر کس و ناکس بر آن پائے  
گزارند یا می گویند کہ اگر لباس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پائندازاں جامہ پوشیدنی  
سازند و اگر نعلین مبارکین بدست آیند زیر پائندازند العیاذ باللہ! این کفر و الحاد و بیایمانی  
و ارتداد است اعاذنا اللہ من ذلک و ما اشبهہ من المہالک۔

و چنانکہ تعظیم این ہمہ اشیاء واجب و مفروض است، اجلال اہل قرابت و اہل  
صحابت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطریق اولیٰ فرض عین بلاریب و بین است و چوں  
کتاب مبسوطہ حاوی این عقائد و جامع این مقاصد اندہ در فتوئے حاجت بہ تطویل و تفصیل

لہ حجہ (اصل) لہ منار سب (اصل) لہ بایات (پ) لہ بے دین (پ) لہ می گویند (ذ) لہ آں (ذ)

کہ برائے (ذ) لہ اشبه (ذ) لہ یقین (ذ) لہ فتوئے (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نیت، وجوب و فرضیت محبت اہلالِ آلِ سرورِ کائناتِ مفضّلِ موجوداتِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجائے رسید کہ حیواناتِ عجم و نباتات از رطب و یابس و جہاداتِ صومِ سجود و تسلیم برائے اہلالِ و تعظیمِ آلِ رسولِ کریم می کردند و بسببِ فطر محبت، یعنی و گریہ آوردند:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِحَجْرٍ قِيَ لَا شَجَرٍ إِلَّا سَجَدَ لَهُ -

”روی است از جابر کہ گفت پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر بیچ سنگے و درختے گذر نمی کرد مگر آن کہ سنگ و درخت برائے او سرسجود می آورد.“

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتَنَا اسْتَقْبَلَنِي جِبْرَائِيلٌ عَلَيَّ السَّلَامُ بِالسَّلَامَةِ جَعَلْتُ لَا أَمْرٌ بِحَجْرٍ قِيَ لَا شَجَرٍ إِلَّا قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ!

” از حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی است کہ از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کرده است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود ہر گاہ جبرائیل علیہ السلام با رسالت بمن توجہ نمود، گشتم کہ نمی گذشتم بہ بیچ سنگے و درختے مگر آنکہ می گفت السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ!

وقصہ حنین جذع یعنی نالیدن چوبِ درختِ غرما برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متواتر است و حدیثِ آلِ مشہور -

لہ و محبت (ذ)

سگے آوردند (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ كَانَ الْمَسْجِدُ سَقُوفًا  
عَلَى جَذْوَعٍ فَخَلَّ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ يَقُومُ إِلَى جَذْوَعٍ مِثْلَهَا -

” جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت سقوف مسجد نبوی از چوبہائے  
درخت خرابا بود، پس بود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چون خطبہ می فرمود  
قیام سوئے چوبے از اہنامی نمود“

فَلَمَّا صَغِعَ لَهُ الْبَيْتُ وَسَمِعَتْ لِذَلِكَ الْجَذْوَعِ  
صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ -

” پس ہرگاہ کہ برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر ساختند شنیدیم  
مراں چوب را آواز سے بچو آواز مادگان شتر کہ بارہ داندہ باشند یا بچہ ہائے  
صغار باشند“

وَفِي رِوَايَةٍ آيَةُ النَّسِيِّ حَتَّى إِسْرَافَ الْمَسْجِدِ الْخَوَاسِرِ

” و در روایت انس است کہ جنتید مسجد بہ آواراں چوب“

وَفِي رِوَايَةٍ آيَةُ سَهَيْلٍ وَكَثْرُ بُكَاءِ النَّاسِ لِمَا

سَأَفَا بِهِ -

” و در روایت سہیل است کہ مردماں بسیار گریہ کردند از جہت آنکہ

بداں چوب دیدند“

وَفِي رِوَايَةٍ الْمَطْلَبِ حَتَّى تَصَدَّعَ وَانْشَقَّ

حَتَّى جَاءَ النَّبِيُّ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ فَسَكَتَ -

” و در روایت مطلب است کہ چوب چنداں نالید کہ پارہ پارہ شد و شکافتہ

سہ چیں (پ) لہ شگافید (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



تا اینکه آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسید و دست مبارک خود براو ہنما  
پس چوب ساکت شد۔“

وَنَزَّادَ غَيْرُهُ فَقَالَ السَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا بَكِي لِمَا فَتَدَّمِنَ الذِّكْرِ۔

”وغیر مطلب دریں حدیث افزوداں کلام، پس فرمود آنحضرت صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ بدستی این چوب گریہ آورد از برائے آنکہ ذکر گم کرد۔“  
وَنَزَّادَ غَيْرُهُ وَالَّذِي لَنَفْسِي بِبَيْدَةٍ لَوْ لَمْ أَلْتَزِمُهُ  
لَمْ يَزَلْ إِلَى يَوْمِ الْبِقِيَامَةِ تَحَزُّنًا عَلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

”وغیر این راوی دریں حدیث افزود کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
فرمود یہ سو گنہاں خدا کہ ذات من بدست قدرت او است اگر نمی گرفتہ آن  
چوب را در کنار می بود در ناله تار و تار از جهت فراق رسول مختار صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم۔“

وَذَكَرَ أَنَّهُ سَفَرَ السَّبِيُّ أَنَّ السَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا إِلَى نَفْسِهِ فَجَاءَهُ كَأَنَّهُ يَخْرِقُ الْأَرْضَ  
فَالْتَزَمَهُ ثُمَّ آمَرَكَ فَعَادَ إِلَى مَكَانِهِ۔

” و ذکر کرد اسفرائینی کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواند آن چوب  
را سوئے خود پس چوب زمین شکافتم رسید پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم او را در کنار گرفت پس تر فرمود تا بانہ رود پس چوب سوئے

جائے خود باز رفت ”

فَكَانَ الْحَسَنُ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا بَكَى وَقَالَ  
يَا عِبَادَ اللَّهِ الْخَشْبَةُ تَحْتُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَوْقًا لِيَرِي مَكَانَهُ فَأَنْتُمْ  
أَحَقُّ أَنْ تَشْتَاقُوا إِلَى لِقَائِهِ -

” پس بود حضرت حسن بصری کہ چون دریں سخن می کہد گریست و می گفت  
اے بندگانِ خدا چوب می نالد سوئے پیغمبرِ خدا از جہتِ شوق سوئے او برائے  
مرتبہ او علیہ الصلوٰۃ والسلام پس شما سزاوارترین بدینکہ مشتاق سوئے لقاے  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شوید “

از روسے ای آثار کہ اندکے از بسیار بلکہ یکے از ہزار اندید ریافت تو اس سید  
کہ اجلال و احترام و محبت آل سید الانام بر خلق تمام حضرت باری مقام فرض کردہ است و  
سجدۂ اشجار و احجار و حیوانات کہ ثابت بہ احادیث بسیار است، سجدۂ تعظیم بودہ است  
نہ سجدۂ معبادت چہ آنحضرت معبود نبود ایں سجدہ از قبیل سجدۂ ملائکہ برائے آدم علیہ السلام یا  
سجدۂ ابوبن و اخوۃ یوسف علیہ السلام برائے ایشاں بود پس کسانے کہ در اجلال و تعظیم  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمی کوشند یا دیدہ و دانستہ ازین جنس خصوص چشم می پوشند  
یا یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محبت نمی دارند و بسببِ شوقِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم رقت در دل نمی آرند از حیواناتِ عجم و اخشابِ خشک و جماداتِ صم بدتر اند نشان  
مؤمنینِ مخلصین کہ پیر و صحابہ و تابعین اند این است کہ در مباحات و خواہشہائے نفس نیز  
مراعاتِ محبتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می نمایند و ہر چہ مرغوبِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

لہ او x (ذ) لکھ جائے خطبہ او (پ) لکھ دیکے (پ) لکھ پس (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علیہ وسلم بود بمقتضای محبت مرغوب دارند و خرید و دبار افضل اطعمہ می شمارند۔  
وہر کہ در شمال رضیہ و سجایای رضیہ و اخلاق حمیدہ و شیم پسندیدہ آنحضرت صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم و حال کثرت صنوف منت و الوف احسان و نعمت و فرط رافت و رحمت  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسبت بحال امت تامل کند تواند دریافت کہ ماگنہ کارا را  
سیہ کاراں کہ برگونہ گناہ را از نکاب و ہر قسم سیہ کاری را اکتساب کردہ ایم و می کنیم باہر  
از غضب الہی و قہر بزدی کہ امم ماضیہ را بخت و سحر و امطار سجیل و دیگر وجوہ عقاب تشکیل  
واخذ و بیل تباہ ساخت و بہ درکات ہلاک انداخت، مامون از عقوبات عاجلہ باوجود استحقاق  
آں بزاز نکاب جرائم و ذنوب مولفہ محفوظ و مصنون ہستیم طفیل کرامت آں رحمت عالمیال  
و بدولت دعائے مقبول آں بلجا و ملاذ آدمیان در انیم کہ ما دانیم و ہر کہ این معنی را انکار آرد  
و از قبول این امر نفاہ کند کافر نعمت و جاہل رحمت باشد۔

و نیز باید دانست کہ اکمل انواع محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم این  
است کہ اطاعت و اتباع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در اوامر و نواہی و سنن  
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ خلوص دل و انقیاد قلب لازم گرفتہ آید پس کسی کہ  
بصدق و اخلاص اطاعت و اتباع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ہر امور کند محبت  
او کامل است و ہر کہ در اطاعت و اتباع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قاصر باشد  
محبت او ناقص است لیکن از سلب محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تواند کرد  
زیرا کہ از نکاب عصیاں از اسلام و ایمان بیرون نمی آرد تا سلب محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم از عصیاں روا باشد چہ ایمان بے محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متصویر نیست  
و غلہ عصیاں و اہل کبار بلاشبہ مومنان اند چنانکہ در کتب عقائد اہل سنت و جماعت مذکور و

سہ عقابے سجیل (ذ) سہ والا ما اینم (پ) سہ امر (ذ) سہ و اطاعت (اصل)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ثابت شدہ و اگر ایساں مومنان نباشند استحقاق شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
ندارند حال آنکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد کرده اند :  
شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي

و نیز فرمودہ اند :

وَلَكِنِّي بِاللَّمُذِنِينَ الْخَطَائِينَ

و نیز قول آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در حق کسی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
اور احد در خمر زد و بعض صحابہ بر لعنت فرمود :

لَا تَلْعَنُنَّ قِيَامَةَ يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ

” لعنت مکن اور ازیرا کہ بدستی او دوست می دارد خدا و پیغمبر اورا“

و نیز مروی است :

إِنَّ سَأْجِلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ -

” بدستی مرد سے آمد بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس گفت

کے قیامت است اسے پیغمبر خدا؟“

قَالَ مَا أَعَدَدْتَ لَهَا

” گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چه ساختہ کردی برائے قیامت؟“

قَالَ مَا أَعَدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثْرَةِ صَلَوَةٍ وَلَا صَوْمٍ

وَلَا صِدْقَةٍ وَ لَكِنِّي أَحْبَبْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ -

” گفت آل مرد نہ ساختہ ام برائے آن بسیار بی نماز و روزہ و نہ صدقہ

لیکن دوست می دارم خدا و رسول اور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَقَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ

”پس فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ تو با کسے دوست داری

خواہی بود“

امام کے کہ بظاہر نماز گزار و روزہ دار و پرہیزگار و در باطن از محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محروم و در اجلالِ قدر و تعظیمِ شان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقصیر و اہ باشد، آنگس مومن نیست چنانکہ لشکر اہل شام کہ با امام اہل اسلام علی جدہ و علیہ السلام بمقام طغ کربلا و دشت کرب و بلا با حق آوختہ خون حضرت فدا و آبرو کے ایمان خود رنجتہ خاکِ مذلت و رسوائی بر سر ہائے خود بختہ از بدترین کفار و اشقیائے اہل نار شدند و ظاہر شعار اہل اسلام داشتند و از اتباع ظاہری قدم بیرون نمی گذاشتند الا ہرگز محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در دلہائے ایشان نبود و الا ای جنس جناب عزت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از ایشان کے روئے می نمود۔

ازہیں جاتواں دریافت کہ اتباع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بظاہر سبب آن در فرط محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منحصر نیست، بسا اعراض دیگر در اطاعت و اتباع باں جناب مطہر در قلوب مکنون و مضمحل بودہ براختیار تقویٰ ظاہری باعث و سبب آن صلاح صورت کے حادث می گرد و بعض کسان را ہوس بندنامی و بعضے را طبع قدر گرامی و سودائے پیشوائی عامہ کہ منصب سامی است در سرت و بدیل اختیار میسری باشد عہبان بے ریا و مخلصان با صفا کمتر و بہ کثافت عالم اقل و اندر اندک آثار محبت

سہ آں (پ) سہ داشت (پ) سہ کے (ذ) سہ نیست x (ذ) سہ میر (ذ)

Click For More Books

کہ مذکور شد برائے امتحانِ عجمانِ اخلاص شعار محکم و معیار تو انہیں شد اگر ان آثار سے تکلف  
درکے یافتہ شود و محبت صادق است والا غلط نما و منافق۔

چوں نبی سے از حالِ اجلالِ آل سرور برگزیدگان ایزد و متعال بہ ضبط نگارش  
درآمد حال استخفافِ شانِ آل سید البریہ علیہ از کی التخیبہ باید شنید۔

در حواشی چلیپی بر شرح وقایہ گفتہ :

قَدْ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَيَّ إِنَّ الْأُسْتِخْفَافَ

يُنَبِّئُنَا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَيَأْتِي نَبِيَّ

مِنَ الْأَنْبِيَاءِ كَانَ كُفْرًا سَوَاءً فَعَلَهُ فَأَعْلَى ذَلِكَ

اسْتِخْفَافًا أَمْ فَعَلَهُ مُخْتَفِدًا لِيَحْذُمْتَهُ وَ لَيْسَ

بَيْنَ الْعُلَمَاءِ خِلَافٌ فِي ذَلِكَ وَالَّذِينَ نَقَلُوا

إِلَى جَمَاعٍ فِيهِ وَ فِي نَفَا صِيْلِهِ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ يُحْصَى

”پہ تحقیق اجماع کرده است امت تمام براینکہ استخفاف بہ پیامبر ما و بہر

پیامبر از پیامبر ال کہ باشد کفر است، برابر است کہ استخفاف کرده باشد

استخفاف کنندہ آل را حلال دانستہ یا کردہ باشد استخفاف و حال آنکہ

الاعتقاد حرمت داشته باشد، نیست در میان علماء مگر چونہ خلاف در ال

و کسانے کہ اجماع در ال نقل کرده اند بیشتر انداز آنکہ صحر کرده شوند“

قَالَ الْقَاضِي أَبُو الْفَضْلِ فِي الشِّفَاءِ أَنَّ جَمِيعَ مَنْ

سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَابَهُ أَوْ أَحَقَّ

لہ تو اندر پ، لہ محبت (ا، ب)، لہ نماز منافق (د)، لہ نبرد (د)، لہ اجلال (د)، لہ نبی (د)، لہ  
کان من الدنیا (د)، لہ کمر متہ (د)، لہ و (د، پ)، لہ من (د، پ)، لہ میان (د، د)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بِهِ نَفْصًا فِي نَفْسِهِ أَوْ نَسَبًا أَوْ دِينًا أَوْ خَصْلَةً  
مِنْ خِصَالِهِ أَوْ عَدْوًا بِهَا أَوْ شَبَهَهُ بِشَيْءٍ عَلَى  
طَرِيقِ السَّبِّ لَهُ أَوْ الْإِزْثَارِ عَلَيْهِ أَوِ التَّصْغِيرِ لِشَائِنِهِ  
أَوِ الْقَضْيِ مِنْهُ أَوْ الْعَيْبِ لَهُ فَهُوَ سَابٌّ لَهُ وَحُكْمُهُ  
حُكْمُ السَّابِّ يُقْتَلُ كَمَا نَبَّيْنَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَلَا  
نَسْتَثْنِي فَصْلًا مِنْ فُصُولِ هَذَا الْبَابِ عَلَى هَذَا  
الْمَقْصَدِ وَلَا نَسْتَرِي فِيهِ تَصْرِيحًا كَانَ أَوْ  
مَتَلَوِيحًا.

” بدرستی ہر کسے کہ گوید پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را دشنام یا عیب  
کند او علیہ الصلوٰۃ والسلام را یا ناقصے در ذات یا در نسب او یا در دین  
یا در خصالت از خصائل او علیہ الصلوٰۃ والسلام رساند یا تعریف کند یا حضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا تشبیہ دهد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بچیز  
بر طریق دشنام برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اہانت یا تصغیر  
برائے شان او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا چشم پوشی از او یا عیب برائے  
او بر چیزے مشبہ گرداند پس او دشنام گویندہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم باشد و حکم او حکم سابت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است کہ کشتہ  
شود چنانکہ بیان می کنیم و استثنائے نمی کنیم بیچ نوسے را از انواع این جنس  
این مقصد کہ قتل است و شکے نمیکنیم در آن، آل مذکور تصریح باشد یا

سہ اوراد ذ، لہ ما x (ذ) لہ او x (ذ) لہ د سلم را (ذ) لہ یا چشم (تا) گرداند (پ)

بہی کنہیہ حکم کن (ذ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کنایہ و تویح :-

وَكَذَلِكَ مَنْ لَعَنَ أَوْ دَعَا عَلِيًّا أَوْ تَمَسَّ بِمَضْرَئَةٍ  
أَوْ نَسَبَ إِلَيْهِ مِمَّا لَا يَلِيْقُ بِمَنْصِبِهِ عَلَى طَرِيقِ  
الذِّمِّ أَوْ عَيَّبَتْ فِي جِهَتِهِ الْحَزِيْزِ بِسَخْفٍ مِمَّنْ  
الْكَلَامِ وَهُجْرًا وَمُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَرُوِيَّ أَوْ عَتَرَكَ  
بِشَيْءٍ مَّا جَرَى مِنْ النَّبَلَاءِ وَالسَّيْحَةِ عَلَيَّ أَوْ  
غَمَصَ بِبَعْضِ الْعَوَارِضِ الْبَشَرِيَّةِ الْجَائِزَةِ  
عَلَيَّ الْمَعْمُودَةَ لَدَيْهِ -

” وہجیاں است کہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را العیاذ باللہ  
من ذلک لعنت گوید یا دعائے بد کند یا برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم آرزوئے زیاں دارد یا نسبت کند سوئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم چیزے را کہ نامترا و راست بہ منصب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم بہ طریق نکو سیدین یا بازی کند در جانب عزیز و کریم او بہ سبکی یا ہجو یا زور  
و منکر از کلام یا عیب کند آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از آنچہ گذشت  
بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از بلا و محنت یا عیب کند آنحضرت صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بعض عوارض بشریہ کہ جریان آن بر آنحضرت صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم جائز بود و گشت نزد او محمود :

وَهَذَا كُلُّهُ إِجْمَاعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَأَثْمَتِ الْقَتُوبِ  
مِنَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْ لَدُنِ الصِّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ

لہ فاجرے (اصل) لہ یا ہانت آنحضرت کند چیزے از آنچہ گذشت وہ (پ) لہ و محنت غمرو کسر یا ہانت کند وہ (پ) لہ نزد آنحضرت وہ (پ)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



عنہم اجمعین الی ہلک جرًا۔

”واین ہجرت جماع از علماء و ائمہ رفتہ سے از زمانہ صحابہ رضوان اللہ علیہم تا

این ہنگام“

وایضاً فی الشفار :

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سُوْحُنُونٍ أَجْمَعًا الْعُلَمَاءُ وَعَلَى

أَنَّ شَاتِمًا لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُنْتَقِصَ

لَهُ كَافِرٌ وَالْوَعِيدُ جَارٍ عَلَيْكَ بِعَذَابِ اللَّهِ تَعَالَى

لَهُ وَحُكْمُهُ عِنْدَ الْأُمَّةِ الْقَتْلُ وَمَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِ

وَعَذَابِهِ فَقَدْ كَفَرَ۔

”محمد بن سحنون گفت اجماع کرده اند علماء برابر اینکه دشنام دہندہ پیغمبر صلی اللہ

تعالی علیہ وسلم وکلمہ وکاست کنندہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر

است ووعید بعذاب اللہ تعالیٰ بروجاری است و حکم او نزد امت

یعنی تمام ائمہ کشتن است و ہر کہ در کفر و عذاب او شک و تردید آرد پس

تحقیق کافر شد“

و نیز در شفا آورده و در حواشی چلبی نقل کرده :

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ مُوجِبَانِ

أَنَّ مَنْ قَصَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَذَى

أَوْ نَقْصٍ مُعَرِّضًا أَوْ مُصَرِّحًا وَإِنْ قُلَّ فَقَتْلُهُ وَاجِبٌ۔

۱۔ اجمعین (پ) ۲۔ آں (پ) ۳۔ زمانہ (ذ) ۴۔ فقد (ذ) ۵۔ کم (ذ) ۶۔ عذاب (ذ) ۷۔ نزد ہر  
ائمہ (پ) ۸۔ د نیز (ذ) ۹۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (پ)

ابن عتاب فرمود که بدستی کتاب و سنت یعنی قرآن و حدیث واجب میگردانند  
 این که بدستی هر که قصد اذیت و کاستن آنجناب فیض مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کند بتعریف یا تبصیح اگر چه اندک باشد پس کشتن او واجب است<sup>۱</sup>  
 و نیز در حواشی چلبی گفته :

وَاعْلَمَ أَنَّ السُّقْرَةَ مِنْ تَتَبِعِ الْمُعْتَبِرَاتِ أَنَّ  
 الْمُخْتَارَ أَنَّ مَنْ صَدَرَ عَنْهُ مَا يَدُلُّ عَلَى تَخْفِيفِ  
 عَلَيْهِ السَّلَامِ بِعَمْدٍ وَقَصْدٍ تَنْ عَامَّةِ السُّلَمِيِّينَ  
 يَجِبُ قَتْلُهُ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ بِمَعْنَى الْخَلَّاصِ  
 عَنِ الْقَتْلِ وَإِنِ اتَى بِكَلِمَتِي الشَّهَادَةِ وَالرُّجُوعِ  
 وَالتَّوْبَةِ لَكِنْ لَوْ مَاتَ بَعْدَ التَّوْبَةِ أَوْ قُتِلَ حَدًّا  
 مَاتَ مَيْتَةً إِلَّا سَلِمَ فِي غَسَلِهِ وَصَلْوَتِهِ وَدَفْنِهِ  
 بدانکه بدستی آنچه قرار یافته است از تتبع کتب معتبره این است که مذہب  
 برگزیده نیست که بدستی هر که صدور یا اذیت از وی آید دلالت داشته  
 باشد بر سبک دانستن آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بقصد و تعمداً از عام مسلمانان  
 کشتن او واجب می شود و توبه<sup>۲</sup> او پذیرا نمی گردد باین معنی که از توبه بهائی او از  
 کشتن نمی شود اگر چه بر دو کلمه شهادت بر زبان آرد و بازگشت و توبه از  
 جرم<sup>۳</sup> عظیم کند لیکن اگر بمیرد بعد توبه یا کشته شود از روی حد بیاداش  
 آن جرم میبرد همچو مردن اهل اسلام در غسل و نماز جنازه و دفن او یعنی در تجمیر و  
 تکفین و نماز جنازه حکم او حکم سایر مسلمانان است و اگر العیاذ باللہ پیش از

۱- این عباس (پ) که حدیث (ذ) ۳۱۱ فقره (پ) که معنی و الخلاص (پ) که آنحد (ذ) ۱۰۹  
 (ذ) که عظیمه (ذ) ۱۰۹ لیکن (ذ) ۱۰۹

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

توبہ میرد کافر میرد و بہ او معاملہ اموات اہل اسلام بہ عمل نباید

باید دانست کہ این قائل عمدًا و قصدًا مرتکب استخفاف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شدہ ایمان خود را برابر با دوا و چنانکہ در مقام ثالث بہ اثبات رسید پس بیان حال کے کہ مرتکب این جرمیہ عظیمہ بہ عمد و قصد نشدہ باشد بلکہ بوجہ دیگر این جرم کبیر از دستہ متعلق بہ ما نحن فیہ نیست لیکن برائے استیفائے کلام درین مقام مناسب می نماید کہ حال آن قسم ہم ذکر کردہ شود پس باید شنید کہ در شفا مذکور و در حواشی جلیبی مسطور و ما ثور است۔

وَالْوَجْهُ الثَّانِي لَأَحِقُّ بِبِهِ فِي الْبَيَانِ وَالْجَلَاءِ  
وَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْقَائِلُ لِسَأْأَلٍ فِي جِهَتِهِ عَلَيْهِ  
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ غَيْرَ قَاصِدٍ لِلْسَّبِّ وَالْإِسْمَاءِ  
وَلَا مُعْتَقِدٍ لَهُ۔

” و جہ دوم لاحق است بوجہ اول مذکور در بیان و ظہور و آن این است  
کہ قائل این کلام در جہت او علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر معتقد و غیر قاصد  
عیب است و دشنام و غیر معتقد برائے مضمون کلام خود۔“

وَالِكَيْتَ تَكَلَّمَ فِي جِهَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
بِكَلِمَةٍ الْكُفْرِ مِنْ لَعْنَةٍ أَوْ سَبِّ أَوْ تَكْذِيبٍ أَوْ  
إِضَافَةٍ مَا لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ أَوْ نَفِي مَا يَجِبُ لَهُ مِمَّا  
هُوَ فِي حَقِّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ تَقْيِصَةً مِثْلُ  
أَنْ يَنْسَبَ الْبِرَّ لِثِيَابٍ كَبِيرَةٍ أَوْ مُدَاهَنَةٍ فِي

لہ میرد (د) لہ تائب (پ) لہ چنانچہ (پ) لہ ہاں (پ) لہ مذکور (پ) لہ اگر غیر معتقد  
(د) لہ و غیر معتقد برائے مضمون کلام خود x (پ)

تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ أَوْ فِي حُكْمِ بَيْنِ النَّاسِ أَوْ يَغُضَّ  
مِنْ مَرْتَبَتِهِمْ أَوْ شَرَفِ نَسَبِهِمْ أَوْ فُجُورِ عَلَيْهِمْ  
أَوْ شُرْهُدِهِمْ أَوْ يَكْذِبُ بِمَا اشْتَهَرُوا مِنْ أُمُورٍ  
أَخْبَرَ بِهَا عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَتَوَاتَرَ الْخَبَرُ  
بِهَا عَنْهُ عَنْ قَصْدٍ لِرَدِّ خَبْرِهِ أَوْ يَأْتِي بِسَفْهِ  
مِنَ الْقَوْلِ أَوْ يَقْنِيحُ مِنَ الْكَلَامِ وَتَوْبِيحًا سَائِرًا  
وَنَوْعٍ مِنَ السَّبِّ فِي جِهَتِهِ وَإِنْ ظَهَرَ بَدَلِيلٌ خَالِفٌ  
أَنَّهُ لَمْ يَتَعَمَّدْ ذَمًّا وَ لَمْ يَقْصُدْ سَبًّا إِمَّا الْجِهَالَةَ  
حَمَلَتْهُ عَلَى مَا قَالَهُ أَوْ بِضَجْرٍ أَوْ بِسُكْرٍ أَوْ قِلَّةِ  
مُرَاقَبَتِهِ وَضَبْطِ اللِّسَانِ وَعَجْرَفَةٍ وَتَهَوُّرٍ  
فِي كَلَامِهِ -

” وليکن او سخنے کرد در جهت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بکلمہ کفرانہ  
لعنت یا دشنام یا تکذیب یا اضافت چیز سے ناروا سوئے او علیہ السلام  
آورد یا چیز سے کہ واجب است برائے او علیہ السلام نفی آں کرد، از آنچہ  
نقصید است در حق آں عالیجاہ مانند نسبت کردن سوئے او کبیرہ گناہ  
یا نسبت سستی در تبلیغ رسالت یا در حکم میان مردمان بر ہیچ حالت یا مرتبہ  
او علیہ الصلوٰۃ والسلام یا شرف نسب یا وفور علم یا نہ ہدایت حضرت صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم را نقصان و فرو کند یا بہ خیر امور سے کہ مشہور و متواتر از

لہ سخنے کرد از جهت (د) لہ از تکذیب یا لعنت (پ) لہ یا تکذیب (پ) لہ سوئے (د) لہ

بر (د) لہ یا (د) لہ را (د) لہ و (د) لہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

آنحضرت علیہ السلام است و ہم تکذیب زندان قصد و اہتمام برد و خبر او علیہ  
 السلام یا بیار و در جہت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نسبت نادانگی  
 و سخت عقل یا زشتی کلام و نوعی از دشنام و اگر چہ ظاہر شود بدلیل حال  
 او کہ نہ کردہ است قصد و اہتمام بردم و دشنام یا از جہت جہالتی کہ  
 او را بر اہل سخن برداشت یا از جہت اضطرابی یا مستی کہ او را سوسے آن  
 محتاج ساخت یا از جہت قلت نگہداشت و ضبط لسان و از جہت  
 شتابی و بے باکی در گفتن آن

فَحُكِرْهُ هَذَا النُّوجِرِ حُكْرُ النُّوجِرِ الْأَقْلِ لِقَتْلِ  
 دُونَ تَلَعْتُمْ إِذْ لَا يُعَدُّ أَحَدًا فِي الْكُفْرِ بِالْجِهَالَةِ  
 وَلَا بِدَعْوَى نَمِّ لِسَانٍ وَلَا شَيْءٍ مِمَّا ذَكَرْنَا  
 إِذَا كَانَ فِي فِطْرَتِهِ سَلِيمًا إِلَّا مَنْ أَكْرَبَهُ وَقَلْبُهُ  
 مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ -

” پس حکم این وجہ ثانی حکم و جبر اول است کہ او را کشتند و در رنگ  
 و معافی نہ کنند زیرا کہ معذور نیست در کفر بسبب جهالت و نہ بدعوائے  
 لغزش زبان و نہ هیچ چیز ازاں کہ ما ذکر کردیم از مستی و اضطراب بد هیچ حالت  
 اگر عقل او در خلقت او سلیم بود و جنون نے و اغمائے برو نہ رود مگر کسی کہ  
 برو اکراه کردہ شود و دل او آرام گیرندہ بہ ایمان بود

له از دشنام (ذ) له به ذم او دشنام (ذ) بزم بردشنام (پ) له بھل (پ) له سستی (اصل) له  
 بازا ز جہت (ذ) له و معافی x (ذ) له نہ کبند چون کسی کہ براو اکراه شود و دل او آرام گیرندہ بر ایمان بود (پ) له  
 زیرا کہ آنچہ معذور (پ) له در کفر (تا) زبان x (پ) له به هیچ (پ) له بر گاہ کہ عقل (ذ) له او x  
 (پ) له و x (ذ) له رود انتہی (پ) له مگر کسی (تا) ایمان بود x (پ)

باید دانست کہ اگر کدام کلام صادق و لالت بر استخفافِ شانِ آنحضرت داشته باشد متکلم بآن کلام کافر می شود چنانکہ ہمہ علماء اتفاق کرده اند براینکہ ہر کہ استخفافِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسببِ عوارض بشریہ کند کافر گردد و حال آنکہ آن عوارض بشریہ بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جائز و نزد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معفو باشند ازین جا است کہ علماء بر کشتنِ کسی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بہ ختنِ حیدر تعبیر کرده استخفافِ شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارادہ داشته باشد فتویٰ دادند چنانچہ در کتبِ دینیہ مذکور است و جزئیاتِ این مسئلہ بیشتر انداز آنچہ بہ حصر آیند و فی ما ذکرناہ کفایۃ۔

اگر گفته شود کہ در کتب عقائد مذکور است کہ نزد محققین اہل سنت و جماعت تکفیر اہل قبلہ ممنوع است پس کسی کہ از اہل قبلہ مرکبِ شناعتِ استخفافِ شود چگونه بہ تکفیر آں حکم کردہ آید؟

جوابش این است کہ قاعدہ

وَلَا تُكْفِرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ

”یعنی تکفیر نمی کنیم کسی را کہ از اہل قبلہ است“

کہ در کتب عقائد مذکور است، کلیہ نیست بلکہ مخصوص است باین کہ اہل قبلہ کہ بانکار ضروریاتِ دین نہ پردازند و از ایشان بیچک از آثار و علاماتِ کفر ظاہر و بیچک از موجباتِ کفر صادر نشود و ہر کہ چیزے را از ضروریاتِ دین انکار کند یا از واثرے و علامتے از آثار و علاماتِ کفر ظاہر یا بیچک از موجباتِ کفر صادر یابد، بلا تامل تکفیر آں کردہ شود و اولادِ باریب **کافر** است و ہر کہ در کفر آں شک کند او ہم کافر است، چہ

لہ علماء گرداند براینکہ (ذ) لہ بسببِ عوارض (تا) بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ د (ذ) لہ

بود (ذ) لہ چنانکہ (پ) لہ بکفر آں (پ) لہ نہ پردازند (ذ) لہ نشان (پ) لہ د (ذ) لہ

شک و تردد اور در تکفیر این چنین کس شک و تردد در ضروریات دین است و هر که در ضروریات دین شک آورد و تردد در بلا شک و تردد و کافر است -

ملا علی قاری در شرح فقه اکبر فرموده :

تَدَاعُلَمَاتُ الْمُرَادِ بِأَهْلِ الْقِبْلَةِ الَّذِينَ  
اتَّفَقُوا عَلَى مَا هُوَ مِنْ حُدُودِهَا بِأَهْلِ الْقِبْلَةِ  
كَحُدُوثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْأَجْسَادِ وَعَلَى اللَّهِ  
بِالْكَلِيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ مِنْ  
السَّائِلِ السُّهَمَاتِ فَسَنُ وَاطْبَ طُولَ عُمُرِهِ  
عَلَى الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ مَعَ الْقَوْلِ بِقِدْمِ  
الْعَالِمِ أَوْ نَفِي الْحَشْرِ أَوْ نَفِي عَلَيْهِمْ سُبْحَانَ  
بِالْجُزْئِيَّاتِ لَا يَكُونُ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ وَأَنَّ  
الْمُرَادَ بِعَدَمِ تَكْفِيرِ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ  
أَهْلِ الشُّنَّةِ أَنَّ لَا يَكْفَرُ مَا لَمْ يُوْجَدْ شَيْءٌ  
مِنْ أَمَارَاتِ الْكُفْرِ وَعَلَا مَا تَبَيَّنَ لَمْ يَصُدَّرْ مِنْهُ  
شَيْءٌ مِنْ تَوْجِيهَاتِهِ لِشَيْءٍ كَلَامُهُ -

و فی شرح السواقیف :

وَلَا يَكْفَرُ أَهْلُ الْقِبْلَةِ إِلَّا بِمَا فِيهِ نَفْيٌ  
لِلصَّانِعِ الْقَادِرِ الْعَلِيمِ أَوْ شِدْكَ أَوْ انْكَارِ لِلتَّبَوَاتِ  
أَوْ انْكَارِ بِمَا عَلِمَ سَجِيئَةً عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهِ ضَرْوَةٌ

أَوِ السُّجُودِ عَلَيْهِ كَأَسْتَحِلَالِ الْمُحَرَّمَاتِ الَّتِي  
أَجْمَعَ عَلَى حُرْمَتِهَا فَإِنْ كَانَ السُّجُودُ عَلَيْهِ سِتًّا عِلْمًا  
مَنْدُورَةً مِنَ الدِّينِ فَذَلِكَ ظَاهِرٌ وَ دَاخِلٌ  
فِي مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ وَإِلَّا فَإِنْ كَانَ إِجْمَاعًا ظَاهِرًا  
فَلَا كُفْرًا بِمُخَالَفَتِهِ وَإِنْ كَانَ قَطْعِيًّا فَفِيهِ  
خِلَافٌ اِنْتَهَى -

و پچھنیں در کتب دیگر مذکور است و چون ثابت شد کہ امت اجماع دارد بریں  
کہ استخفاف بہ شان آنحضرت و سایر انبیاء علیہم السلام کفر است و بلاشبہ این مسئلہ  
از ضروریات دین است پس ہر کہ دریں مسئلہ شک کند، کافر گردد تا بحال مرکب استخفاف  
چہ رسد؟

و لَيْكُنْ هَذَا الْاِخْرُ الْكَلَامِ فِي هَذَا الْمَقَامِ

چون ہر چہ ہر مقام پر ایہ انجام و اختتام یافت، حالاً خلاصہ فتویٰ و جواب  
استفتار باید شنید کہ مستفتی در استفتار سے سوال کردہ :

یچے آنکہ این کلام حق است یا باطل؟

دوئمی اینکہ کلامش بر استخفاف و انتقاص شانِ خطیر و قدر واجب التوقیر حضرت

سید الاولین و الآخرین افضل الانبیاء و المرسلین علیہم از کی صلوة المصلین و اسنی تسلیات

المسلمین و ارضی تحیات الملائکہ قلمسلمین شمال لادار و یانہ؟

سوم اینکہ بر تقدیر اشمال و دلالت آل بر شناخت استخفاف و انتقاص آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حال مرکب آل شرعاً چیست و او از روئے دین و ملت کبیت؟



جواب سوال اول این است کہ کلامِ قائل مذکور از سرتاپا کذب و زور و فریب و غرور است چہ او نفی سبب بودن شفاعت برائے نجات گنہگاروں و نفی شفاعت و بابت و شفاعتِ محبت ازان حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضراتِ سائر انبیاء و اولیاء و ملائکہ و اصفیاء می کند، این اعتقاد و خلاف کتابِ مبین و احادیثِ سید المرسلین و اجماع المسلمین است کہ ثابت فی السقام الاول مفصلاً و قد بیان بطلان بعض کلاماتہ فی السقام الثانی معللاً۔

جواب سوال ثانی این است کہ کلامِ او بلا تردد و اشتباه بر استحقاقِ منزلت و جاہِ آن سرورِ مقربانِ بارگاہِ حضرتِ اللہ و انتقاصِ شانِ سائر انبیاء و ملائکہ و اصفیاء و شیوخ و اولیاء اشمال و دلالت دارد چنانکہ در مقامِ ثالث مذکور و فی ما سبق نمبر من و مسطورہ شدہ جواب سوالِ ثالث این است کہ قائلِ این کلامِ لا طائل ازہ و کئے شرعِ مبین بلاشبہ کافر و بے دین است، ہرگز مومن و مسلمان نیست و حکمِ او شرعاً قتل و تکفیر است و ہر کہ در کفر و شک آرد و تردد دارد یا این استحقاق را سہل انگارد کافر و بے دین نامسلمان و لعین است الا در کفر و بے دینی کمتر است از کسے کہ این کلامِ ضلالت نظام را صواب و مستحسن پندارد و اعتقادِ این کلام را از عقائدِ ضروریہ دین شمارد و آنکس در کفر با قائلِ ہمہ بلکہ در استحقاق از وبال آتر است چہ او استحقاقِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سائر انبیاء و ملائکہ و اولیاء را مستحسن داشت و آن را از ضروریاتِ دین پنداشت۔  
و همچنین کسے کہ ظاہراً یا باطناً پاسداریِ این قائل در این چنین مسائل و ادارہ و برائے حفظِ حرمتِ او در اہل علم تا ویلاتِ دور از کار بہرہ و کئے کار آرد چہ او نیز

لہ اولیاء و (ذ) لہ او x (ذ) لہ این x (ذ) لہ نہ پندارد (پ) لہ او x (ذ) لہ و x (ذ) لہ  
دین x (ذ) لہ و بچیان (پ) لہ این x (ذ) لہ نیز x (ذ)

مَنْ كَبِرَ اسْتِخْفَافِ شَانِ حَضْرَتِ سَيِّدِ الْعَالَمِينَ، وَسِيْلَةِ الْخَلْقِ فِي الْفِئَاتَيْنِ شَدِيدًا، بِإِسْدَارِي بِيَدِي  
لِإِبْرَاهِيمَ آلِ سَيِّدِ الْإِنَامِ عَلَيْهِ التَّحِيَّةُ وَالسَّلَامُ رَحْمَانِ دَادٍ وَبِحُفُوفِ مِلَامَتِ بَلْكَهْ مَبْتَقْنَسَايَ  
بِدِيْحَتِي وَشَامَتِ دَرِيْئِي اثْبَاتِ أَنْجِيْهِ بِرِاسْتِخْفَافِ أَنْحَضْرَتِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِلَالَتِ  
دَارِ وَافْتَادِ وَإِيْنَ بِهَمْ كَفَرُوْا نَدَقْدَاسَتِ وَالْحَادِ، أَعَاذَنَا اللهُ مِنْ ذَلِكَ  
بِحُرْمَةِ الْمَتِيِّ وَالْإِلَامِ جَادٍ - وَأَزْ اثْبَاتِ إِيْنَ مَطَالِبِ وَرَمْتَامِ  
رَابِعِ فَرَاغِ دَسْتِ دَادٍ فَقَطِيعَ دَائِرِ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ،

الحال سوادِ ظلمتِ كفرِ شكستِ وبياضِ نورِ ايمانِ با شراقِ پروستِ فَمَنْ  
شَاءَ فليؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فليكْفُرْ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مِنْ أَتْبِعَ  
الهُدَى -

كَتَبَهُ الْعَبْدُ الْفَقِيرُ إِلَى رَبِّهِ الْغَنِيِّ الْهَادِي  
**مُحَمَّدٌ فَضْلُ حَقِّ بْنِ مُحَمَّدٍ فَضْلِ إِمَامِ الْفَارُوقِ**  
الْحَنْفِيِّ الْخَيْرِ الْبَادِي لَطْفِ اللَّهِ بِسَمَائِي الْعَوَاقِبِ وَالْمَبَادِي  
بِحُدِّ مَنِيْخَيْرِ مَنْ شَرَانِ مِنَ السَّادِي وَأَجَابَ يَدَاهُ السُّنَادِي  
وَأَجْدِي وَحَادَ عَلَى الْحَادِي بِالنَّكْرَمِ السُّنَادِي وَأَنْعَمَ  
الْحَاضِرِ وَالْبَادِي بِنَوَالِي الْحَاضِرِ وَطَوَالِي الْمَبَادِي وَبَسَطَ  
الْأَيَادِي وَأَمْرَدِي الصَّوَادِي وَقَبْضَ أَمْوَاحَ الْأَعَادِي وَ

له دارو (د) كه بگذرد (د) كه از (د) كه دارو (د) كه با شرف (د) كه لعنهما الله (د) كه  
من (د) كه المنادي (پ) كه نواه (د) كه الحادي (پ) لله الحامد (پ)

نُصِرَ بِالرُّعْبِ إِلَى سَبِيْرَةِ شَهْرِ مِنَ الْقُرَى وَالْبَوَادِي  
 صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ نُجُومِ الدَّوَادِي  
 وَشُفَعَاءِ يَوْمِ التَّنَادِي يَوْمَ لَا يَنْجُو مُتَّقِيْدٌ وَلَا يُقَيِّدُ  
 قَادِي مَا أَظْرَبَ الْهُوََادِي سَيِّدُ الْحَادِي وَعَمْرُ الْمُشْتَاقِ  
 الْفَرِيْدُ الشَّارِدِي وَعَمْرُ الْأَفَاقِ صَوَابُ السَّوَادِي وَ  
 الْعَوَادِي وَسَمِيْتُهُ

## بِتَحْقِيْقِ الْفَتْوَى فِي إِبْطَالِ لَطْفُوِي

وَأَرْجُو مِنَ اللهِ أَنْ يَجْعَلَكَ ذُخْرًا لِمَعَادِي وَنَجْرًا لِلْعَادِي  
 فَيَأْتِي لَأَ أُرِيْدُ بِهِمْ فَخْرًا بَيْنَ أَنْدَادِي بِكْتَابِ الْمُضَادِي  
 وَإِنْ أُرِيْدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِي إِلَّا  
 بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ -  
 رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ  
 خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ وَصَلَّى اللهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
 وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ -

۱۲۴۰ھ ۱۸ رمضان

(۳)

(۱)

(۲)

حاجی محمد قاسم

محمد فضل حق ۱۲۳۷ھ

التوکل علی اللہ  
 محمد شریف  
 ۱۲۴۰ھ

له منتقيد بقيد وقادي (ذ) له البوادي (پ) له تشد (پ) له العريد (پ) له

للفادي (ذ) له به x (ذ) له ختم شد (پ)

Click For More Books

- (۶) محمد رشید الدین
- (۵) کریم اللہ
- (۴) فقیر محمد حیات الادی
- (۸) محمد رحمت
- (۷) مخصوص اللہ
- (۱۱) محمد موسیٰ
- (۱۰) محمد عبد اللہ
- (۹) عبد الخالق
- (۱۳) احمد سعید محمدی
- (۱۲) خادم محمد
- (۱۶) صدر الدین
- (۱۵) محمد حسینی
- (۱۴) محمد شریف
- (۱۷) حسین الدین

(۱۸) لَمَّا تَأَمَّلْتُ وَنَظَرْتُ فِيهِ مِنْ دَعَاؤِ وَوَجْهِهَا وَ  
غَيْرِهَا نَظَرًا إِلَّا نَصَافٍ مِنْ غَيْرِ الْعِنَادِ وَالْإِعْتِسَافِ  
وَجَدْتُ حَقًّا لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ  
خَلْفِهِ فَخَتَمْتُ عَلَيْهِ

عسبوی علی

کتبہ : یکے از فیض یافتگان سلسلہ خیر آباد تلمذاً  
شاہ محمد حسینی سے حضرت مولانا محمد پورہ قصور ۲/۱۷  
۱۳۹۹ھ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

## چند نادر علمی اور تاریخی کتابیں

۶/-	اغثنی یا رسول اللہ	۲۱/-	تحریک آزادی ہند اور السواد الاکبر	۱۳/۵۰	شرح عبدالحق خیرآبادی بر میرزا ابوالجلال
۲/-	یاد اعلیٰ حضرت	۲/-	جماعت اسلامی	۲۰/-	النبراس شرح شرح عقائد مجلد -
۲/-	بذل الجواز	۶/-	اقبال کا آخری معرکہ	۳۰/-	تذکرہ اکابر اہل سنت
۹/-	ایذان الاجر	۶۰/-	مذہب اسلام	۷/۵۰	امتیاز حق
۱/۵۰	غایۃ التحقیق	۱۳/۵۰	المبیین (سید سلیمان اشرف)	۱۸/-	باغی ہندوستان
۲/۲۵	النیرۃ الوضیۃ	۹/-	ذکر بالجہر	۵/-	فضیل حق خیرآبادی اور سبب
۲/۲۵	اقامۃ القیامہ	۷/۵۰	مقام سنت		تحقیق الفتویٰ (فارسی اردو)
۳/-	تجلیۃ السلم	۶/-	کریا	۲/۲۵	دواہم فتوے
۱/-	میلاد نبوی	۱/-	نام حق	۱۶/۵۰	تذکرۃ المحدثین
۱/-	سنتی کانفرنس (پہلے منظر)	۲/۲۵	پند نامہ	۱۶/۵۰	کوثر الخیرات
۲/-	سنتی کانفرنس (دوئم منظر)	۲/-	قانونیہ کھیوالی	۲۷/-	جلال الصدور
۱/۵۰	شاہ عبدالقدیر بدایونی	۶/-	صرف بھترال	۲/-	الروض المجدد (عربی اردو)
۳/-	کشف النور (عربی اردو)	۶/-	المرقاة	۹/-	زلزلہ
۱/۵۰	محققانہ فیصلہ	۱۲/-	منیۃ المصلی	۹/-	تبلیغی جماعت
۱۸/-	شرح الصدور	۱۶/۵۰	تحریر سنیت	۲/۲۵	محمد نور
۳/-	نغمہ محبوب	۱۲/-	زلف و زنجیر	۲۱/-	خطبات سنتی کانفرنس
۱۸/-	نورانی تقریریں			۱۷/۵۰	ارشاد استاذ نورانی

مکتبہ فادریہ © لاہور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

## چند نادر علمی اور تاریخی کتابیں

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے نامور مجاہد علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے سلسلہ کے دیگر مشہور زمانہ افغان کے عالمانہ اور مجاہدانہ کارنامے، تصنیف علامہ فضل حق خیر آبادی، ترجمہ و تقدیم عبدالشاہ خاں شرانی، قیمت ۱۸/۰۰

### باغی ہندوستان

۱۹۲۵ء - ۱۹۴۷ء مرتبہ جناب

محمد جلال الدین قادری

### خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس

جس میں تحریکِ پاکستان کے مخفی گوشے پہلے بار بے نقاب ہوتے ہیں۔ برصغیر میں پیش آمدہ حالات پر علماء اہل سنت کے بے لاگ تبصرے، تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے دستاویزی ثبوت قیمت ۲۱/۰۰

### تذکرہ اکابر اہل سنت (پاکستان)

پاکستان کے پونے دوسرے علمائے کرام کے یاگزہ حالات زندگی اور علمی، سیاسی، ملکی و ملی خدمات کا

قیمت ۳۰/۰۰

دل نواز مرقع، تالیف محمد عبدالحکیم شرف قادری

تحریکِ ترکِ موالات کے پس منظر اور علماء اہل سنت کے موقف پر تفصیلاً گفتگو۔

### فاضل بریلوی اور ترکِ موالات

از پروفیسر محمد مسعود احمد پینسل گورنمنٹ سائنس کالج سکرنندرا سندھ، قیمت ۲-۵۰

بیتال خواص کی بناء پر دنیا کی تمام زبانوں پر عربی زبان کی فوقیت پر منقرہ کتاب جسے

### المبین

علامہ اقبال، پروفیسر بریلوی اور نواب حبیب الرحمن شروانی نے بید سراہا تصنیف

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی و سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، قیمت ۲/۵۰

از علامہ عبدالعزیز بہاروی، نوٹو آفس طباعت،

### النبر اس شرح شرح عقائد

رنگین کاغذ قیمت مجلد ۴۰/۰۰، غیر مجلد ۳۰/۰۰

از علامہ عبدالحق خیر آبادی، نوٹو آفس طباعت،

### شرح میرزا ہدایا جلال

رنگین کاغذ، قیمت ۱۳/۵۰

Click For More Books



# فلسفہ ہرگز (کامل) فیاضی پورہ

خواتین کے لیے

زندگی کے تمام مسائل کا مجموعہ

مولانا مفتی محمد خلیل خاں قادری بکاتی ظلمہ العالی

حیدرآباد، پاکستان



ملکیت شیبز

مرید کے  
شیخ پورہ - پاکستان

ہمارا نام  
اپنا صحیح حصہ (۵)

حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خاں قادری نے ہمارے نام سے  
کے پانچ حصے تالیف فرما کر بہشت کی اہم ضرورت کو پورا فرمایا  
ہے۔ اس میں انہوں نے اسلامی عقائد، اعمال اور اخلاق کے  
بنیادی مسائل سوال و جواب کی صورت میں  
رہے دلنشین انداز میں پیش کیے ہیں!

کہ گلاب بہشت بچوں کی سیر تسمیر و تربیت کے لیے  
اس کی تسمیر لازمی ہے۔

مکتبہ دارالجمہوریہ اسلامیہ  
۹۶۳۵۲۰ فون



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>